جلاء الافہام اردو

فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام

ابن قیم

الکتاب
گنج بخش روڈ ۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

إن الله وملٰئكته يصلون على النبي

يٰأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

صدق الله العلي العظيم
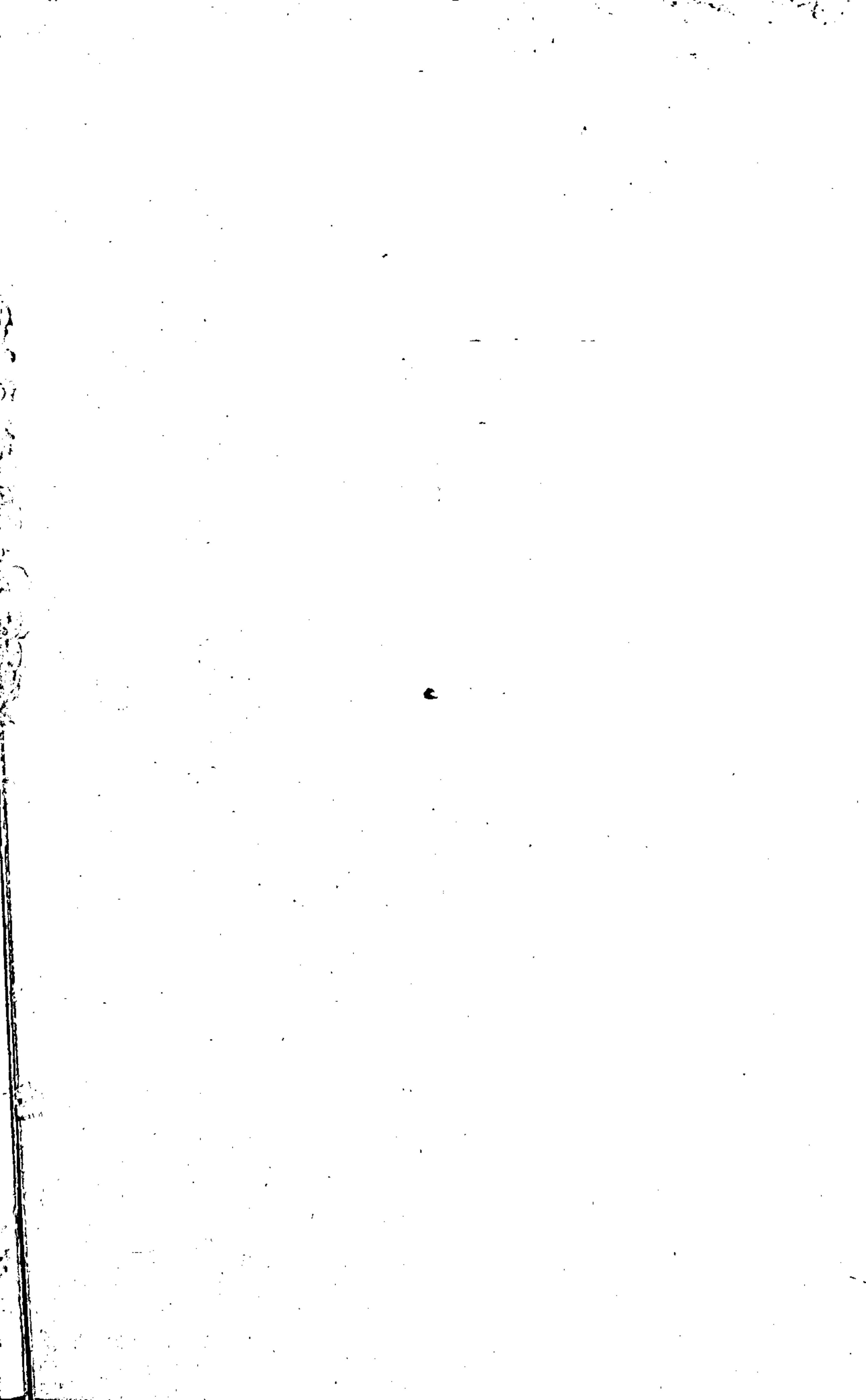
گفتم دُعائے دولت تو وردِ حافظ است
گفت این دُعا ملایک ہفت آسمان کنند
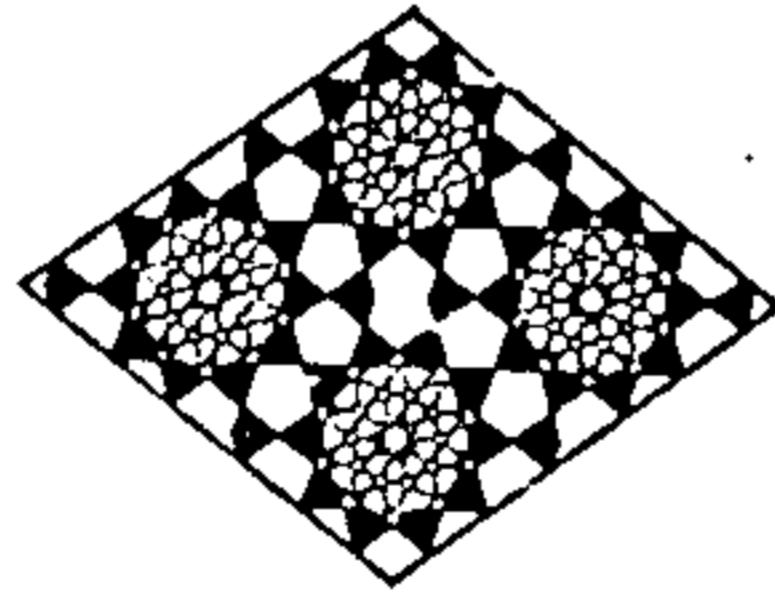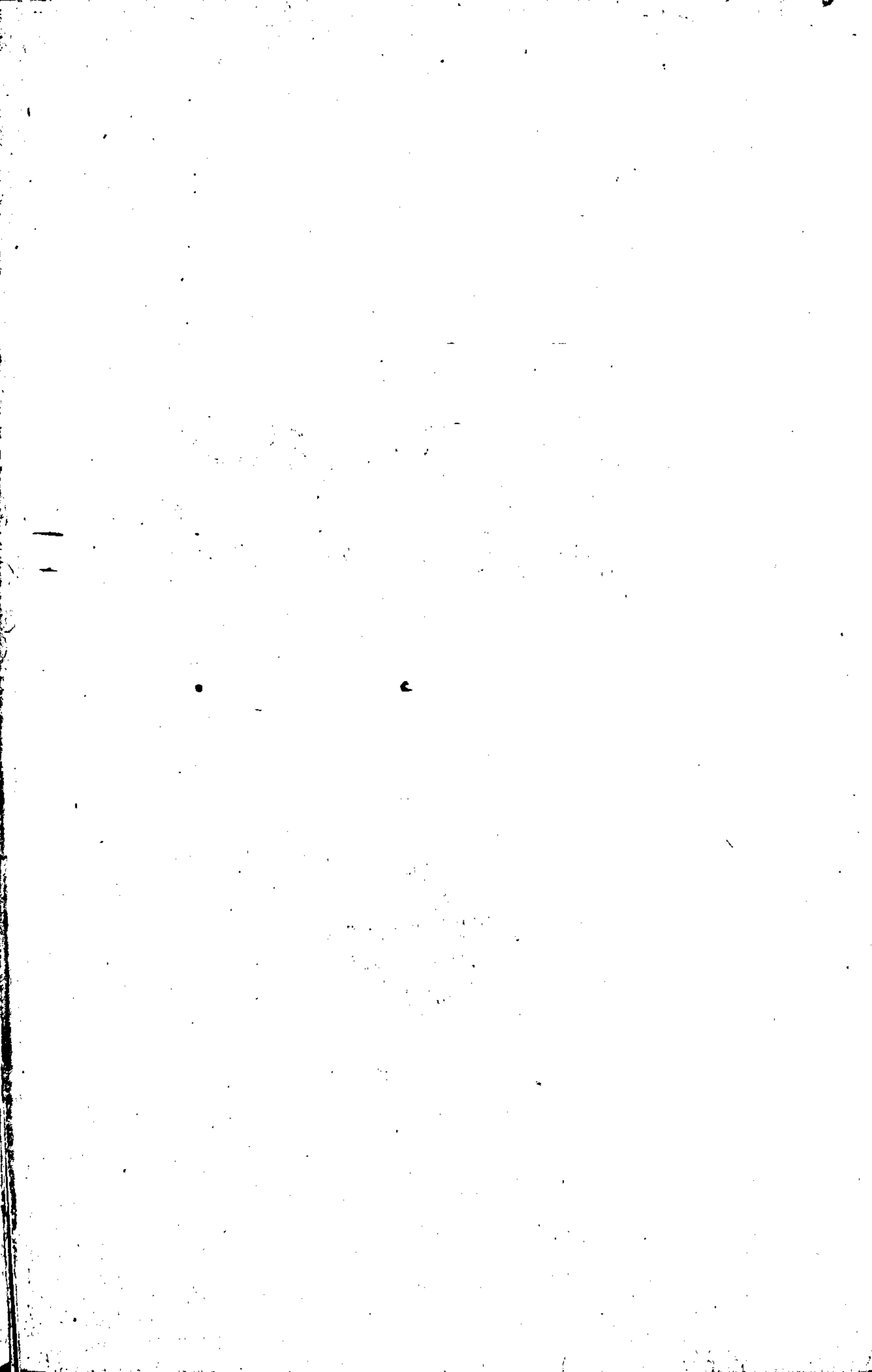
جلاء الافہام اردو

فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام

علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم :
مولانا شاکر حسین صدیقی

الکتاب

سالِ اشاعت ——— ۱۹۷۹ء
تعداد ——— ۱۰۰۰
مطبع ——— بختیار پرنٹرز
ناشر ——— الکتاب
قیمت ——— ۱۵ ء ۰۰

الکتاب

گنج بخش روڈ، لاہور

بسعی و اہتمام

سلیم اسماعیل چشتی ایم اے

سخنِ مُدیر

اس گراں بہا تالیف کا موضوع ان مسائلِ شرعیہ، احکامِ دینیہ، متونِ احادیث اور دیگر متعلقات کی تحقیق و تدقیق اور اُن فواید و ثمرات کا بیان ہے جن کو درود شریف سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ہے۔ اس مبارک موضوع پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ جو بات اور جامعیت اس موجز و مختصر تالیف میں ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں یہ سب مواد اپنے اپنے مقام پر موجود ہے۔ "جلاء الافہام" میں اس مواد کو ایک خاص اسلوب پر ایک جگہ اِس طرح فراہم کر دیا گیا ہے کہ قاری اِس کے مالہٗ و ما علیہ کی تلاش میں ان ضخیم اور کثیر کتابوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ فاضل مؤلف نے ان بکھرے موتیوں کو آنکھ بند کرکے اور بغیر پرکھے ہی نہیں سمیٹا ہے بلکہ اس سلسلے میں انھوں نے نقد و تنقیح کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس احتیاط نے اس تالیف کی مرتبت کو بہت بڑھا دیا ہے۔

علاوہ ازیں عبارات میں جہاں جہاں لطیف دقائق اور مشکلات پیش آئے ہیں مؤلف نے ان کے حل پر بھی توجہ دی ہے اور اس ضمن میں عجیب و غریب نکات بیان کیے ہیں۔ ایک اور خوبی اس کتاب کے مضامین کا حسن ترتیب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مطالب کتنے ہی بلند پایہ ہوں،

اگر انہیں سلیقے سے پیش نہ کیا جائے تو اُن کی افادیت پر بڑا اثر پڑتا ہے، اس اہم پہلو پر کتنی توجہ دی گئی ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے مناسب ہو گا کہ ایک نظر تفصیلِ مطالب پر ڈال لی جائے۔

"جلاء الافہام" ایک مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں ضرورت اور موقع کے لحاظ سے متعدد اصلی اور ضمنی فصلیں ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مقدمہ: ایک فصل پر مشتمل ہے جس میں ان اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی فہرستِ اسماء ہے جن سے صلوٰۃ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

پہلا باب: اس باب میں چوالیس صحابہ سے چوراسی احادیثِ مرفوعہ کے متن روایت کیے گئے ہیں۔ ہر حدیث کی تنقید اور کسی اختلاف کی صورت میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

دوسرا باب: اِس باب میں احادیثِ موقوف و مراسیل کے ۱۱۴ متن مع تنقید روایت کیے گئے ہیں۔

تیسرا باب: اس باب میں صلوٰۃ سے متعلقہ مسائل کا بیان ہے اور جسقدر مستقل الفاظ صلوٰۃ میں وارد ہیں ان کی لفظی و معنوی تحقیق ہے۔ یہ باب دس اصلی اور تیرہ ضمنی فصلوں میں منقسم ہے۔ جن میں الفاظ اللّٰھم و صلوٰۃ و آل و ابراہیم و محمّد و ازواج و ذریّۃ و حمید و مجید کے اشتقاق و معانی کا جُداگانہ بیان ہے۔ اس بارے میں علماء دین اور آئمۂ لغت کا جو کچھ اختلاف ہے اس کی تصریح ہے اور ان امور کی وضاحت کی گئی ہے کہ آل میں کون کون داخل ہے۔ محمّد و احمد میں سے کون سا نام مقدم ہے۔ آپ

پر یہ نام کس کس دلیل سے صادق آتا ہے ۔ جن حضرات کا درود شریف میں ذکر ہے ۔ ان کے فضائل و مناقب کے عجیب و غریب نکات اور صلوٰۃ کے اسرار بیان کیے گئے ہیں ۔

چوتھا باب : یہ باب اکتالیس فصلوں پر مشتمل ہے ۔ ہر فصل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فلاں موقع پر درود شریف پڑھنا واجب ہے یا مستحب ۔ اس ضمن میں علمائ کا جو اختلاف ہے ہر موقع پر اس کی صراحت اور متعلقہ مسائل کی توضیح کر دی گئی ہے ۔

پانچواں باب : اس باب میں احادیث کی تصریح کے مطابق درود شریف پڑھنے کے چالیس فوائد بیان کیے گئے ہیں ۔

چھٹا باب : یہ باب دو فصلوں پر منقسم ہے ۔ جن میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کس کس پر، اور کس طریقہ سے صلوٰۃ جائز ہے ۔ اس بارے میں علمار کے درمیان جس قدر اختلاف ہے اس کو بھی ہر فریق کے دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور آخر میں قولِ فیصل دیا ہے ۔

ایک تو یہ موضوع ہی نہایت مبارک اور محبوبِ اہلِ اسلام ہے ۔ پھر یہ کہ علامہ ابن قیم نے اس کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے ۔ نتیجہ یہ کہ ان کی اس کوشش کو بڑا قبولِ عام نصیب ہوا اور ہر دور میں اس کتاب کو بڑی پذیرائی حاصل رہی ہے ۔ اس کے اردو ترجمہ کی بڑی ضرورت تھی تاکہ جو لوگ عربی سے آشنا نہیں ہیں وہ بھی اس خوبصورت کتاب سے مستفید ہو سکیں ۔ اس ضرورت کو اہلِ علم نے بہت پہلے محسوس کر لیا تھا ۔ چنانچہ مولانا شاکر حسین

صدیقی نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھالا ۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ محض لفظی ترجمہ نہ ہو اور مصنف کا اسلوبِ تحریر وسیاقِ عبارت بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ ترجمہ سلیس ہو اور معمولی استعداد کے اردو خواں بھی کتاب کے مطالب سے خاطر خواہ طور سے مستفید ہو سکیں ۔

جِلاءُ الأَفهام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فصل مقدمہ

اُن اصحاب کرام کی فہرست اسمائے گرامی جن سے صیغہ درود شریف کی احادیث مروی ہیں
رضوان اللہ علیہم اجمعین

ابو مسعود البدری الانصاری ٭ کعب بن عجرۃ ٭ ابو حمید الساعدی ٭ ابو سعید الخدری ٭ طلحہ بن عبید اللہ ٭ زید بن حارثہ جنھیں زید بن خارجہ بھی کہا جاتا ہے ٭ علی بن ابی طالب ٭ ابو ہریرہ ٭ بریدہ بن الحصیب ٭ سہل بن ساعد الساعدی ٭ ابن مسعود ٭ فضالہ بن عبید ٭ ابو طلحۃ الانصاری ٭ انس بن مالک ٭ عمر بن الخطاب ٭ عامر بن ربیعہ ٭ عبد الرحمٰن بن عوف ٭ ابی بن کعب ٭ اوس بن اوس ٭ حسن ٭ حسین ٭ (حضرت علی کے دونوں صاحبزادے) حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٭ براء بن عازب ٭ رویفع بن ثابت الانصاری ٭ جابر بن عبد اللہ ٭ ابو رافع مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٭ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ ٭ ابو امامۃ الباہلی ٭ عبد الرحمن بن بشیر بن مسعود ٭ ابو بردہ بن دینار ٭ عمار بن یاسر ٭ جابر بن سمرہ ٭ ابو امامہ بن سہل بن حنیف ٭ مالک بن الحویرث ٭ عبد اللہ بن جزء الزبیدی ٭ عبد اللہ بن عباس ٭ ابو ذر ٭ واثلہ بن الاسقع ٭ ابو بکر الصدیق ٭ عبد اللہ بن عمرو ٭ سعید بن عمیر الانصاری اپنے والد عمیر بدری سے ٭ حبان بن منقذ ٭ رضی اللہ عنہم ؎۱

؎۱ ان حضرات کے سوا بعض احادیث ابو الدرداء و ابو کاہل و ابو قرصافہ و عبد الرحمٰن وغیرہ رض سے بھی مصنف رح نے اس کتاب میں روایت کی ہے لیکن ان بزرگواروں کا ذکر اس فہرست میں نہیں ہے خصوصًا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہ ہونا جن کی احادیث باب اول ہی میں مروی ہیں محل تعجب ہے۔ بر خلاف اس کے حبان بن منقذ رض کا نام تو اس فہرست میں موجود ہے۔ لیکن ان کی کوئی روایت ساری کتاب میں نظر نہ آئی۔ بعض جگہ یہ ترتیب بھی تبدیل ہوگئی ہے ۱۲ (مترجم)

پہلا باب

احادیث مرفوعہ کے بیان میں

ابو محمد انصاریؓ کی حدیث

یہ حدیث صحیح ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ سے اور ابو داؤد نے قعنبی سے اور یحییٰ وقعنبی دونوں نے مالک سے۔ اور ترمذی نے اسحٰق بن موسیٰ سے انھوں نے معن سے معن نے مالک سے۔ اور نسائی نے ابی سلمہ وحارث بن مسکین سے ان دونوں نے قسم سے انھوں نے مالک[1] سے مالک نے نعیم المجمر سے نعیم نے محمد بن عبد اللہ بن زید سے محمد نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے۔

عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فی مجلس سعد بن عُبادۃ فقال لہ بشیر بن سعد قد امرنا اللہ ان نصلی علیک فکیف نصلی علیک قال قولوا۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ال ابراھیم و بارک علی محمد کما بارکت علی ابراھیم۔ والسلام کما قد علمتم ٥

ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے بشیر بن سعد نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے پس ہم کس طرح (یعنی کن الفاظ کے ساتھ) پڑھا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو۔۔۔۔۔۔۔ اور سلام (یعنی تشہد) وہی ہے جو تمکو دیا گیا ہے۔

امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن ان کی روایت میں کیف نصلی علیک کے آگے اذا نحن صلینا فی صلوتنا (جب ہم اپنی نمازوں میں درود پڑھنا چاہیں) کا جملہ زائد ہے چنانچہ ان کی روایت مع سند کے یہ ہے جسے وہ اپنے شیخ یعقوب سے روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابی عن اسحٰق قال حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی عن محمد بن عبد اللہ بن زید

ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھا جبکہ ہم لوگ حاضر

---

[1] مالک تک پہنچکر مسلم شریف اور ابو داؤد وترمذی ونسائی کا سلسلہ سند ایک ہوجاتا ہے ۱۲ [2] ان کا نام ابراہیم بن سعد ہے ۱۲

بن عبد ربه الانصار عن ابی مسعود قال اقبل رجل حتی جلس بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن عندہ فقال یارسول اللہ اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوتنا صلی اللہ علیک قال فصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احببنا ان الرجل لم یسئلہ فقال اذا انتم صلیتم علی فقولوا: اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم ٥

حضور تھے اور اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ پر سلام پڑھنے کی صورت تو معلوم ہے لیکن جب ہم نماز میں درود پڑھنا چاہیں تو کس طرح پڑھیں آپ یہ سُن کر اتنی دیر تک ساکت رہے کہ ہم نے یہ خیال کر لیا کہ گویا آپ سے سوال ہی نہیں کیا گیا ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یہ کہو۔ (خط کشیدہ عبارت دیکھو)

ابن خزیمہ وحاکم نے بھی اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث اسی زیادت کے ساتھ روایت کی ہے۔ حاکم کا اپنی سند کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اُس کے راوی توثیق وتعدیل میں رواتِ مسلم کے ہم پلہ ہیں لیکن ان کا یہ قول مسامحت سے خالی نہیں اس لیے کہ مسلمؒ نے اصول میں ابن اسحٰق سے کسی حدیث کا استخراج نہیں کیا ہے بلکہ ان سے اُن کی جو کوئی بھی روایت ہے وہ اصل حدیث کے لئے بطور متابعات وشواہد کے ہے۔ چونکہ اس زیادت بیان میں بخلاف دوسرے رُوات کے ابن اسحٰق منفرد ہیں اس لیے اُن کی زیادت میں کلام کیا گیا ہے جس کا جواب دو طرح پر دیا جاتا ہے ایک تو یہ کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں ان پر کوئی ایسی جرح نہیں ہے جو ان کی روایت سے استدلال کی مانع ہو کبار ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے اور وہ ان کے حفظ وعدالت کے جو یقیناً فن روایت کے دو بڑے رُکن ہیں ثنا خواں ہیں دوسرے یہ کہ ان کی روایت میں بڑا اندیشہ تدلیس کا ہوا کرتا ہے اور یہاں وہ سماع بیان کرتے ہیں تو اس صورت میں شبہ تدلیس کی بھی گنجایش باقی نہیں ہے دارقطنی نے بھی یہ حدیث اسی سند کے ساتھ اپنی کتاب سنن میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سب راوی ثقہ ہیں۔ لیکن اُن کی دوسری کتاب کتاب العلل میں یوں مرقوم ہے کہ دارقطنی سے جب اس حدیث کی بابت سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث محمد بن ابراہیم التیمی۔ محمد بن عبد اللہ بن زید سے اور وہ ابو مسعود سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن اسحٰق کو اس کی روایت محمد بن ابراہیم سے پہنچی ہے۔ اور دوسرا طریقہ اس کا یہ ہے کہ نعیم مجمر عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں

اس سلسلہ سند میں جو نعیم سے مروی ہے البتہ اختلاف ہے۔ ایک گروہ جن میں قعبنی و معن و اصحاب عطا شامل ہیں رواہ مالک بن انس عن نعیم المجمر عن محمد عن ابی مسعودؓ۔ کہتا ہے اور حماد بن مسعدہ کی روایت یوں ہے عن مالک عن نعیم عن محمد بن زید عن ابیہ لیکن یہ عن ابیہ کا فقرہ راوی کا وہم ہے۔ داؤد بن قیس فرار کی روایت اس سے بھی مختلف ہے وہ کہتے ہیں عن نعیم عن ابی ہریرہ بمقابلہ ان کے مالک کی سند اولیٰ بالصواب ہے۔ (مصنف) میں کہتا ہوں کہ ابن اسحٰق کی اس زیادت کے بارے میں اختلاف ہے یعنی ایک تو یہی حدیث ہے جو بسلسلۂ روایت محمد بن ابراہیم بیان کی گئی ہے اور دوسری حدیث انھیں ابن اسحٰق سے بواسطہ زہیر بن معاویہ بغیر اس زیادت کے روایت کی جاتی ہے جس کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں احمد بن یونس سے اور طبرانی نے معجم میں عباس بن الفضل سے انھوں نے احمد سے روایت کیا ہے۔ احمد اپنے شیخ زہیر سے روایت کرتے ہیں واللہ اعلم۔

عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی نے بیان سلسلہ انساب انصار میں ذکر کیا ہے کہ ابو مسعودؓ کا نام و نسب عقبہ بن ثعلبۃ البدری ہے۔ بدری ان کو صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بدر کے چشمہ پر آکر اترے تھے۔ یا وہاں سکونت اختیار کرلی تھی شرکاء جنگ بدر میں سے نہیں ہیں جمہور علمائے سیر کا یہ مسلمہ مقولہ ہے۔ بعض لوگ ان کا شریک جنگ بدر ہونا بھی بیان کرتے ہیں (لیکن یہ قول ضعیف ہے) لیکن ان کے شریک جنگ عقبہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جنگ صفین کے لیے تشریف لے گئے ہیں تو ان کو کوفہ کا والی مقرر فرما گئے تھے اور عیدین کی نماز معذور وضعیف اشخاص کو مسجد میں پڑھانے کے لیے آپ ان کو اپنا نائب بنا دیا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات سنہ ۴۲ھ کے بعد ہوئی ہے اور بعض لوگ سنہ ۶۰ھ کے بعد بیان کرتے ہیں (مصنف) میں کہتا ہوں کہ چار اماموں[۱] یعنی بخاری و ابن اسحٰق و زہری نے ان کے شریک جنگ بدر ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

کعب بن عجرہ کی حدیث — یہ ایسی حدیث ہے کہ جسے تمام[۲] اہل صحیح و اصحاب سنن و ارباب مسانید نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ کے واسطے سے روایت کیا ہے اور جس میں کسی قسم کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ ہم بخاری و مسلم کے الفاظ میں اسے بیان کرتے ہیں۔

---

[۱] چوتھے صاحب کا کتاب میں نام نہیں ہے ۱۲ [۲] جملہ دواوین حدیث میں اس کی روایت دلیل افضلیت ہے ۱۲

عن ابن ابی لیلے قال لقینی کعب بن عجرۃ فقال الا اھدی لک ھدیۃ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک قال قولوا: اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید ۵

عبدالرحمن بن ابی لیلے سے روایت ہے کہ کعب بن عجرہ سے (ایک روز) میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ کیا میں ایک تحفہ تمھیں پیش نہ کروں (اور وہ یہ ہے) حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو معلوم ہو چکا ہے لیکن جب صلوٰۃ پڑھنا چاہیں تو وہ کس طرح پڑھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو۔

(دیکھو خط کشیدہ عبارت)

کعب رضؓ کی دوسری حدیث جسے حاکم نے مستدرک میں بواسطہ تحدیث محمد بن اسحٰق صنعانی روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حدثنا ابن ابی مریم ثنا محمد بن ھلال حدثنی سعد بن اسحٰق بن کعب بن عجرۃ عن ابیہ عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقی الدرجۃ قال آمین ثم ارتقی الدرجۃ الثانیۃ فقال آمین ثم ارتقی الدرجۃ الثالثۃ فقال آمین فلما فرغ نزل من المنبر فقلنا یا رسول اللہ سمعنا منک الیوم شیئاً ما کنا نسمعہ فقال ان جبریل عرض لی فقال بعد من ادرک رمضان فلم یغفر لہ فقلت آمین فلما رقیت الثانیۃ قال بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین فلما رقیت الثالثۃ قال بعد من ادرک ابویہ الکبر او احدھما فلم یدخل الجنۃ فقلت آمین

سعد بن اسحٰق کعبؓ کے پوتے اپنے باپ سے اور وہ کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (کسی امر کے متعلق خطبہ سنانے کے لیے) ہم لوگوں کے اجتماع کا حکم دیا ہماری حاضری کے بعد آپ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھکر آمین فرمائی پھر دوسرے پر پھر تیسرے پر۔ جب آپ خطبے سے فارغ ہوکر منبر پر سے اتر آئے تو ہم نے عرض کیا کہ آج حضور سے وہ باتیں سنی گئی ہیں جو اس سے پیشتر نہیں سنی گئی تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب میں نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ جس شخص نے رمضان کا مہینا پایا اور اس کے گناہ معاف نہ ہوئے وہ خدا کی رحمت سے دور ہوگیا میں نے کہا آمین جب میں دوسرے پایہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا کہ جس شخص کے

سامنے تمھارا ذکر کیا گیا اور اس نے درود نہ پڑھا وہ خدا
کی رحمت سے دور ہو گیا میں نے کہا آمین۔ جب پھر تیسرے
پایہ پر میں نے پانوں رکھا تو انھوں نے کہا کہ جس شخص
کے ماں باپ یا ان میں سے کسی کو بڑھاپا آگیا ہو اور
وہ (ان کی خدمت نہ کرنے سے) جنت میں داخل
نہ ہوا خدا کی رحمت سے دور ہو گیا میں نے کہا آمین۔
(یعنی یہ تینوں قسم کے حرماں نصیب اشخاص خدا کی
رحمت سے دُور ہیں)

کعب بن عجرہؓ انصاری سلمی ہیں ان کی کنیت ابو اسحٰق بیان کی جاتی ہے عمر بن عوف ملقب بہ قوقل کے بھائی سالم کی اولاد میں ان کا شمار ہے۔ عوف قرب و جوار میں ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے جب کوئی پناہ گزین ان کے پاس حمایت حاصل کرنے کی غرض سے آتا تھا تو وہ کہہ دیتے تھے قوقل حیث شیئت (جہاں چاہو وہاں رہو تمھیں امن حاصل ہے) اس بنا پر ان کے لڑکے قواقلہ کہلائے گئے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کعب بن عجرۃ بن امیۃ بن عدی بن عبید بن الحارث البلوی بنی سواد میں سے ہیں جو انصار کے حلیف تھے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ انصار میں سے بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج کے حلیف تھے اور بعض بنی سالم کا حلیف بیان کرتے ہیں۔ واقدی کا مقولہ یہ ہے کہ وہ انصار کے حلیف نہیں تھے بلکہ انصار ہیں سے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ مجھے اُن کا نام انساب انصار میں ڈھونڈنے سے نہیں ملا (یعنی انصار میں سے نہیں ہیں) ابو محمد ان کی کنیت تھی اور آیت ففدیۃ من صیام اوصدقۃ اونسك ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کوفہ میں رہا کرتے تھے اکاون سے لیکر ترپن ۵۳ سنہ ہجری تک کسی سال کے اندر بعمر ۷۵ سال مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا اہل مدینہ وکوفہ ان سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث۔ اس حدیث کو امام بخاری وابو داؤد رحمہما اللہ نے اس سند سے روایت کیا ہے۔

عن القعنبی عن مالك عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن عمرو بن سلیم الزرقی اخبرنی ابو حمید الساعدی

عمرو بن سلیم سے روایت ہے کہ مجھکو ابو حمید ساعدی نے خبر دی ہے اس بات کی کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ پر درود شریف

اللھم قالوا یا رسول اللہ کیف نصلی علیک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولوا:	کس طرح پڑھا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو۔
اللھم صل علی محمد و ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید ۵	(دیکھو خط کشیدہ عبارت)

یہی حدیث مسلم نے ابن نمیر سے انھوں نے روح بن عبادہ اور عبداللہ بن نافع الصائغ سے۔ اور ابو داؤد نے بکر بن السرح سے انھوں نے ابن وہب سے اور نسائی نے حارث بن مسکین و محمد بن مسلمہ سے ان دونوں نے ابن القاسم سے اور ابن ماجہ نے عمار بن طالوت سے انھوں نے عبدالملک بن ماجشون سے اور ان سب نے مالک سے اسی سلسلہ سند کے ساتھ جو روایت بخاری میں مالک سے آگے مذکور ہے روایت کی ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ابو حمید الساعدی رضہ کے نام و نسب میں اختلاف ہے بعض نے منذر بن سعد بن منذر اور بعض نے عبدالرحمن بن سعد بن منذر کہا ہے اور بعض عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن منذر کہتے ہیں بعض کا مقولہ عبدالرحمن بن سعد بن مالک ہے اور بعض کے نزدیک عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ ثابت ہوا ہے مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں زمانہ آخر خلافت معویہ رضی اللہ میں انتقال فرمایا صحابہ میں سے جابر رضہ اور تابعین میں سے عروہ بن الزبیر و عباس بن سہل بن سعد و محمد بن عمرو بن عطا و خارجہ بن زید بن ثابت کے علاوہ بہت تابعین کی ایک جماعت ان سے روایت حدیث کرتی ہے۔

ابو حمید رضہ و ابو اسید رضہ کی حدیث — یہ حدیث امام مسلم رح نے اس طریقہ پر روایت کی ہے۔ عن یحیی بن یحیی

عن سلیمان ابن بلال عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن عن عبد الملک بن ابی سعید بن سوید الانصاری قال سمعت ابا حمید[1]	عبدالملک سے روایت ہے کہ میں نے ابو حمید و ابو اسید دونوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کا کوئی

[1] ہندوستان میں مسلم شریف کے جو نسخے ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں بجائے واو عطف و سمعت کے عن ابی حمید او عن ابی اسید حرف شک اور عن کے ساتھ روایت ہے۔ ممکن ہے کہ ملک عرب کے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

وابا اُسید یقولان قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل احدکم المسجد فلیقل اللھما فتح لی ابواب رحمتك واذا خرج فلیقل اللھم انی اسألك من فضلك ٥

شخص مسجد میں داخل ہو تو اللھم افتح لی ابواب رحمتك اور جب نکلے اللھم انی اسألك من فضلك کہے۔

ابو سعید خدری ؓ کی حدیث

اس حدیث کو امام بخاری ؒ نے صحیح میں اس طرح پر روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن یوسف عن اللیث بن سعد وعن ابراھیم بن حمزۃ عن عبد العزیز بن ابی حازم وعبد العزیز الدراوردی ثلاثتھم عن ابن الھاد عن عبد اللہ بن خباب عن ابی سعید قال قلنا یارسول اللہ ھذا السلام علیك عرفناہ فکیف الصلوٰۃ علیك قال قولوا۔ اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك کما صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمد وآل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم ٥

ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے لیکن جب آپ پر درود پڑھنا چاہیں تو کس طرح پڑھیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہو۔ (دیکھو متن حدیث)

اپنی اپنی سنن میں نسائی ؒ نے اس حدیث کو قتیبہ سے انھوں نے بکر ابن مضر سے انھوں نے ابن ہاد سے اور ابن ماجہ نے ابو بکر بن شیبہ سے انھوں نے خالد بن مخلد سے انھوں نے عبد اللہ بن جعفر سے انھوں نے ابن ہاد سے روایت کیا ہے (باقی سلسلہ وہی ہے جو روایت صحیح بخاری میں اوپر مذکور ہوا)

ابو سعید خدری کا نام ونسب سعد بن مالک بن سنان ہے مگر کنیت کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ پہلی پہل وہ غزوہ خندق میں شریک ہوئے تھے اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب انھوں نے بارہ غزوات میں شرکت کی ہے وہ اُن جلیل القدر صحابہ ؓ میں جنھیں بہت سے احکام شریعت حفظ تھے شمار کیے جاتے ہیں۔ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت نے ان سے روایت

(بقیہ نوٹ صفحہ) مروجہ نسخوں یا مصنف رہ کے نسخے میں بطور اختلاف نسخ الفاظ مذکورہ ہی مندرج ہوں۔ بادی النظر میں بسلسلہ بیان احادیث صلوٰۃ اس حدیث کو موقعہ سے مناسبت نہیں ہے لیکن دحقیقت جو تعلق ہے وہ آیندہ واضح ہوجائیگا۔ اگر یہ حدیث ابو حمید ؓ کی ہی متصور ہو تو یہ اُن کی دوسری روایت ہوگی اس لیے کہ ایک حدیث ان کی آگے آتی ہے ۱۲

حدیث کی ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ رضؓ کی حدیث۔ بروایت مسند امام احمد رحمہ اللہ۔

حدثنا محمد بن بشر ثنا مجمع بن یحییٰ الانصاری حدثنی عثمان بن موھب عن موسی بن طلحۃ[1] قال قلت یارسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیک قال قل: اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

موسی ابن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے فرمایا یوں کہو۔

(دیکھو متن حدیث)

نسائی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے۔

پہلا طریقہ۔ عن عبید اللہ بن سعد عن عمہ یعقوب بن ابراھیم ابن سعد عن شریک عن عثمان بن موھب عن موسی بن طلحۃ عن ابیہ ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف نصلی علیک یا نبی اللہ قال قولوا: اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

موسی بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا نبی اللہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں آپ نے فرمایا یوں کہا کرو۔

(دیکھو متن حدیث)

دوسرا طریقہ

اخبرنی اسحٰق بن ابراھیم انا محمد بن بشر ثنا مجمع بن یحییٰ عن عثمان بن موھب عن موسیٰ بن طلحۃ عن ابیہ قال قلنا یارسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا: اللھم صل علی

موسی بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کس طرح درود پڑھنا چاہیے آپ نے فرمایا یوں کہو۔

(دیکھو متن حدیث)

---

[1] غالباً یہاں عن ابیہ کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے اس لیے کہ موسیٰ بن طلحہ صحابی نہیں ہیں مسند سے صحت الفاظ کر لی جائے۔

محمد كما صليت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على محمد كما باركت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد ٥

امام بخاری ومسلم رحمہم نے عثمان بن سعید عبد اللہ بن موہب کی حدیث سے جسے وہ موسی بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں احتجاج کیا ہے۔

زید بن خارجہؓ کی حدیث } بروایت مسند امام احمد رح عن علی بن بحر ثنا عیسی بن یونس ثنا عثمان بن حکیم ثنا خالد بن سلمة ابن عبد الحميد بن عبد الرحمن دعا موسی بن طلحة فی عرس ابنه فقال یا ابا عیسی کیف بلغک فی الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال موسی سألت زید بن خارجة قال انا سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف الصلوٰة علیک فقال صلوا واجتهدوا ثم قولوا اللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل ابراهيم انك حميد مجيد ٥

خالد بن سلمہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن نے موسی بن طلحہ سے جنہیں اپنے بیٹے کی شادی میں بلایا تھا دریافت کیا کہ اے ابو عیسی (یہ ان کی کنیت ہے) انھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کی حدیث کیسے پہنچی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے یہی سوال زید بن خارجہ سے کیا تھا انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم صلوٰۃ ادا کرو دل لگا کر اچھی طرح سے پھر کہو۔

(دیکھو متن حدیث)

نسائی نے سعید بن یحیٰی اموی سے انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے عثمان سے اسی سلسلۂ سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور اسمٰعیل بن اسحٰق نے کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو اس طریقہ پر ضبط کیا ہے۔

عن علی بن عبد اللہ ثنا مروان بن معاوية ثنا عثمان بن حکیم عن خالد بن سلمة عن موسی بن طلحة اخبرنی زید بن حارثة اخو بنی الحارث

موسی بن طلحہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ نے جو بنی الحارث بن الخزرج کے بھائی ہیں مجھے خبر دی کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ سلام کی حقیقت تو ہمیں

ملہ اس بلیغ اشارے کی غایت یہ ہے کہ الفاظ حدیث وصیغہ درود کے الفاظ میں جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ ما بعد رواۃ کی طرف سے ہے ۱۲۔

بن الخزرج قال قلت یارسول اللہ قد علمنا کیف نسلم علیك فذکر نحوہ فقال زید بن حارثۃ ہ

معلوم ہے ۔ اس کے بعد وہی الفاظ ہیں جو پہلی حدیث میں مذکور ہوئے)۔

حافظ[1] ابوعبداللہ بن مندہ نے کتاب الصحابہ میں لکھا ہے کہ عبدالواحد بن زیاد نے عثمان بن حکیم سے اور انھوں نے خالد بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے موسی بن طلحہ کا جواب بسوال عبدالحمید سنا تھا ۔ موسی نے جواب میں سالت زید بن خارجۃ الانصاری کہا ہے اس کے بعد یہی حدیث ضبط کی ہے ۔

زید بن حارثہ کا نسب زید بن ثابت بن ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ ہے یہ بنی سلمہ میں سے تھے اور زید بن خارجہ انصاری ابن ابی زہیر الانصاری الخزرجی ہیں یہ بھی صحابی تھے ۔ اور جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں ۔ زمانۂ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی ۔ ابونعیم وابن عبدالبر نے کہا ہے کہ بعد موت جن صحابی کا کلام کرنا منقول ہے وہ یہی تھے بعض کلام بعدِ موت کی نسبت خارجہ بن زید کی طرف کرتے ہیں لیکن صحیح قول اول ہی ہے ۔ صحیح نام اس روایت میں زید بن خارجہ ہی ہے ۔ دوسری روایت میں جو زید بن حارثہ کہا گیا ہے وہ درست نہیں ہے ۔

علی بن ابیطالب رض کی حدیث — ترمذیؒ نے اپنی سنن میں یہ حدیث اس طرح پر روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ۔ بعض نسخوں میں حسن غریب کا لفظ ہے

عن یحیی بن موسی وزیاد بن ایوب ثنا ابوعامر العقدی عن سلیمان بن بلال عن عمارۃ بن غزیۃ عن عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن حسین بن علی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البخیل الذی من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ ہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بخیل وہ انسان ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ درود نہ پڑھے ۔

ترمذی کے علاوہ نسائی نے اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے ۔

---

[1] یہ حوالہ صحت نام کی غرض سے ہے تاکہ دوسری حدیث میں راوی سے جو غلط واقع ہوا ہے وہ رفع ہوجائے ۱۲

دوسری حدیث - بروایت حسن بن عرفہ:

عن الولید بن بکیر عن سلام الخزاز عن ابی اسحاق السبیعی عن الحسن بن علی عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن دعاء الا بینه وبین السماء حجاب حتی تصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاذا صلی علی النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انخرق الحجاب واستجیب الدعاء واذا لم یصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یستجب الدعاء ۵

حضرت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دعا اور آسمان کے درمیان ایک حجاب ہوتا ہے جبتک کہ درود نہ پڑھا جائے جب درود پڑھ لیا جاتا ہے تو وہ حجاب دور ہوکر دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

لیکن اس حدیث میں تین علتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کا حضرت علی رض سے روایت کرنے والا حارث[ملہ] اعور ہے دوسرے یہ کہ شعبہ وعجلی کا اتفاق ہے کہ ابواسحق نے حارث سے صرف چار حدیثیں سُنی ہیں جن میں یہ روایت نہیں ہے تیسرے یہ کہ محقق امر یہ ہے کہ ابواسحق نے حضرت علی رض سے یہ حدیث موقوفاً روایت کی ہے۔

تیسری حدیث جسے نسائی نے مسند علی میں روایت کیا ہے یہ ہے۔

عن ابی الازھر حدثنا عمرو بن عاصم ثنا حبان بن یسار الکلابی عن عبد الرحمن بن طلحة الخزاعی عن محمد بن علی عن محمد بن الحنفیة عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی اذا صلے علینا اهل البیت فلیقل اللھم اجعل

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ پورا اجر پائے تو وہ جب ہم سب اہل بیت پر درود پڑھے تو یوں کہے۔

(دیکھو خط کشیدہ عبارت)

ملہ یہ شخص چونکہ غالی شیعہ تھا اس کی روایت حضرت علیؓ سے قبول نہیں کی جاتی ہے شعبی وابن مدینی نے اس کو کذاب کہا ہے ابن معین ضعیف کہتے ہیں۔ مگر حیرت یہ ہے کہ نہ تو یہاں اس کی کوئی روایت ہے اور نہ ابواسحق وحضرت علیؓ کے درمیان وہ واسطہ ہے یا تو کتابت کی خطا سے کوئی روایت دوسری رہ گئی ہی یا تصنیف میں مسامحت واقع ہوئی ہی بہرحال مترجم یہ گتھی سلجھانے سے معذور ہے ۱۲

صلواتك وبركاتك على محمد النبي وازواجه

امهات المومنين وذريته واهل بيته

كما صليت على ابراهيم انك حميد مجيد ۵

ابن حبان نے حبان بن یسار کی توثیق کی ہے امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں سٹھ گئے تھے ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ وہ نہ تو قوی ہیں نہ متروک ابن عدی نے اُن کے اختلاط عقل کے سبب سے کہا ہے کہ اُن کی حدیث میں بس جو کچھ ہے وہ ہے ہی (مصنف) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ایک اور علت بھی ہے وہ یہ کہ موسیٰ بن اسمٰعیل تبوذکی نے عمرو بن عاصم سے اوپر کی سند میں ان کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں عن حبان بن یسار حدثنی ابو المطرف الخزاعی حدثنی محمد بن عطاء الهاشمی عن نعیم المجمر عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من سره ان یکتال بالمکیال الاوفی فذکرہ ابو داؤد نے بھی یہ حدیث موسیٰ بن اسمٰعیل سے اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ اس کے سوا دوسری علت اس روایت میں یہ ہے کہ عمرو بن عاصم تو حدثنا حبان بن یسار عن عبد الرحمن بن طلحة الخزاعی کہتے ہیں اور موسیٰ بن اسمٰعیل کی سند میں عن حبان ابن یسار حدثنی ابو المطرف الخزاعی یعنی عبید اللہ بن طلحہ بن عبید اللہ بن کریز ہے (لامحالہ یا تو وہ غلط ہے یا یہ لیکن اس کو اس وجہ سے غلط نہیں کہا جاسکتا کہ تاریخ وکتاب ابی حاتم وثقات ابن حبان میں حبان کے استاد کا نام عبید اللہ ہی پایا جاتا ہے اور یہی فیصلہ ہمارے شیخ ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں کیا ہے۔ ظن غالب یہ ہے کہ یا تو عمرو بن عاصم کو (استاد الاستاد) کے نام میں وہم ہوگیا ہے یا یہ کوئی دوسرے شخص ہیں۔ اگر شکل آخر ہے تو بہرحال یہ عبد الرحمن ایک مجہول شخص ہیں جن کا نام اس حدیث کے سوا اور کہیں نہیں پایا جاتا اور متقدمین میں سے بھی ان کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے۔ عمرو بن عاصم اگرچہ بخاری ومسلم کے رواۃ میں سے ہیں اور یہ دونوں امام فن حدیث ان سے سند لیتے ہیں لیکن موسیٰ بن اسمٰعیل کا درجہ باعتبار حفظ ان سے بڑھا ہوا ہے۔

ابوہریرہؓ کی اور حدیثیں۔ اس سند ومتن کے سوا ابوہریرہؓ سے اور حدیثیں بھی اس باب میں

لہ ابو سلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل وعمرو بن عاصم دونوں حبان بن یسار کے شاگرد ہیں ۱۲ منہ ان کا نام عبید اللہ بن عبید اللہ بن کریز ہے ۔ ۱۲

مروی ہیں جن کو ہم اب یہیں بیان کیے دیتے ہیں۔

دوسری حدیث جس کو محمد بن اسحٰق سراج نے روایت کیا ہے اس کی سند صحیح اور بخاری و مسلم کی شرطوں کے موافق ہے۔

قال محمد بن اسحٰق السراج اخبرنی ابو یحیی واحمد بن محمد البرتی قالا ابنا عبد اللہ بن مسلمۃ بن قعنب ابناد اود بن قیس عن نعیم بن عبد اللہ عن ابی ھریرۃ رضہ انھم سألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف نصلی علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم فی العالمین انک

نعیم بن عبد اللہ ابوہریرہ رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہو (دیکھو متن حدیث) اور سلام وہی ہے جو تمکو معلوم ہو چکا ہے۔

حمید مجید والسلام کما قد علمتم ۵ اسی حدیث کو عبد الوہاب بن مندہ نے بواسطہ خفاف رضہ[۱] ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے (یعنی بجائے نعیم بن عبد اللہ)

تیسری حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت۔

ابنا ابراھیم بن محمد انا صفوان بن سلیم عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ انہ قال یارسول اللہ کیف نصلی علیک یعنی فی الصلوٰۃ قال تقولون اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم۔ ثم تسلمون علیّ۔

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ کہا (اصحاب نے) یا رسول اللہ کسطرح درود پڑھیں آپ پر یعنی نماز میں آپ نے فرمایا کہ یہ کہو (دیکھو متن حدیث) پھر مجھ پر سلام کہو۔

یہ ابراہیم (امام شافعی رح کے شیخ) ابو یحیٰی اسلمی کے بیٹے ہیں امام موصوف ان کی ہر روایت سے احتجاج درست خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ ابراہیم آسمان پر سے گر پڑے تو میں اس کو باور کرلوں گا لیکن اگر یہ کہا جائے کہ وہ جھوٹ بولے تو اس کا کبھی یقین نہ آئے گا۔ البتہ مالک و احمد و یحیی بن سعید قطان

[۱] یہ بھی صحابی ہیں ۱۲

یحییٰ بن معین ونسائی نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے یہ حضرات انھیں ضعیف و متروک کہتے ہیں۔ اور کھلم کھلا ان کی تکذیب فرماتے ہیں۔ حافظ ابن عقدہ کا مقولہ ہے کہ میں ابراہیم بن یحییٰ کی حدیث میں بہت غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ ان لوگوں میں نہیں ہیں جن کی حدیث سے انکار کیا جائے۔ ابو احمد ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ درحقیقت ایسے ہی ہیں جیسا کہ ابن عقدہ نے ان کی نسبت کہا ہے۔ میں نے بھی ان کے روایات کی بہت کچھ جانچ پرتال کی مگر کوئی حدیث منکر نہ ملی لیکن ایسے شیوخ سے جو خود مجہول وضعیف تھے اگر کسی حدیث میں کچھ ضعف پایا گیا ہے تو وہ ان کے اُستاد کی وجہ سے نہ کہ ان کی طرف[1] سے۔ محمد بن سعید اصبہانی نے بھی امام شافعیؒ کے ساتھ ان کی توثیق کی ہے۔

چوتھی حدیث بروایت عشاوی۔

حدثنا محمد بن موسیٰ عن الاصمعی حدثنی محمد بن مروان السدی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری وکل اللہ بہ ملکاً یبلغنی وکفی امر دنیاہ وآخرتہ وکنت لہ یوم القیامۃ شہیداً اوشفیعاً ہ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کا درود مجھ تک پہنچانے کے لیے ایک فرشتے کو متعین فرما دیگا۔ اور اس کا یہ فعل اُس کی دنیاوی واخروی بھلائیوں کے لیے کافی ہوگا اور قیامت کے دن میں اُس کا گواہ یا شفیع ہوں گا (یہ راوی کا شک ہے کہ ان دونوں میں سے واقعی کونسا لفظ تھا)

لیکن یہ محمد بن موسیٰ۔ محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی متروک الحدیث ہیں۔ (سند روایت میں ابن کی نسبت دادا کی جانب ہے)

پانچویں حدیث جسے ترمذی نے بواسطۂ صالح مولیٰ التوأمۃ ابی ہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلساً فلم یذکروا اللہ و لم یصلوا

کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی مجلس میں کوئی گروہ جمع ہوا اور اُس نے خدا کا ذکر نہیں کیا اور

---

[1] یعنی اگر ان کے شیخ ثقہ عادل وضابط ہیں تو ان کی اُن سے روایت صحیح و مقبول ہو ورنہ نہیں لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ حدیث جسے وہ صفوان سے روایت کرتے ہیں اور صفوان تابعی و تبع تابعی ثقہ و عادل ہیں صحیح ہے ۱۲

علیٰ نبیھم صلے اللہ علیہ وسلم الا کان مجلسھم علیھم ترۃ یوم القیامۃ ان شاء عفا عنھم وان شاء اخذ ھم ہ

بھیجر درود نہ پڑھا تو وہ صحبت بیکار و لغو ہے خدائے تعالیٰ کی مرضی ہے کہ قیامت کے دن اُن لوگوں سے چاہے اس لغزش کو معاف فرمائے یا مواخذہ کرے

ترمذی نے اس حدیث کی روایت حدثنا عبد الرحمٰن ابن عدی عن سفیان الثوری عن صالح بن ابی صالح کہکر فرمائی ہے۔ اور دوسرا طریقہ اسی حدیث کی روایت کا ان کے یہاں یہ ہے عن یوسف بن یعقوب ثنا حفص بن عمر ثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعت الاغر ابا مسلم قال اشھد علی ابی سعید وابی ھریرۃ رضی اللہ عنھما انھما شھدا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ اسمٰعیل بن اسحٰق نے کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے حدثنا محمد بن کثیر عن سفیان عن صالح۔ اور ابوداؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں اور

۱۵ ابواب الدعوات ترمذی میں اس حدیث کی سندیوں مرقوم ہے حدثنا محمد بن بشار نا عبد الرحمٰن بن مہدی نا سفیان عن صالح مولی التوأمۃ ۔ دونوں سندوں میں اول تو عبد الرحمٰن کی ولدیت میں اختلاف ہے دوسرے مصنف رح نے عن سفیان ضبط فرمایا ہے اور اس میں حدثنا سفیان ہے ۔ معلوم نہیں کہ یہ کتابت غلط ہے یا اختلاف نسخ پھر کتب رجال میں عبد الرحمٰن بن عدی سفیان کے کسی شاگرد کا پتہ بھی نہیں چلا ۱۲

۱۶ ہندوستان میں جو نسخہ سنن ترمذی کا مروج ہے اُس میں یہ روایت اس طرح ضبط ہے حدثنا محمد بن بشار دنا عبد الرحمٰن بن مہدی نا سفیان عن ابی اسحٰق عن الاغر ابی مسلم انہ شھد علی ابی ھریرۃ وابی مسعود انھما شھدا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من قوم یذکرون اللہ الا حفت بھم الملٰئکۃ وغشتھم الرحمۃ ونزلت السکینۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ ھذا حدیث صحیح حسن (ترجمہ) اغر ابو مسلم سے روایت ہے کہ میں شاہد ہوں ابو ہریرہ و ابو مسعود رضہ کا اس امر میں کہ وہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے شاہد تھے کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو خدا کا ذکر کرتی ہو اور فرشتے اس کو نہ گھیر لیں اور رحمت نہ ڈھانک لے اور اُس پر سکینہ نہ نازل ہو اور خدا اپنے مقربین سے اُس کا ذکر نہ فرمائے ۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے انتہی۔ اس حدیث کا متن اور سند دونوں مصنف رح کے مذکورہ متن و سند سے مختلف ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا باعث بھی اختلاف نسخ ہو ۱۲

۱۷۔ ابوداؤد کی حدیث مع سند کے یہ ہے حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا سھیل بن زکریا عن اسمٰعیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیھا الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان لھم او علیھم حسرۃ ہ بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ

ابن حبان اپنی صحیح میں بسلسلہ روایت سھل بن ابیہ عن ابی ھریرۃ روایت کرتے ہیں ابن حبان کی یہ سند مسلم رح کی شرط کے موافق ہے دوسری روایت ابن حبان کی بتحدیث شعبہ عن الاعمش عن ابیصالح عن ابی ھریرۃ (موقوفاً) یہ ہے۔

مافعد قوم مقعداً لایذکرون اللہ فیہ ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا کان علیھم حسرۃ یوم القیامۃ وان دخلوا الجنۃ للثواب ٥

کوئی قوم (یعنی جماعت) کسی جگہ نہیں بیٹھتی کہ اس نے وہاں بیٹھکر خدائے پاک کا ذکر نہ کیا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا ہو مگر یہ امر قیامت کے دن ان کی حسرت کا باعث ہوگا (پڑھنے والوں کے مراتب دیکھکر) اگرچہ (دوسرے اعمال نیک کی) جزا میں وہ جنت ہی میں کیوں نہ داخل ہوگئے ہوں۔

اس روایت کی سند علی شرط شیخین ہے۔ حاکم نے بروایت ابن ابی ذئیب اس سند سے عن سعید المقبری عن اسحٰق بن عبد اللہ بن الحارث عن ابی ھریرۃ رضہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اس حدیث کا استخراج کرکے سند کی نسبت صحیح علی شرط البخاری کہا ہے۔ لیکن اس دعوے کی صحت میں کلام ہے اس لیے کہ ابراہیم بن حسن بن یزید جو آدم[ؔ۱] بن ایاس سے روایت کرتے ہیں ضعیف

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷) (ترجمہ) کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی گروہ کسی ایسی مجلس سے جس میں خدا کا ذکر نہ کیا گیا ہو نہیں اُٹھتا مگر اس کی مثال ایسی ہے کہ گویا وہ لوگ مُردار گدھے کی لاش پر سے اُٹھے ہیں۔ اور یہ امر ان کے لیے یا ان پر حسرت کا باعث ہوگا۔ انتہی اس کا متن بھی متن منقولہ مصنف رح سے مختلف ہی اس میں صلوٰۃ کا ذکر نہیں ہی اور اسی طرح ابوداؤد کی یہ دوسری حدیث بھی اس ذکر سے خالی ہے۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید نا اللیث عن ابن عجلان عن ابن عجلان عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من قعد مقعداً لم یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ ومن اضطجع مضجعاً لا یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ۔

علہ آدم بن ابی ایاس۔ ابو ذئیب محمد بن عبد الرحمٰن بن المغیرہ بن الحارث کے جن کا ذکر ابتداء مقصد میں ہی شاگرد ہیں چونکہ مصنف رح نے ابو ذئیب کے بعد کے رواۃ کا سلسلہ حذف کر دیا ہی اس لیے ممکن ہے کہ ناظرین کی طبائع میں اس ذکر سے جس کا کتاب میں کہیں پتہ نہیں ہی کچھ الجھن پیدا ہو لہٰذا انھیں اطمینان فرمانا چاہیے کہ یہ نام اصل سلسلہ سند حدیث حاکم رح میں موجود ہیں اسی قبیل سے شعبہ والی روایت میں ابو اسحٰق فزاری کا تعلق ملحوظ نظر رہے ان کا نام ابراہیم بن محمد بن الحارث ہی ۱۲

متکلم فیہ ہیں۔ اور یہ روایت ابو اسحٰق فزاری کی روایت کے خلاف ہے جسے انہوں نے اعمش و ابی صالح کے واسطے سے موقوفاً روایت کیا ہے (یعنی ابن حبان کی روایت ثانی) شعبہ صالح مولی التوءمہ سے خود بھی روایت نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی مانع ہوتے تھے۔ مالک بھی ان کو ثقہ نہیں کہتے تھے بلکہ شعبہ کی طرح دوسروں کو ان کے واسطے سے روایت حدیث کے مانع تھے یحییٰ نے ان کی نسبت کہا ہے کہ وہ حدیث میں قوی نہیں ہیں پھر ان ہی یحییٰ نے ایک جگہ انہیں غیر ثقہ اور دوسری جگہ ثقہ کہا ہے سعدی کہتے ہیں وہ سٹھر گئے تھے نسائی نے کہا ہے ضعیف ہیں (مصنف) میں کہتا ہوں کہ صالح کے بارے میں حفاظ حدیث کے تین قول ہیں جن میں سب سے بہتر یہ قول ہے کہ فی نفسہ وہ ثقہ ہیں لیکن آخر عمر میں سٹھو گئے تھے جس نے ان سے پہلے زمانہ میں حدیث سُنی ہے اس کا سماع ٹھیک ہے اور جس نے آخر عمر میں سماع کیا ہے، وہ گڑبڑ ہے ابن ابی ذیب و ابن جریج و زیاد و ابن سعد اسی جماعت میں سے ہیں جسے ان سے پہلے زمانہ میں سماع حاصل ہوا تھا۔ اور مالک و ثوری کا سماع اختلاط جو اس کے بعد ہے امام احمد رحمہ اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ جس نے ان سے پہلے زمانہ میں حدیث سُنی ہے اس کی روایت میں مجھے کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو سلیمان بن بلال رض نے بھی سہیل سے اُنھوں نے اپنے باپ سے ان کے باپ نے ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے لیکن اس روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا ذکر نہیں ہے روایت سلیمان کی متابعت ابن ابی اویس نے بھی اس سند سے عن عبد العزیز ابن ابی حازم عن سہیل کی ہے۔

چھٹی حدیث - قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کی روایت سے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں۔

حدثنا سلیمان بن حرب ثنا سعید بن زید عن لیث عن کعب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا علیّ فان صلوٰتکم علیّ زکوٰۃ لکم قال واسئلوا اللہ لی الوسیلۃ قال فاما حدثنا واما سئلنا قال الوسیلۃ اعلی درجۃ فی الجنۃ لاینالھا الا رجل وارجوان اکون انا ذلک الرجل ٥

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمھارا مجھ پر درود پڑھنا تمھاری پاکیزگی اعمال کا باعث ہے اور فرمایا کہ مجھے وسیلہ حاصل ہونے کی خدائے پاک سے دعا کیا کرو (اس کے بعد راوی حدیث کو یاد نہیں رہا کہ ابو ہریرہ رض نے اپنا پوچھنا بیان کیا تھا یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد

فرمایا) کہ وسیلہ جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے
جو ایک انسان کے لیے مخصوص ہے اور مجھے امید ہے
کہ وہ انسان میں ہی ہونگا۔

اسی حدیث کو قاضی اسمٰعیل موصوف نے اس طریقہ سے بھی روایت کیا ہے۔ حدثنا محمد بن ابی بکر ثنا معتمر عن لیث اس کے بعد وہی اوپر والی سند کا سلسلہ ہے۔

ساتویں حدیث جسے کتاب الصلوٰۃ میں ان ہی قاضی اسمٰعیل نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا عمرو بن ھارون عن موسیٰ بن عبیدۃ عن محمد بن ثابت عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوا علی انبیاء اللہ ورسلہ فان اللہ بعثھم کما بعثنی صلوات اللہ وسلامہ علیھم۔

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ انبیاء اللہ ومرسلین پر درود پڑھا کرو کیونکہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اسی طرح انھیں بھی مبعوث فرمایا تھا۔ ان سب پر خدا کا درود وسلام ہو۔

(مصنف) میں کہتا ہوں کہ یہ سعید بن زید (جن سے پہلی روایت ہے) حمّاد بن زید کے بھائی ہیں یحییٰ بن سعید نے قطعی ان کی تضعیف کی ہے سعدی کہتے ہیں کہ لوگ ان کی حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں اور وہ حجت نہیں ہیں نسائیؒ نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہیں۔ لیکن امام مسلم رح نے ان سے روایت کی ہے اور امام احمد رح بھی ان کے بارے میں خوش اعتقاد تھے ان کا قول ہے کہ ان سے روایت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یحییٰ بن معینؒ و امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ کہا ہے رہے عمرو بن ہارون و موسیٰ بن عبیدہ و محمد بن ثابت (دوسری حدیث کے راوی) یہ اگرچہ حجت و قابل اعتماد نہیں ہیں لیکن حدیث کے دوسرے شواہد موجود ہونے کی وجہ سے اس میں بھی استشہاد کی قابلیت ہے۔

آٹھویں حدیث اس حدیث کو ترمذی نے سنن کی کتاب الصلوٰۃ میں دورقی سے روایت کیا ہے۔

ثنا ربعی بن ابراھیم عن عبد الرحمٰن بن اسحٰق عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک پڑے اُس شخص پر جس کے سامنے میرا ذکر آجائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے

صلے اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی و رغم انف رجل دخل علیہ رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر لہ و رغم انف رجل ادرک عندہ ابواہ الکبر فلم ید خلاہ الجنۃ ۔	اور خاک پڑے ایسے آدمی پر کہ رمضان کا مہینا آکر گذر جائے اور اُس کے گناہ معاف نہ کیے جائیں اور خاک پڑے اُس پر کہ جس کے نزدیک رہکر اس کے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں اور وہ اُس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی ان کی رضامندی حاصل نہ کر سکے)

ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث اس سند کے لحاظ سے حسن غریب ہے اور اس باب میں جابر و انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں ہیں۔ ربعی بن ابراہیم۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کے بھائی اور ثقہ ہیں ان کی کنیت ابن العلیۃ ہے۔ بعض اہل علم سے روایت کی جاتی ہے کہ کسی مجلس میں انسان ایک مرتبہ درود پڑھ لے تو اس کے لیے کافی ہے حاکم نے مستدرک میں یہ روایت ضبط کی ہے۔ دوسرے راوی اس حدیث کے (ابن اسحٰق) وہ شخص ہیں کہ جن سے مسلمؒ نے احتجاج کیا ہے امام احمدؒ ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ان میں کلام بھی کیا ہے۔ ابوداؤد بھی ان کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں مگر یہ لکھتے ہیں کہ وہ قدری تھے۔ اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی نے یہ حدیث اس سند و متن سے روایت کی ہے ثنا ابو ثابت ثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن کثیر بن زید عن الولید ابن رباح عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رقی المنبر فقال آمین آمین آمین فقیل یا رسول اللہ ما کنت تصنع ھذا فقال قال لی جبرئیل رغم انف رجل دخل علیہ رمضان و لم یغفر لہ فقلت آمین ثم قال رغم انف عبد ادرک ابویہ او احدھما الکبر و لم ید خل الجنۃ فقلت آمین ثم قال رغم انف عبد ذکرت عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین ہ (ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو کعب کی حدیث میں لکھا جا چکا ہے) کثیر بن زید کی توثیق ابن حبان نے کی ہے ابو زرعہ نے انھیں صدوق کہا ہے اگرچہ ان میں کچھ کلام بھی کیا جاتا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں بواسطہ محمد بن عمرو کہ وہ ابوسلمہ سے اور ابوسلمہ رح ابوہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ مگر اس میں فلم یصل کے بعد فمات فدخل النار فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین کے الفاظ ہیں۔ ان محمد بن عمرو سے بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے متابعات میں استخراج حدیث کیا ہے اور ابن معین ان کی توثیق کرتے ہیں ترمذی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔
نویں حدیث اس کو مسلم رح نے صحیح میں حدیث علاء بن عبد الرحمٰن سے کہ وہ اپنے باپ سے

اوران کے باپ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ضبط کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلے علیّ واحدۃ صلے اللہ علیہ عشرًا ہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا خدا اُس پر دس بار درود پڑھے گا۔

اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے ترمذی اس کو حسن صحیح کہتے ہیں اس حدیث کی بعض روایات میں علیّ واحدۃ صلے اللہ علیہ عشرًا کی جگہ علیّ مرۃ کتب لہ بھا عشر حسنات کے الفاظ ہیں چنانچہ ابن حبان نے یہی جملہ روایت کیا ہے۔

دسویں حدیث جسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ثنا محمد بن بشار ثنا ابوبکر الحنفی ثنا الضحاک بن عثمان ثنا سعید المقبری عن ابی ہریرۃ رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیسلّم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولیقل = اللھم افتح لی ابواب رحمتك = فاذا اخرج فلیسلّم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولیقل اللّٰھم اجرنی من الشیطان ہ

روایت ہے ابوہریرہ رضی سے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو آپ پر سلام پڑھکر اللھم افتح لی ابواب رحمتك کہے اور نکلتے وقت بھی سلام پڑھے اور اللّٰھم اجرنی من الشیطان کہے یہ دونوں دعائیں ہیں جن کے معنی علی الترتیب یہ ہیں۔ اے اللہ مجھپر اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔ اور اے اللہ مجھے شیطان سے محفوظ رکھ)

ابن حبان نے بھی یہ حدیث اپنی صحیح میں بسند عن عبد اللہ بن محمد عن اسحاق بن ابراھیم عن ابی بکر الحنفی روایت کی ہے۔

گیارھویں حدیث بروایت حسین بن احمد بن ابراہیم بن نفیل صاحب الجزء المعروف۔

عن مسلم بن عمرو ثنا عبید اللہ بن نافع عن ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال لا تجعلوا بیوتکم قبورًا ولا تجعلوا قبری عیدًا وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث ما کنتم ہ

ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو تم قبرستان نہ بناؤ (گھروں میں مُردے دفن نہ کرو) اور میری قبر پہ میلہ نہ لگانا۔ البتہ مجھپر درود پڑھو اس لیے کہ تمھارا درود پڑھنا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھے پہنچ جائیگا۔

بارھویں حدیث بروایت مسلم بن ابراہیم جسے قاضی ابوسعید نے کتاب فوائد میں ضبط کیا ہے۔

حدثنا عبد السلام بن عجلان ثنا ابو عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان للّٰہ سیارۃ من الملٰئکۃ اذا مروا بحلق الذکر قال بعضھم لبعض اقعدوا فاذا دعی القوم امنوا علی دعائھم فاذا صلوا علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوا معھم حتی یفرغوا ثم یقول بعضھم لبعض طوبٰی لھٰؤلاء یرجعون مغفورًا لھم ۔

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے فرشتوں میں سے بعض ایسے ہیں جو چلتے پھرتے رہتے ہیں جب یہ کسی ایسے مجمع پر گزرتے ہیں جس میں خدا کا ذکر کیا جاتا ہو تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہاں ٹھیرو پس جب جلسہ والے کوئی دعا مانگتے ہیں تو یہ آمین کہتے ہیں اور جب وہ درود پڑھتے ہیں تو یہ بھی درود پڑھنے میں ان کے شریک ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جب جلسے والے اپنے مشغلہ سے فارغ ہو جائیں تو یہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے خوش قسمت ہیں جو اپنے گھروں کو ایسی حالت میں واپس جائیں گے کہ اُن کے گناہ بخشدئے گئے ہونگے ۔

تیرھویں حدیث جسے امام احمدرح اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے یہ حدیث یہاں بروایت مسند امام احمد لکھی جاتی ہے ۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن یزید ثنا حیوٰۃ ثنا ابوصخر ان یزید بن عبد اللّٰہ بن قسیط اخبرہ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یسلم علیّ الا رد اللّٰہ روحی حتی ارد الیہ السلام ۔

روایت ہے ابوہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان (یا) کوئی انسان مجھپر سلام عرض کرتا ہے تو جواب سلام دینے کے لیے میری روح کو جسم کی جانب پھیر دیا جاتا ہے۔ ۴/۱

ابوصخر کا نام حمید بن زیاد ہے ابوداؤد کی روایت میں عبد اللہ بن یزید کے بعد محمد بن عوف کا ایک واسطہ اور ہے انھوں نے اس سند کی تصحیح فرمائی ہے ۔ لیکن میں نے جو اپنے شیخ سے یزید بن عبد اللہ کو ابوہریرہ رض سے سماع حاصل ہونے کی نسبت دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یزید کی ان سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور وہ ضعیف بھی ہیں لہٰذا ابوداؤد کی تصحیح محل نظر ہے ۔

چودھویں حدیث بروایت ابوالشیخ جسے انھوں نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم

ہیں ضبط کیا ہے۔

حد ثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج ثنا الحسین بن الصباح ثنا ابومعاویۃ حد ثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علی عند قبری سمعتہ ومن صلے علی من بعید اعلمتہ ہ

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی انسان مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں سنتا ہوں اور جب دور سے پڑھتا ہے تو مجھے بتا دیا جاتا ہے۔

لیکن یہ حدیث قطعی غریب ہی۔

پندرھویں حدیث جسے ابونعیم نے طبرانی سے روایت کیا ہے۔

حد ثنا عبید اللہ بن محمد العمری ثنا ابومصعب ثنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یسلم علی فی شرق ولا فی غرب الا انا وملئکۃ ربی یرد علیہ السلام فقال قائل یا رسول اللہ ما بال اھل المدینۃ قال وما یقال لکریم فی جیرتہ وجیرانہ انہ مما امر بہ من حفظ الجوار وحفظ الجیران ہ

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کوئی مسلمان خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں جب مجھ پر سلام پیش کریگا تو میں اور میرے رب کے فرشتے سلام سے اس کو جواب دینگے ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (یہ تو دور والوں کی بابت ہے) خاص مدینے والوں کا اس باب میں کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ کسی کریم سے اس کے محلّے اور محلّے والوں کے متعلق کیا امید ہوا کرتی ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ جس کی رعایت وحفظ جانب کا حکم دیا گیا ہے۔

حافظ محمد بن عثمان نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع عمری کی گڑھنت ہے اور فی الحقیقت یہی بات ہے بھی اس لیے کہ سلسلہ سند نہایت مخدوش ہے جو کسی طرح حدیث کا محمل نہیں۔

بریدۃ ابن الحصیب کی حدیث جسے حسن بن شاذان نے روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن اسحق الخراسانی ثنا الحسن بن مکرم ثنا یزید بن ھارون ثنا اسمٰعیل ابن ابی خالد عن ابی داؤد عن بریدۃ قال قلنا یا رسول اللہ قد علمنا السلام

بریدہ رض سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر سلام عرض کرنے کی صورت تو ہمیں معلوم ہے لیکن صلوۃ کا کیا طریقہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہو۔

(دیکھو متن حدیث)

علیك فكيف الصلوٰة قال قولوا : اللّٰهم
اجعل صلواتك ورحمتك على محمد وعلى آل
محمد كما جعلتها على ابراهيم انك حميد مجيد۔

ان ابوداؤد کا نام نُفیع بن الحارث الاعمیٰ ہے اگرچہ یہ متروک ومطرح الحدیث ہیں لیکن پچھلی احادیث پر اعتماد کرکے ان کی یہ حدیث بطور شواہد پیش کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ خود حجت مستقل نہیں ہوسکتی۔

سہل بن سعد الساعدیؓ کی حدیث

جسے طبرانی نے معجم میں روایت کیا ہے۔

عن عبدالرحمٰن بن معاویة العتبی ثنا عبید اللہ بن محمد بن المنکدر ثنا ابن ابی فدیك عن ابن عباسؓ بن سہل عن ابیه عن جده سہل بن سعدؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا صلوٰة لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیه ولا صلوٰة لمن لم یصل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ولا صلوٰة لمن لم یحب الانصار۔

سہل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بے وضو کے نماز پڑھے اُس کی نماز ادا نہیں ہوتی اور جو بغیر بسم اللہ کہے وضو کرے اُس کا وضو نہیں ہوتا۔ اور جو نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز بھی نہیں ہوتی اور جو انصار کو دوست نہ رکھے اس کی نماز بھی نہیں ہوتی۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کو عبدالمہیمن بن عباس سے کہ وہ اُبیّ بن عباس (معروف بہ ابن عباس) کے بھائی ہیں روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں ابن عباس بن سہل کا لفظ ہے۔ اُبیّ بن عباس سے بخاری رح نے اپنی صحیح میں استناد کیا ہے اگرچہ احمدؒ و یحییٰ بن معین وغیرہ ان کی تضعیف کرتے ہیں۔ اور عبدالمہیمن کے متروک ومطروح الحدیث ہونے پر جملہ حفاظ علم حدیث کا اتفاق ہو۔ پس برطبق صحت سند ابن ماجہ کے اگر عبدالمہیمن نے یہ حدیث اپنے بھائی کی روایات سے بطور سرقہ حاصل کرکے روایت کی ہے تب تو نفس حدیث میں کوئی نقصان نہیں اور وہ حسن کا درجہ رکھتی ہے اور جو درحقیقت عبدالمہیمن ہی کی روایت ہے اور ابن فدیک یا دوسرے رواۃ نے اس کو اُبیّ کی جانب جیسا کہ طبرانی کی سند سے ظاہر ہے غلطی سے منسوب کیا ہے تو یہ اس روایت میں بہت بڑی علت ہے۔ قرین صواب بھی یہی امر ہے کہ رواۃ طبرانی میں سے کسی نے غلطی کی ہے اس لئے کہ یہ حدیث عبدالمہیمن ہی کی روایت سے مشہور ہے۔

دوسری حدیث طبرانی ہی کی روایت سے بطریق عبد اللہ بن محمد البغوی۔

ثنا محمد بن حبیب ثنا ابن ابی حازم عن ابیہ عن سھل بن سعد قال خرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاذا انا بابی طلحۃ فقام الیہ فتلقاہ فقال بابی انت وامی یارسول اللہ انی لاری السرور فی وجھک قال اجل انہ آتانی جبرئیل آنفا فقال یا محمد من صلے علیک مرۃ او قال واحدۃ کتب اللہ لہ بھا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سئیات ورفع لہ بھا عشر درجات ہ

سہل بن سعد رض سے روایت ہے کہ (ایک روز) حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اس موقع پر میں اور ابو طلحہ دونوں موجود تھے ابو طلحہ نے آگے بڑھکر آپ کو لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آج چہرہ مبارک پر مجھے کچھ خوشی کے آثار معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں بیشک (بات یہ ہے) کہ ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ اے محمد جس نے آپ پر ایک بار درود شریف پڑھا خدائے تعالی اس کی بدولت (اس کے نامۂ اعمال میں) دس نیکیاں ثبت فرمائیگا۔ اور دس گناہ اس کے محو فرمائیگا اور دس درجے بڑھادیگا۔

ابن حبیب راوی حدیث نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ شیخ نے صلت علیہ الملئکۃ عشر مرات بھی کہا تھا یا نہیں۔ اس حدیث کا بجائے مسند ابی طلحہ کے مسند سہل میں ضبط کرنا زیادہ مناسب تھا (غالباً طبرانی رح نے یہ حدیث مسند ابو طلحہؓ میں روایت کی ہے مصنف رح اس کی نسبت اس بنا پر کہ راوی حدیث سہل رض ہیں نہ کہ ابو طلحہ رض اپنا یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ مسند سہلؓ میں اس کا انضباط مطابق واقعہ ہے۔ مترجم)

ابن مسعود رض کی حدیث } جسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

حدثنا اللیث بن سعد عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ھلال عن یحیی بن السباق عن رجل من آل الحارث عن ابن مسعود عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا تشھد احدکم فی الصلوۃ فلیقل

ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں تشہد ادا کر چکے تو (درود) یوں پڑھے

(دیکھو متن حدیث)

اللّٰھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت
وبارکت و ترحمت علی ابراھیم و آل ابراھیم
انک حمید مجید ٥

بیہقی نے یہ حدیث اسی طرح پر سنن میں روایت کی ہے۔ لیکن حاکم کی تصحیح میں البتہ کلام ہے اس لیے کہ یحییٰ بن السباق اور ان کے استاد دونوں غیر معروف اشخاص ہیں جن کی جرح و تعدیل کچھ نہیں کی گئی ہے ہاں صرف حاتم بن حبان نے کتاب الثقات میں یحییٰ بن السباق کا ذکر کیا ہے۔

دوسری حدیث بروایت دارقطنی۔

حد ثنا عبد الوھاب بن مجاھد حدثنی مجاھد حدثنی ابن ابی لیلی او ابو معمر قال علمنی ابن مسعود التشھد وقال علمنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما کان یعلمنا السورۃ من القرآن = التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اللھم صل علی محمد وعلی اھل بیت محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم صل علینا معھم اللّٰھم بارک علی محمد وعلی اھل بیتہ کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم بارک علینا معھم صلوات اللہ وصلوات المومنین علی محمد النبی الامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ٥

عبد الوہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ یا ابو معمر نے یہ حدیث بیان کی کہ ابن مسعودؓ نے مجھے تشہد سکھا کر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تشہد اس طرح سکھایا ہے جس طرح آپ ہم کو قرآن پاک کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔
(دیکھو متن حدیث)

اس حدیث کے بعد مجاہد کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب انسان تشہد پڑھنے میں علی عباد اللہ الصالحین کا جملہ ادا کرتا ہے تو وہ سب آسمان وزمین کے رہنے والوں پر سلام ادا کر دیتا ہے۔ اس حدیث میں یہ علت ہے کہ عبد الوہاب بن مجاہد اس کے راوی ضعیف ہیں جن کی تضعیف یحیٰی بن معین ودارقطنی وغیرہ نے کی ہے حاکم نے ان کی نسبت کہا ہے کہ یہ حدیث گڑھ کر اپنے باپ کے نام سے روایت کردیا کرتے تھے اس کے سوا ایک اور علت بھی ہے وہ یہ کہ محفوظ وصحیح طریقہ پر ابن مسعود رض سے تشہد کا کلمہ شہادت پر ختم کردینا ثابت ہے اس کے بعد موقوفاً یا مرفوعاً یہ جملہ ان سے حدیث میں روایت کیا جاتا ہے فاذا قلت هذا فقد تمت صلوٰتك فان شئت ان تقعد فاقعد۔

(ترجمہ) جب تو نے تشہد کلمہ شہادت تک پڑھ لیا تو تیری نماز پوری ہوگئی اس کے بعد اگر اُٹھنا چاہے تو اُٹھ کھڑا ہو اور بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہ) اس جملہ کا موقوف ہونا زیادہ ترین صواب وصحیح ہے (جیسا کہ آئندہ بحث سے ثابت ہو جائیگا)

تیسری حدیث بروایت محمد بن مروان مروزی۔

ثنا عبد اللہ بن خبیق ثنا یوسف بن اسباط عن سفیان الثوری عن رجل عن ذرعن عبد اللہ رض بن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یصل علی فلا دین لہٗ۔

عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھپر درود نہ پڑھے وہ مسلمان نہیں ہے۔

چوتھی حدیث جسے ترمذی نے اپنی جامع (سنن) میں روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدثنا موسیٰ بن یعقوب الزمعی عن عبد اللہ ابن کیسان عن عبد اللہ بن شداد عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیٰمۃ اکثرھم علی صلوۃً۔

ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن مجھ سے وہ لوگ زیادہ نزدیک ہونگے جو مجھپر زیادہ درود پڑھتے ہیں۔

ابو حاتم بن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو بواسطہ خالد بن مخلد کہ وہ موسیٰ بن یعقوب سے دونوں جگہ عن کہکر روایت کرتے ہیں روایت کرکے عن عبد اللہ بن شداد کے بعد عن ابیہ عن

ابن مسعودرضؓ ضبط کیا ہے بغوی نے بھی اپنی روایت میں جو بواسطۂ ابی بکر بن ابی شیبہ ان کو خالد بن مخلد و موسیٰ بن یعقوب سے پہنچی ہے عن عبد اللہ بن شداد عن ابیہ عن ابن مسعودرضؓ ہی کہا ہے لیکن بجائے عن ان کے یہاں خالد و موسیٰ کے ناموں کے ساتھ لفظ حدثنا ہے۔ البتہ بزار و ترمذی کی روایت میں عن ابیہ نہیں ہے۔ [۱]

پانچویں حدیث بروایت ابن ماجہ (سنن)

حدثنا المسعودی عن عون بن عبد اللہ عن ابن فاختہ عن الاسود بن یزید عن عبد اللہ بن یزید عن عبد اللہ بن مسعودرضؓ قال اذا صلیتم علی رسول اللہ فاحسنوا الصلوٰۃ علیہ فانکم لا تدرون لعل ذلک یعرض علیہ قال فقالوا لہ فعلمنا قال قولوا:

اللّٰھم اجعل صلوٰتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ اللّٰھم ابعثہ مقاماً محموداً یغبط بہ الاولون والآخرون اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید٥

اسود بن یزید روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودرضؓ نے لوگوں سے کہا کہ جب تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھے الفاظ میں پڑھو غالباً تم اس سے واقف نہیں ہو کہ تمھارا درود پڑھنا آپ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیں سکھا دیجیے کس طرح پڑھنا چاہیے انھوں نے کہا یوں کہو۔

(دیکھو متن حدیث)

چھٹی حدیث بروایت نسائی (سنن)

حدثنا سفیان عن عبد اللہ بن السائب

عبد اللہ بن مسعودرضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[۱] شداد تابعی ہیں جن سے اصحاب ستہ نے روایت کی ہے ان کو اپنے باپ سے بھی روایت حدیث حاصل ہے اور صحابہ کرام سے بھی اس لیے ان کی روایت خواہ باپ سے ہو یا کسی صحابی رضؓ سے قابل قبول ہے ۱۲

عن زاذان عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ملٰئکتہ سیاحین یبلغون عن امتی السلام ٥

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا کے بعض فرشتے سیاح ہیں جو میری امت کا سلام پہنچائیں گے۔ (یعنی آپ کو)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ابوحاتم ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں بسند ابی یعلیٰ عن ابی خیثمۃ عن وکیع عن سفیان اسے روایت کیا ہے۔

فضالہ بن عبیدؓ کی حدیث

بروایت امام احمد رضی اللہ عنہ (مسند)

حدثنا ابو عبد الرحمٰن المقری قال ثنا حیوٰۃ بن شریح قال اخبرنی حمید بن ھانی ان ابا علی عمرو بن مالك الجنبی حدثہ انہ سمع فضالۃ بن عبید صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلاً یدعو فی صلوٰتہ لم یحمد اللہ و لم یصل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عجل ھذا ثم دعاہ فقال لہ او لغیرہ اذا صلے احدکم فلیبدأ بتحمید ربہ والثناء علیہ ثم یصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یدعو بعد بما شاء ٥

ابوعلی عمرو بن مالک الجنبی کہتے ہیں کہ میں نے فضالہ بن عبید صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ایک شخص کو نماز میں بغیر خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا اور آپ پر درود پڑھنے کے دعا مانگتے ہوئے سُن کر آپ نے فرمایا کہ اس نے عجلت کی پھر اس کو بُلایا اور یا تو اسی سے یا دوسروں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اُسے چاہیے کہ خدا کی حمد وثنا سے شروع کرکے آپ پر درود پڑھے اس کے بعد جو چاہے وہ دعا مانگے۔

اس حدیث کو امام احمدرح وابوداؤدرح نے روایت کیا ہے یہ الفاظ اُسی روایت کے ہیں اور ترمذی اس کو بواسطہ محمود بن غیلان مقری سے روایت کرکے صحیح فرماتے ہیں نسائی کی سند میں حیوٰۃ تک عن محمد بن سلمۃ عن ابن وھب دو واسطہ ہیں ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سند سے روایت کیا ہے عن احمد بن عبد الرحمٰن بن وھب عن عمہ عن ابی ھانی[عله]۔ ابو عبد اللہ مقری کہتے ہیں کہ یہ

عله ابوہانی حمید بن ہانی کی کنیت ہے جن کا ذکر مسند حدیث میں اوپر آگیا ہے ۱۲ منه غالباً یہاں غلط واقع ہوا ہے (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳)

گمان ہیں ابن خزیمہ کی اس سند میں سے حیوٰۃ کا نام ساقط ہوگیا ہے۔ دوسری سند یوں ہے عن بکر بن ادریس بن الحجاج بن ہارون المصری عن ابی عبد الرحمٰن ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو بواسطہ محمد بن اسحٰق السراج روایت کیا ہے۔

ابوطلحہ انصاری رضؓ کی حدیث } بروایت امام احمد رحؒ (مسند)

حدثنا شریح ثنا ابو معشر عن اسحٰق بن کعب بن عجزۃ عن ابی طلحۃ الانصاری قال اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب النفس یُری فی وجھہ البشر قالوا یا رسول اللہ اصبحت الیوم طیب النفس یری فی وجھک البشر قال اجل آتانی آت من ربی عز وجل فقال من صلے علیک من امتک صلوٰۃ کتب اللہ بھا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سیئات ورفعہ عشر درجات ورد علیہ مثلہا ٥

ابوطلحہ انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کو نہایت ہشاش بشاش تھے یہاں تک کہ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج تو طبع مبارک کی خوشی کا یہ حال ہے کہ چہرہ مبارک سے اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے (اور اس کا یہ سبب ہے) کہ میرے پاس خدا کے نزدیک سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ جس نے آپ کی اُمت میں سے آپ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی بدولت دس نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائیگا اور اُس کے دس گناہ معاف فرمائیگا اور دس درجات بڑھائیگا اور پھر ویسا ہی اُس پر ردِّ صلوٰۃ فرمائیگا۔ (یعنی انعام والطاف مزید فرمائیگا)

(مسند کی دوسری روایت)

حدثنا ابوکامل ثنا حماد بن سلمۃ عن ثابت عن سلمان مولی حسن بن علی عن عبد اللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والسرور

عبد اللہ بن طلحہ اپنے پدر بزرگوار رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں باہر تشریف لائے کہ چہرۂ مبارک سے خوشی ٹپک رہی تھی صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم لوگ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹) یا تو صرف عبد اللہ مقری ہے یا ابو عبد الرحمٰن المقری اس لیے کہ مقری کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ ترجمہ اصل عبارت کے لحاظ سے کیا گیا ہے ۱۲

يرى في وجهه فقالوا يا رسول الله انا لنرى
السرور في وجهك فقال انه آتاني الملك
فقال يا محمد اما يرضيك ان ربك عز وجل
يقول انه لا يصلي عليك احد من امتك
الا صليت عليه عشرا ولا يسلم عليك
احد من امتك الا سلمت عليه عشرا
قلت بلى ہ

چہرۂ مبارک پر خوشی کا اثر دیکھتے ہیں (اس کی کیا وجہ
ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ ایک فرشتہ
نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کی رضامندی کے لیے کیا
یہ امر کافی نہیں ہے کہ آپ کا پروردگار یہ مژدہ
دیتا ہے کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص ایسا
نہیں ہے کہ جو آپ پر ایک بار درود پڑھے اور
میں اُس پر دس بار انعام واکرام نہ کروں یا آپ پر
ایک بار سلام عرض کرے اور میں دس بار اس پر سلامتی
نازل نہ کروں میں نے کہا ہاں (یہ بشارت مجھے
کیوں نہ خوش کریگی)

نسائی رح نے یہ حدیث ابن مبارک وعفان اپنے دو شیخوں سے جو حماد کے شاگرد ہیں روایت کی
ہے حماد سے اوپر وہی سند والی سند ہے اور ابن حبان اپنی صحیح میں خود حماد سے روایت
کرتے ہیں۔

انس ابن مالک رض کی حدیث } بروایت نسائی رح (سنن) جسے انھوں نے دو طریقہ سے روایت
کیا ہے = پہلا طریقہ =

اخبرنا محمد بن المثنى عن ابي داؤد ثنا ابو سلمة
وهو المغيرة بن مسلم الخراساني عن ابي
اسحق عن انس بن مالك رض ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال من ذكرت عنده
فليصل علي ومن صلى علي مرة صلى الله
عليه عشرا ہ

انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص
کے سامنے میرا ذکر ہو اُس کو مجھ پر درود پڑھنا چاہیے
جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا خدائے تعالیٰ
اُس پر دس بار صلوۃ بھیجیگا۔

دوسری حدیث دوسرے طریقہ سے۔

حدثنا اسحق بن ابراهيم ثنا يحيى بن آدم ثنا
يونس بن ابي اسحق حدثني يزيد بن ابي مريم
عن انس رض انه سمعه يقول قال رسول الله

یزید بن مریم نے کہا ہے کہ میں نے انس رض کو کہتے ہوئے
سنا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا

مَن صَلّیٰ عَلَیَّ صَلوٰۃً واحدۃً صلی اللہ علیہ عشرۃ صلوٰاتٍ ویحط عنہ بھا عشر سیئات و یرفع بھا عشر درجات

خدائے تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے باعث سے اُس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور دس درجے بڑھاتا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد رح نے مسند میں بواسطہ ابونعیم یونس سے روایت کیا ہے اور ابن حبان کی صحیح میں یونس تک اس قدر واسطے ہیں عن الحسن بن الخلیل عن ابی کریب عن محمد بن بشر العبدی عن یونس۔ نسائی اپنی کتاب کبیر میں اس حدیث کو معلول قرار دیکر اُس کی یہ علت ظاہر فرماتے ہیں کہ مخلد بن یزید نے اس کو جو یونس سے روایت کیا ہے ان کی سند میں یزید بن مریم وانس رض کے درمیان ایک واسطہ حسن کا اور ہے اور اس سند میں وہ واسطہ ساقط ہے لیکن درحقیقت یہ علت منافی صحت حدیث نہیں ہے اس لیے کہ حسن (یعنی ابن ابو الحسن بصری) کو تو انس رض سے سماع حدیث حاصل ہے ہی ان یزید بن مریم نے بھی حضرت انس رض سے یہ حدیث سنی ہے چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں حدثنا یونس بن ابی اسحٰق عن یزید بن ابی مریم کے بعد بلفظ سمعت عن انس رض بن مالک اس کو روایت کیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ غالباً یزید نے یہ حدیث پہلے حسن سے سنی ہے اور پھر انس رض سے اور اس کے بعد دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے اس کے علاوہ ایک جگہ وہ کنت اذا ملی الحسن فی محملہ کہکر جس کے معنے کسی امر میں شرکت ومساوات کے ہیں حدثنا انس بن مالک کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں" جو براہ راست ان کے سماع کی کافی دلیل ہے" مگر یہاں اس حدیث میں ایک اور احتمال باقی رہتا ہے (جس کی طرف ان حضرات میں سے کسی نے بھی توجہ نہیں کی ہے) وہ یہ کہ یہ حدیث بعینہ وہی ابوطلحہ رض والی حدیث ہے جو ابھی گزر چکی ہے اور جسے غالباً اس موقع پر انس رض نے مرسلاً روایت کیا ہے کیونکہ قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق اس کو یوں روایت کرتے ہیں ثنا اسمٰعیل بن ادیس حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبید اللہ بن عمر عن ثابت البنانی قال انس بن مالک قال طلحۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرج علیھم یوما یعرفون البشر فی وجھہ فقالوا انا نعرف الآن البشر فی وجھک اس کے بعد وہی ابوطلحہ رض کی حدیث بیان کی ہے۔ (جس کے آخر کے جملے اس حدیث میں روایت کیے گئے ہیں) واللہ اعلم۔

تیسری حدیث جسے ابن الغازی نے روایت کیا ہے۔

حدثنا حکم بن عطیۃ عن ثابت عن انس

انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من صلے علی فی یوم الف مرۃ لم یمت حتی
یری مقعدہ من الجنۃ ہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھپر دن میں ہزار
بار درود پڑھے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا
ٹھکانا دیکھ لیگا۔

حافظ ابو عبید اللہ مقدسی نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث روایت کرکے
لکھا ہے کہ حکم بن عطیہ کے سوا کسی اور طریقہ سے اس کی روایت نہیں پائی جاتی ہے۔ دارقطنی نے انکی
نسبت کہا ہے کہ انھوں نے ثابت سے غیر قابل وثوق حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام احمد انکو لا باس بہ
تحریر فرماتے ہیں (یعنی ان کی روایت میں کوئی مضایقہ نہیں ہے) مگر یہ کہ ابوداؤد طیالسی نے
ان سے احادیث منکرہ روایت کی ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یحیٰی بن معین سے ان کے ثقہ ہونے
کی روایت کی جاتی ہے۔

چوتھی حدیث بروایت جعفر فریابی۔

حدثنا ابوبکر بن شیبۃ حدثنا الفضل بن
دکین ثنا سلمۃ بن وردان قال سمعت انساً
یقول ارتقے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
المنبر فرقی درجۃ فقال آمین ثم ارتقے
الدرجۃ فقال آمین ثم ارتقی الثالثۃ فقال
آمین ثم استوی فجلس فقال الی نبی اللہ
علی ما امنت فقال آتانی جبرئیل فقال
رغم انف امرء ادرک ابویہ الکبر او احدہما لم یدخلہ الجنۃ فقلت آمین ورغم
انف امرء ادرک رمضان فلم یغفر لہ
قلت آمین قال و رغم انف امرء ذکرت
عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین۔

(تقریباً وہی ترجمہ ہے جو پہلی احادیث کعب بن عجزہ وغیرہ
میں گزر چکا ہے)

ابوبکر شافعیؒ نے اس حدیث کو سلمہ بن وردان نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے عن معاذ ثنا
القعنبی ثنا سلمۃ بن وردان یہ سلمہ تابعی لین الحدیث ہیں جن کے بارے میں حفاظ حدیث نے
کلام کیا ہے تاہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جن کی حدیث بالکل ہی نظر انداز کردی جائے خصوصاً ایسی حالت

ہیں کہ ان کی حدیث کے شواہد دوسرے روات وصحابہ کی احادیث سے موجود ومعروف ہیں۔

پانچویں حدیث بروایت ابویعلیٰ موصلی رح

ثنا شبابة ثنا خلیفة بن خیاط ثنا ذربن حمزة عن مطر الوراق عن قتادة عن انس رض عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال مامن عبدین متحابین یستقبل احدھما الآخر ویصلیا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا لم تیفرقا حتی یغفر لھما ذنوبھما ما تقدم منھا وما تاخرہ

انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو دوست آپس میں ملتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور ان کے جدا ہونے سے پیشتر گزشتہ وآیندہ ان کے گناہ معاف نہ کردیے جائیں۔

چھٹی حدیث بروایت ابن ابی عاصم رح۔

ثنا الحسن بن البزار رحمہ ثنا شبابة ثنا المغیرة بن مسلم عن ابی اسحٰق عن انس رض بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا علیّ فان الصلوٰة علیّ کفارة لکم فمن صلی علی صلے اللہ علیہ ہ

انس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر درود پڑھا کرو اس لیے کہ مجھ پر درود پڑھنا تمھارے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے خدائے تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے

اس حدیث کو ابن شاہین رح نے اس طریقہ سے روایت کیا ہے ثنا محمد بن احمد بن البراء ثنا محمد بن عبد العزیز بن دینوری ثنا قرة بن حبیب القشیری ثنا الحکم بن عطیة عن ثابت عن انس بن مالک رض۔

ساتویں حدیث (حوالہ وسند بیاض ہے لہٰذا جس قدر ہے اس پر اکتفا کی جاتی ہے غالباً اس سے پہلے من صلی علیّ ہوگا)

الف مرة لم یمت حتی یری مقعدہ من الجنة ہ

یہ حدیث دوسرے طریقہ سے آیندہ بیان کی جائے گی (غالباً یہ حدیث یا تو وہی تیسری حدیث یعنی ابن الغازی کی روایت ہے اور یہاں اُس کا اثبات سہواً ہے یا یہ کوئی اور طریقہ تھا جو تحریر ہونے سے رہ گیا۔)

حضرت عمر بن الخطاب رض کی حدیث { بروایت اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی رح

ثنا عبد اللہ

انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

بن مسلمة ثنا سلمة بن وردان قال سمعت
انس رضؓ ابن مالك قال خرج النبی صلے اللہ علیه
يتبرز فلم يجد احدا يتبعه ففزع عمر فاتبعه
بمطهرة يعني اداوة فوجده ساجدا فی
مشربة فتنحی عمر فجلس وراءه حتی رفع رأسه
قال فقال احسنت یا عمر حین وجدتنی
ساجدا فتنحیت عنی ان جبرئیل اتانی فقال
من صلے علیك واحدة صلے اللہ علیه عشرا
ورفعه عشر درجات ه

وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اتفاقاً
اس وقت کوئی دوسرا آدمی موجود نہ تھا جو ساتھ جاتا عمرؓ
یہ دیکھکر گھبرائے اور طہارت کرنے کا ظرف لے کر پیچھے ہوئے
جب قریب پہنچے تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کو ایک گھاٹ کے کنارے سجدے میں پڑا ہوا دیکھکر
ایک طرف ٹھٹک رہے اور پیچھے بیٹھے رہے یہاں
تک کہ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور ان سے
مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ عمر تم نے اچھا کیا جو مجھے سجدے
میں مشغول دیکھکر کنارے ہو رہے اس لیے کہ جبرئیل
میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ جو شخص
آپ پر ایک بار درود پڑھے گا خدائے تعالیٰ اس پر
دس بار صلوٰۃ فرمائیگا اور اس کے دس درجے بلند
کرے گا۔

یہ حدیث محتمل الامرین ہے یعنی مسند انس رضؓ میں بھی ضبط کیجا سکتی ہے اور مسند عمرؓ میں بھی۔ لیکن مسند عمرؓ میں
اس کا انضباط دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے ایک تو یہ کہ سیاق حدیث سے واضح ہے کہ اس واقعہ
کے وقت حضرت انس رضؓ موجود نہ تھے دوسرے یہ کہ اسی حدیث کو دوسرے طریقہ سے روایت کرنے
میں اُن ہی قاضی اسمٰعیل نے عن عمرؓ بن الخطاب کہا ہے چنانچہ وہ طریقہ یہ ہے حدثنا یعقوب بن حمید
حدثنی انس بن عیاض عن سلمة بن وردان حدثنی مالك بن اوس بن الحدثان عن عمر
بن الخطاب (اس کے بعد حدیث کا وہی متن ہے جو پہلے مذکور ہوا صرف اس قدر فرق ہے کہ
اُس میں حکایت بصیغۂ غائب ہے اور اس میں بصیغۂ متکلم) اس دوسری سند کی وجہ سے حدیث
اول کی سند میں یہ شبہہ پیدا ہو سکتا ہے کہ وہاں سلمہ اپنا سماع انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں
(جس سے ان کا تابعی ہونا متصور ہے) اور یہاں ان کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان

ف۱ غالباً اس لیے کہ جبرئیل کو ان کی ہیئت پر دیکھنا سوائے انبیا کے دوسروں کے لیے فقدان بصر کا باعث ہے جس کی تصریح
دوسری جگہ آگئی ہے یا اس بنا پر کہ محل صحبت نہیں ۱۲

مالک بن اوس کا واسطہ ہے (جو تبع تابعی ہونے کی دلیل ہے اور جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ پہلی سند میں ایک واسطہ ساقط ہو گیا ہے) لیکن درحقیقت یہ شبہہ لاشی محض ہے ممکن ہے کہ انھوں نے دونوں سے حدیث سُنی ہو۔ چنانچہ اس خیال کی تائید یوں ہوتی ہے کہ ابو بکر اسمٰعیلی نے مسند عمرؓ میں اس حدیث کو دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے بلکہ دوسرے طریقہ میں سلمہ کا مالک اور انسؓ سے حدیث سُننا ایک ہی جگہ بیان کیا ہے۔ پہلے طریقہ کا سلسلہ یہ ہے حدثنی عبد الرحمن بن المومن انا ابو موسی الغزدی حدثنی ابوضمرة عن سلمة بن وردان قال سمعت انس بن مالکؓ یقول خرج۔الخ۔ اور دوسرا طریقہ اس طرح پر ہے۔ حدثنا عمران بن موسی ثنا ابن کاسب ثنا انس بن عیاض عن سلمة ابن وردان حدثنی مالك بن اوس بن الحدثان عن عمرؓ وحدثنی انس بنؓ مالك۔ پھر ایک تیسری سند سے بھی یہی حدیث اسی صراحت کے ساتھ روایت کی ہے جو یہ ہے حدثنا الفضل بن دکین ثنا سلمة بن وردان سمعت انس بن مالك و مالك بن اوس بن الحدثان۔

دوسری حدیث بروایت ابن شاہین رح

حدثنی العباس بن العباس بن المغیرة ثنا عبید الله بن ربیعة قال سمعت عبد الله بن شریك عن عاصم بن عبید الله بن عاصم بن عبد الله عن عامر بن ربیعة عن عمر بن الخطاب عن النبی صلے الله علیه وسلم انه قال من صلی علی صلوٰة صلے الله بها عشرًا فلیقلل عبدٌ بعد علی من الصلوٰة اولیکثر ہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے خدائے تعالیٰ اُس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد بندے خواہ مجھ پر کم درود پڑھیں یا زیادہ (جو امر اپنے لیے مناسب سمجھیں اور ان کے ایمان و حب کا جو تقاضا ہو۔)

تیسری حدیث جسے ترمذی رح نے نضر بن شمیل کی حدیث سے اپنی جامع میں موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدثنا النضر بن شمیل عن ابی قرة الاسدی عن سعید بن المسیب عن عمرؓ قال ان الدعا موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شیٌٔ حتی تصلی علی نبیك صلے الله علیه وسلم ہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر دعا آسمان و زمین کے درمیان معلّق رہتی ہے جبتک تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو اوپر نہیں چڑھتی۔

اسمٰعیلی نے بھی یہ حدیث بواسطۂ نضر مسند عمرؓ میں موقوفاً روایت کی ہے مگر وہ اس کے مقابلے میں زیادہ مفصل ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اخبرنی الحسن ثنا محمد بن قدامة واسحٰق بن ابراهیم قال اخبرنا النضر عن ابی قرة سمعت سعید بن المسیب یقول قال عمر بن الخطاب رضؓ ما من امرء مسلم یاتی فضلاً من الارض فلیصلی به الضحی رکعتین ثم یقول اللّٰهم اصبحت عبدك علی عهدك ووعدك خلقتنی ولم اك شیئا استغفرك لذنبی فانی قد ارهقتنی ذنوبی واحاطت بی الا ان تغفرها فاغفرلی یارحمٰن = الا غفر له فی ذلك المقعد ذنبه وان کان مثل زبد البحر وقال عمر بن الخطاب ذکرلی ان الدعاء یکون بین السماء والارض لا یصعد منه شیٔ حتی اصلی علی نبیك صلی الله علیه وسلم ۔

سعید بن المسیب رحؒ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضؓ نے فرمایا ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان زمین کے کسی میدان (جنگل) میں جاکر چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے اور خدائے تعالیٰ اس کے گناہ اگرچہ دریا کے جھاگوں کے مانند (بہت سے) ہوں اسی نشست میں نہ بخش دے۔ راوی کہتے ہیں عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جبتک اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو ایک ذرہ اوپر نہیں چڑھتی۔

اسمٰعیلی نے اس کے بعد عمرؓ کی یہ حدیث ذکرلی ان الاعمال تباهی فیقول الصدقة انا افضلکن (اور) ما من امرء مسلم یتصدق بزوجین من ماله الا ابتدرته حجبة الجنة (مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ اعمال آپسمیں بڑائی کرتے ہیں اور صدقہ کہتا ہے میں تم سے زیادہ افضل ہوں (اور) کوئی مسلمان اپنے مال میں سے ایک جنس کی دو چیزیں صدقہ نہیں کرتا کہ حجاب جنت اس کے لئے جانے میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرتے ہوں) بیان کرکے کہا ہے کہ پہلی حدیث نماز چاشت والی اور یہ حدیث (روایتاً) دونوں موقوف ہیں باقی حالات (یعنی احتمالات) دونوں میں یکساں ہیں (مصنف) میں کہتا ہوں کہ اس اشارے سے اسمٰعیلی کی یہ غرض ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں رفع[له] اور وقف کا احتمال

له اصول حدیث میں مقرر ہے کہ اعمال وجزا وسزا و مغیبات کے متعلق صحابی کا کوئی قول حکماً مرفوع نہیں ہے اس لیے کہ صحابی کا کوئی ایسی بات اپنی طرف سے کہنا محال شرعی ہے ۱۲

برابر ہے۔
درود شریف پڑھنے کی حدیث (جو بواسطہ نضر بن شمیل بیان کی گئی ہے) کو معاذ بن الحارث نے ابوقرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن رفع کسی طرح ثابت نہیں ہے وقف ہی اس کا صحیح ہے۔ واللہ اعلم پہلی حدیث جو (بروایت قاضی اسمٰعیل) حضرت انس رضؓ کے واسطے سے روایت کی گئی ہے طبرانی نے اس کو قاضی موصوف کے دوسرے طریقہ کے موافق حضرت عمرؓ ہی سے روایت کیا ہے (یہ مزید تائید ہے حدیث کے مسند عمر ہونے پر) طبرانی کی سند یہ ہے ثنا محمد بن عبد الرحیم بن یحیٰی بمصر ثنا عمرو بن الربیع بن طارق ثنا یحیٰی بن ایوب حدثنی عبید اللہ بن عمر عن الحکم بن عتیبۃ عن ابراھیم النخعی عن الاسود بن یزید عن عمر بن الخطاب قال خرج = الخ۔
(اس کے بعد وہی حدیث ہے صرف بعض الفاظ مترادف کا فرق ہے) طبرانی کہتے ہیں سوائے یحیٰی بن ایوب کے عبید اللہ بن عمر سے اور کسی نے یہ حدیث روایت نہیں کی ہے عمرو بن طارق اس کے ساتھ منفرد ہیں۔

عامر بن ربیعہؓ کی حدیث

بروایت امام احمد رحؒ (مسند) ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن عاصم بن عبید اللہ قال سمعت عبد اللہ بن عامر بن ربعۃ یحدث عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخطب ویقول من صلے علیّ صلوٰۃ لم تزل الملٰئکۃ تصلے علیہ ما صلے علیّ فلیقل عبد من ذالک او لیکثرہ

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضؓ اپنے والد کا کہنا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطبہ پڑھنے کی حالت میں یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے جب تک یہ پڑھتا رہے فرشتے اُس پر صلوٰۃ (یعنی اس کے لیے دعائے رحمت) کرتے رہتے ہیں (یہ جاننے کے بعد) انسان چاہے اس میں کمی کرے یا بیشی۔

ابن ماجہ نے یہ حدیث شعبہ تک اس سند سے بیان کی ہے عن بکیر بن خلف عن خالد بن الحارث عن شعبۃ اس کے بعد وہی مسند والا سلسلہ ہے۔ اور عبد الرزاق (صاحب مصنف) نے اس سند سے اس کو روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن عمر العمری عن عبد الرحمٰن ابن القاسم عن عبد اللہ بن عامر عن ابیہ لیکن ان کی روایت کے یہ الفاظ ہیں من صلّی علیّ صلوٰۃ صلے اللہ علیہ فاکثروا او اقلوا عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطابؓ (جو مسند والی سند میں مذکور ہیں) اور عبد اللہ بن العمری (عبد الرزاق کی سند کے پہلے راوی) کی حدیث میں اگرچہ فی الجملہ ضعف ہوتا ہے مگر ان

مختلف طریقوں سے حدیث کی روایت اس کی اصلیت کی دلیل ہے جو اس کو درجہ حسن سے کسی طرح کم نہیں کرتی۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی حدیث } بروایت امام احمد رحؒ (مسند) ثنا ابوسلمة

منصور بن سلمة الخزاعی و یونس قالا حدثنا لیث عن یزید بن الهاد عن عمرو بن ابی عمرو عن ابی الحُوَیرث عن محمد بن جبیر بن مطعم عن عبد الرحمٰن بن عوف قال خرج رسول الله صلے الله علیه وسلم فاتبعتهٗ حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتی خفت او خشیت ان یکون الله قد توفاه او قبضه قال فجئت انظر فرفع راسه فقال مالك یا عبد الرحمٰن قال فذکرت ذلك له قال فقال ان جبرئیل قال لی الا ابشرك ان الله عز وجل یقول من صلی علیك صلیت علیه ومن سلم علیك سلمت علیه ۵

عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لیے جاتے تھے میں پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ آپ ایک نخلستان میں داخل ہوئے پھر سجدے میں مشغول ہو کر اتنی دیر تک سر بسجدہ رہے کہ مجھے یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے اُٹھا لیا ہے (اس پریشانی میں بغرض تحقیق حال) میں آگے بڑھا تو آپ نے سجدے سے سر اُٹھا کر ارشاد فرمایا اے عبد الرحمٰن کیا بات ہے مجھے جو خیال گزرا تھا میں نے وہ ظاہر کر دیا تب آپ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے (آکر) کہا کہ میں کیا آپ کو یہ بشارت نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص آپ پر درود پڑھے گا میں اُس پر صلوٰۃ بھیجونگا اور جو آپ پر سلام بھیجیگا میں اُس پر سلام بھیجونگا۔

دوسرا طریقہ اسی حدیث کا مسند میں یہ ہے حدثنا ابوسعید مولی بنی هاشم ثنا سلیمان ابن بلال ثنا عمرو بن ابی عمرو عن عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمٰن ابن عوف عن عبد الرحمٰن بن عوف لیکن اس طریقہ میں فسجدت لله شکراً کا جملہ زاید ہے یعنی اس انعام پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں بروایت سلیمان بن بلال اس حدیث کو عمرو سے بلفظ عن روایت کر کے صحیح الاسناد کہا ہے اور ابن ابی الدنیا اس سند و متن سے روایت کرتے ہیں۔

عن یحیی بن جعفر ثنا زید ابن الحباب اخبرنی موسی بن عبیدة اخبرنی قیس بن عبد الرحمٰن ابن ابی صَعصَعَة عن سعد بن ابراهیم

عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ کے پوتے اپنے باپ کے ذریعہ سے ان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا سجدہ کیا میں نے اس کا

عن ابیه عن جدہ عبد الرحمن ابن عوف قال سجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدۃ فاطالہا فقلت لہ فی ذلک فقال انی سجدت ھذہ السجدۃ شکراً للہ فیما ابتلانی فی امتی فانہ من صلی علیّ صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بہا عشراً ہ

باعث دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے یہ سجدہ خدائے تعالیٰ کی اُس عنایت کے شکریہ میں جو اس نے امت کے بارے میں مجھ پر نازل فرمائی ہے کیا تھا اور وہ عنایت یہ ہے کہ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا خدائے تعالیٰ اس کی جزا میں اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجیگا۔

موسیٰ بن عبیدہ کی حدیث میں اگرچہ کچھ ضعف ضرور ہے لیکن اس قابل ہے کہ پہلی حدیث کی شاہد ہو جائے۔ اسی حدیث کو مخلص نے اس طریقہ پر روایت کیا ہے۔

ثنا البغوی ثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا خالد بن مخلد عن سلیمان بن بلال ثنا عمرو بن ابی عمرو عن عاصم ابن عمر بن قتادہ عن عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن بن عوف عن عبد الرحمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقینی جبریل فبشرنی ان اللہ عز وجل یقول لک من صلی علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ فسجدت للہ لک ہ

عبد الواحد بن محمد عبد الرحمن رضؓ کے پوتے اپنے دادا عبد الرحمن رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبرئیل نے مجھ سے ملاقات کرکے اس بات کی بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر صلوٰۃ بھیجونگا اور جو شخص آپ پر سلام کریگا میں اُس پر سلام کرونگا میں نے اس بشارت پر سجدہ کیا۔

اُبیّ بن کعب رضؓ کی حدیث

جسے عبد الحمید نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

حدثنا قبیصۃ بن عقبۃ ثنا سفیان عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن الطفیل بن اُبیّ عن اُبیّ بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذھب ربع اللیل قام فقال یا ایہا الناس اذکروا اللہ اذکروا اللہ جاءت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ جاء الموت بما فیہ جاء الموت بما فیہ قال اُبیّ بن کعب قلت یا رسول اللہ

ابی بن کعب رضؓ سے روایت ہے کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر (بطور وعظ و تذکیر) ارشاد فرماتے تھے کہ اے لوگو خدا کو یاد کرو اے لوگو خدا کو یاد کرو کپکپا دینے والی آرہی ہے اور اس کے پیچھے اس سے بھی زیادہ سختی ہے موت اپنا ساز و سامان لیے ہوئے آگئی۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر درود بہت پڑھا کرتا ہوں اس میں

انی اکثر الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک من صلوٰتی قال ما شئت قلت الربع قال ما شئت وان زدت فھو خیر قلت النصف قال ما شئت وان زدت فھو خیر قلت الثلثین قال ما شئت وان زدت فھو خیر قال اجعل صلوٰتی کلھا لک قال اذاً تکفی ھمک ویغفر لک ذنبک ٥

سے کتنا حصہ حضور کے لیے مقرر کر دوں (یعنی اپنی فلاح کی غرض سے جو درود پڑھتا ہوں اُس میں سے کس قدر درود کا ثواب حضور کے لیے مخصوص کر دوں) آپ نے ارشاد فرمایا جتنا تو چاہے میں نے عرض کیا چوتھائی (یعنی چوتھائی کافی ہے) آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا نصف آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا دو ثلث آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے اس وقت میں نے عرض کیا کیا سب اپنا درود حضور ہی کے لیے خاص کر دوں تب فرمایا کہ البتہ (تیرا یہ فعل) تیری سب فکریں دور کرنے کے لیے کافی ہوگا اور تیرے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ترمذی رح نے یہ حدیث بواسطہ ھناد قبیصہ سے روایت کی ہے اور اس کو حسن صحیح بتایا ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں بواسطہ وکیع سفیان سے اس کو روایت کیا ہے۔ حاکم نے بھی مستدرک میں اسے ضبط کیا ہے۔ عبداللہ[1] بن محمد بن عقیل سند کے تیسرے راوی کے اچھے ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ حمیدی و احمد و اسحٰق و علی و ترمذی جیسے بڑے ائمہ فن ان سے روایت درست سمجھتے ہیں ترمذی ان کی حدیث کو کبھی تو صحیح کہتے ہیں اور کبھی حسن۔ ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ رح سے اس حدیث کی شرح دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ اُبی بن کعب رض اپنے لیے دعا مانگا کرتے تھے جس کی نسبت انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں جس قدر دعا مانگتا ہوں کیا اس میں سے چوتھائی وقت آپ پر درود پڑھنے میں صرف کیا کروں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر زیادہ کرے تو یہ امر تیرے لیے بہتر ہے پھر انھوں

---

[1] بطور دفع دخل یہ تصریح اس غرض سے ہے کہ نسائی رح نے ان کو ضعیف کہا ہے اس لیے کہ آخر عمر میں کچھ اختلاط ہو گیا تھا اور ابو حاتم لین الحدیث کہتے ہیں ۱۲

نے نصف و دو ثلث کی نسبت استفسار کیا جن کا ہر بار وہی جواب مرحمت ہوا یہاں تک کہ آخر میں انھوں نے اجعل لک صلاتی کلہا کہا جس سے ان کا مقصود اجعل دعائی کلہ صلوۃ علیک ترجمہ۔ (کیا میں اپنی دعا مانگنے کے بدلے کل وقت آپ پر درود پڑھنے میں صرف کروں) تھا آپ نے اس کے جواب میں اذاً تکفی ہمک ویغفر لک ذنبک ارشاد فرمایا یعنی اگر تو نے ایسا کیا تو یہ امر تیرے سب غموں کے دور ہونے اور گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوگا اس لیے کہ جو شخص آپ پر ایک بار درود پڑھتا ہے خدائے تعالیٰ اس پر دس بار صلوۃ بھیجتا ہے اور آپ پر درود پڑھنا غم وافکار سے نجات اور گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔

اوس بن اوس رضؓ کی حدیث

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اللہ آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی قالوا یارسول اللہ کیف تعرض علیک صلوٰتنا وقد ارمت یعنی وقد بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

اوس بن اوس رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تمھارے سب دنوں میں بہتر دن جمعہ ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اسی دن ان کو دنیا سے اٹھایا اسی دن میں نفخ صور ہوگا اور اسی دن کڑک واقع ہوگی تم اس دن میں مجھپر درود زیادہ پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھپر پیش ہونے والا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائیگا حالانکہ جسد مبارک بوسیدہ ہوگیا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا (ایسا نہیں ہوسکتا) خدائے تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیا اللہ علیہم السلام کے جسد کو کھائے۔

یہ حدیث جس جس سند سے جس جس نے روایت کی ہے وہ سب طریقے یہ ہیں مسند امام احمدؒ حدثنا حسین بن علی الجعفی عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر عن ابی اشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ابوداؤد عن ہارون بن عبد اللہ نسائی عن اسحٰق بن منصور ابن ماجہ عن ابی بکر بن شیبۃ ان تینوں آخر الذکر کتابوں کے راوی ان ہی حسین بن علی سے جو سند کے پہلے راوی ہیں اسی سند سے روایت کرتے ہیں البتہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں حدثنا کہکر روایت کی ہے۔

بعض حفاظ حدیث نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے ان کی حجت یہ ہے کہ جو شخص اس سند
میں غور کرے کہ حسین عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور وہ ابوالاشعث سے اور ابوالاشعث اوس
بن اوس سے روایت کرتے ہیں اس کو حدیث کی صحت میں ان ثقہ اشخاص کی وجاہت سے
کوئی شک نہیں ہو سکتا لیکن خرابی یہ ہے کہ حسین بن علی کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع
ہی حاصل نہیں ہے ان کو جن سے سماع حاصل ہوا ہے وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں جو قابل احتجاج
امام بخاری رح تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی جو مکحول سے روایت
کرتے ہیں اور خود ان سے ولید بن مسلم نے سماع کیا ہے ان کے پاس احادیث منکر (غیر قابل
وثوق) کا ذخیرہ تھا کہا جاتا ہے کہ یہ وہی ہیں جن سے ابو اسامہ وحسین جعفی نے حدیث روایت
کرنے میں غلطی سے یزید بن جابر کہدیا ہے حالانکہ اصح یزید بن تمیم ہے اور یہ ضعیف الحدیث
ہیں۔

خطیب فرماتے ہیں کہ کوفیوں کو سند حدیث میں (ابو اسامہ وحسین جعفی دونوں کوفی ہیں) عبدالرحمٰن
بن یزید ابن تمیم کی جگہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہدینے میں وہم ہو گیا ہے۔ حافظ بن ہارون نے کہا
ہے کہ ابو اسامہ نے جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کی ہے یہ ان کا وہم ہے ان کو
ان سے ملاقات حاصل نہیں ہوئی بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے ملے ہیں جنھیں انھوں نے ابن جابر
سمجھ لیا ہے اور یہ ابن تمیم ضعیف ہیں۔ اکثر حفاظ حدیث نے ان ائمہ فن کی موافقت کی ہے اور
یہ وہ شہادتیں ہیں جن کی بنا پر حدیث معلول قرار دی جاتی ہے۔ لیکن اس تعلیل کا جواب
چند وجوہ پر ہے اول تو یہ کہ حسین بن علی نے خود ابن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے (حرف
عن سے روایت نہیں ہے) جیسا کہ ابن حبان کی اس سند سے ظاہر ہے ثنا ابن خزیمۃ ثنا ابو
کریب ثنا حسین بن علی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر اس حالت میں یہ کہنا کہ حسین نے ابن
تمیم کو ابن جابر سمجھنے میں خطا کی ہے قرین عقل نہیں حسین جیسے نقاد و متبحر فن پر باوجود دونوں عبدالرحمٰن
سے سماع حاصل ہونے کے اس امر کا مشتبہ رہنا دور از عقل ہے یہاں اگر یہ کہا جائے کہ کتاب العلل
میں عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنے باپ سے یہ صراحت نقل کی ہے کہ میں اہل عراق میں سے
کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانتا جو ابن جابر سے روایت حدیث کرتا ہو بلکہ میری تحقیق یہ ہے کہ
ابو اسامہ وحسین جعفی جس شخص سے روایت کرتے ہیں وہ صرف عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں
اس لیے کہ ابو اسامہ نے عبدالرحمٰن سے پانچ چھ احادیث ابوامامہ رض کی کہ ان دونوں کے درمیان

قاسم کا ایک واسطہ ہے روایت کی ہیں جو سب کی سب منکر ہیں۔ اور جن کی نسبت خیال بھی نہیں
ہو سکتا کہ عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سا ثقہ شخص ایسی حدیثیں روایت کرے اور نہ میں اہل شام میں
سے کسی ایسے شخص کو جانتا ہوں جس نے ابن جابر سے ان حدیثوں میں کی کوئی حدیث بھی روایت
کی ہو (اس لیے کہ ابن جابر شامی ہیں وہاں بمقابلہ عراق ان کے شاگرد بہرنہج زیادہ ہونا چاہئیں)
اسی طرح حسین جعفی کی وہ حدیث جو ابن جابر سے فضیلت جمعہ کے بارے میں انھوں نے روایت
کی ہے منکر ہے (یعنی حدیث زیر بحث) میں نہیں جانتا کہ ان کے سوا کسی اور نے یہ حدیث
روایت کی ہو عبد الرحمٰن بن تمیم ضعیف ہیں اور عبد الرحمٰن بن جابر ثقہ تم کلامہ (اس تقریر میں ابو اسامہ
و حسین دو راویوں کا تذکرہ ہے اس وجہ سے کہ یہ دونوں عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں
لہٰذا اس خلط بحث میں امتیاز کے لیے ذرا زیادہ صراحت کی ضرورت ہے جو حسب ذیل ہے)
کہا جاتا ہے کہ حسین جعفی و ابو اسامہ کو ابن جابر سے سماع حدیث حاصل ہونے میں کلام ہے اکثر
اہل حدیث ان سے ابو اسامہ کے سماع کا انکار کرتے ہیں ہمارے شیخ (حافظ ابو الحجاج مزی) نے
تہذیب الکمال میں تصریح کی ہے کہ ابن نمیر نے ابو اسامہ کی نسبت ان کا ذکر کر کے کہا ہے کہ وہ جان بوجھکر
کہ ان کے استاد کا نام عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں ہے اس نام سے روایت حدیث کرتے
ہیں۔ مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ ان کا استاد ابن جابر کا ہم نام دوسرا شخص تھا یعقوب نے یہ سنکر کہا کہ
واقعی بات یہی ہے جو تم کہتے ہو بیشک وہ عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے جس سے ابو اسامہ نے
حدیثیں حاصل کر کے روایت کی ہیں پھر ابن نمیر نے ان ہی یعقوب سے کہا کہ تم نے کبھی اس امر پر بھی
غور کیا ہے یا نہیں کہ ابو اسامہ کی روایتیں ان سب صحیح روایتوں سے جو اہل شام ابن جابر سے
کرتے ہیں کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتی ہیں (اس کے بعد دوسری شہادت) عبد الرحمٰن بن ابی
حاتم نے لکھا ہے کہ میں نے محمد بن عبد الرحمٰن۔ حسین جعفی کے بھتیجے سے دریافت کیا کہ عبد الرحمٰن بن
یزید بن جابر آیا کوفے میں آئے بھی تھے یا نہیں اور ان کی روایت کا کیا واقعہ ہے" تو انھوں نے کہا
کہ اول عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم آئے تھے اُن کے آنے سے ایک مدت کے بعد عبد الرحمٰن بن یزید بن
جابر وارد ہوئے مگر ابو اسامہ ابن تمیم ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی داؤد نے اس غلطی
کی یہ وجہ بتائی ہے کہ ابو اسامہ کو پیشتر سے ابن المبارک (جن کا نام یزید شامی دمشقی ہے) سے
سماع حدیث حاصل تھا یہ ابن المبارک ابن جابر سے بھی روایت کرتے ہیں اور ابن جابر کے استاد
مکحول سے بھی جب عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم کوفے میں آئے اور انھوں نے اپنے آپ کو وہاں کے لوگوں سے

عبدالرحمن بن یزید دمشقی کہکر روشناس کرایا اور حدیثیں بواسطہ مکحول روایت کیں تو ابواسامہ نے اس وجہ سے کہ ابن المبارک کے استاد یہی مکحول کے شاگرد تھے اور اتفاق سے دونوں کا نام اور ولدیت بھی ایک ہی تھی ان کو وہی عبدالرحمن ابن یزید بن جابر ابن المبارک کا شیخ سمجھ لیا اور اپنی روایتوں میں ابن جابر کا حوالہ دینے لگے۔ ابن جابر ثقہ و مامون ہیں ان کی روایات قابل اخذ ہیں اور ابن تمیم ضعیف ہیں ابوداؤد نے ان کو متروک الحدیث کہا ہے اور فرماتے ہیں کہ ابواسامہ نے روایت حدیث میں حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر الشامی کہکر ان کا نام غلط بیان کیا ہے (اس تحقیق کا جس قدر مواد ہے وہ صرف ابواسامہ سے تعلق رکھتا ہے جن سے اس مبحوث عنہ حدیث کو کوئی واسطہ نہیں ہے اور جن کا ذکر بالصراحت صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ بعض تصریحات میں حسین جعفی بھی انھیں کے ساتھ لپیٹے میں آگئے ہیں حالانکہ ان کی حالت دوسری ہے) ان کی نسبت جو خطا کا مظنہ کیا گیا ہے اس کا دفعیہ کچھ تو ہم پہلے کر چکے ہیں باقی یہ ہے کہ ہمارے شیخ (حافظ ابوالحجاج مزی) نے تہذیب میں بضمن تذکرہ ابن جابر تحریر فرمایا ہے کہ ان سے حسین بن علی جعفی و ابواسامہ (یعنی) حماد بن اسامہ دونوں شخص روایت کرتے ہیں۔ حدیث اگر محفوظ ہے تو حسین کی روایت مستند سمجھی جائے گی (یعنی حسین سے روایت کرنے والے اگر ثقہ ہیں) لیکن ابواسامہ کی روایت میں شک باقی رہے گا۔ یہاں تک اس الزام کا جواب قلمبند کرنے کے بعد ابوحاتم کی کتاب الضعفاء پر دارقطنی کی تنقید ہماری نظر سے گزری جس میں انھوں نے حکم قطعی لگایا ہے کہ حسین جعفی ابن جابر سے روایت کرتے ہیں اور ابواسامہ بن تمیم سے مگر یہ ان کے دادا کے نام میں خطا کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ایک علت اور بھی ہے وہ یہ کہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر ابوالاشعث سے اپنا سماع بیان نہیں کرتے (جس میں تدلیس کا احتمال ہے) علی بن المدینی کا سیاق سند بھی ابوالاشعث سے عدم سماع کا مقتضی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں حدثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر سمعته یذکر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس اسمٰعیل بن اسحٰق نے بھی اپنی کتاب میں علی بن عبداللہ کے واسطے سے یہی سند ضبط کی ہے لیکن درحقیقت یہ علت بھی حدیث کی قادح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کی شاہد حضرت ابوہریرہ و ابوالدرداء و ابوامامہ و ابومسعود و انس و حسن رضی اللہ عنہم کی حدیثیں موجود ہیں (جن سے لفظاً و معناً اس حدیث کی تائید ہوتی ہے) ہم سلسلہ وار ان کو تحریر کرتے ہیں

ابوہریرہ رضہ کی حدیث بروایت امام مالک رح۔

عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهیم عن ابی سلمة عن ابی هریرة رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم وفیہ اہبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعة وما من دابة الا وھی مصیخة یوم الجمعة من حین تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن والانس وفیہا ساعة لا یصادفہا عبد مسلم وھو یصلی یسال اللہ شیئا الا اعطاہ ایاہ ؂

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب دنوں میں بہتر دن جمعہ ہی جس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور دنیا میں اُتارے گئے ہیں اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن انھوں نے وفات پائی۔ اسی دن قیامت واقع ہوگی۔ جن وانس کے سوا جس قدر چلنے پھرنے والے ہیں قیامت کے خوف سے صبح ہوتے ہی چیخیں مارتے ہیں اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہی کہ جو مسلمان نماز پڑھتے ہوئے اس میں خدا سے کوئی سوال کرے خدا اسے پورا فرماتا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث اوس بن اوس کی مؤید اور اس کے مفہوم پر دال ابوالدرداء رض کی حدیث جو لقفیات میں مروی ہے۔

انا ابوبکر بن محمد بن ابراھیم بن علی بن مقری انا ابوالعباس محمد بن الحسن بن قتیبة العسقلانی ثنا حرملة ثنا ابن وھب اخبرنی عمرو بن سعید بن ابی ھلال عن زید ابن ایمن عن عبادة بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا علی الصلوٰة یوم الجمعة فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکة وان احدا لا یصلی علی الا عرضت علی صلوٰتہ حتی یفرغ قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ؂

ابوالدرداء رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھپر درود زیادہ پڑھا کرو یہ ایسا دن ہی کہ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھپر درود پڑھے اور اس کا درود پڑھنا مجھپر پیش نہ کیا جائے جبتک کہ وہ پڑھنے سے فراغت حاصل نہ کرے۔ میں نے عرض کیا کیا آپ کی رحلت کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اجساد انبیا علیہم السلام کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے خدا کا نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

؂ یہ حدیث امام ترمذی رح نے بھی سنن میں روایت کی ہے اس کا بقیہ حصہ جو اس روایت میں مذکور نہیں ہے فائدہ سے خالی نہیں لہذا ہم اس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام رض (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

یہ حدیث طبرانی کی سند سے آیندہ بیان کی جائے گی ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے ابو امامہ رضؓ کی حدیث بروایت بیہقی رحؒ

حدثنا علی بن احمد بن عبدان انبا احمد بن عبید ثنا الحسین بن سعید ثنا ابراہیم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمة عن برد بن سنان عن مکحول الشامی عن ابی امامة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثروا علیّ من الصلوٰة فی کل یوم جمعة فان صلوٰة امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرھم علیّ صلوٰة کان اقربھم منی منزلہ ٥

ابوامامہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہر جمعہ کو مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو اس لیے کہ امت کا درود پڑھنا مجھ پر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ جو شخص مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا اسی کا درجہ مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

اس حدیث میں دو علتیں ہیں ایک تو یہ کہ برد بن سنان متکلم فیہ ہیں اگرچہ یحیٰی بن معین وغیرہ نے ان کی توثیق بھی کی ہے دوسرے یہ کہ مکحول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کو ابامامہ رضؓ سے سماع نہ تھا واللہ اعلم۔

انسؓ رضؓ کی حدیث بروایت طبرانی رحؒ

حدثنا محمد بن علی الاحمر ثنا نصر بن علی ثنا النعمان بن عبد السلام ثنا ابوظلال عن انس رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰة علیّ یوم الجمعة فانہ آتانی جابریل آنفا من ربہ عز وجل فقال ما علی الارض من مسلم یصلّے علیک مرۃ

انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو اس لیے کہ ابھی جبرئیلؑ میرے پاس خدا کا یہ پیام لائے تھے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو آپ پر ایک بار درود پڑھے اور میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار صلوٰة نہ بھیجیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس حدیث کا ان سے تذکرہ کیا انھوں نے کہا کہ مجھے وہ ساعت جس کی طرف حدیث میں اشارہ ہے معلوم ہے میں نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ کو اس کے بتانے میں بخل نہ کرنا چاہیے انھوں نے کہا کہ نماز عصر سے سورج کے ڈوبنے تک کسی وقت میں وہ ساعت آجاتی ہے میں نے کہا کہ اس صورت میں اس حدیث پر کیسے عمل ہو سکتا ہے اس لیے کہ بحالت نماز پڑھنے کی حالت میں دعا مانگنے کا حکم ہے اور عصر کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کو کیا یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد نہیں کہ جو شخص بیٹھا ہوا آیندہ نماز کا انتظار کرتا ہے وہ گویا نماز ہی میں مشغول ہے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

واحدۃ الا صلیت انا وملٰئکتی علیه عشرًا ہ

دوسری حدیث بروایت محمد بن اسمٰعیل ورّاق۔

حد ثنا جبارۃ بن مغلس ثنا ابو اسحق حازم عن یزید الرقاشی عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعة فان صلوٰتکم تعرض علیّ ہ

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر استشہاد کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ابن ابی السری نے اس کو اس طریقہ سے روایت کیا ہے ثنا داؤد بن الجراح ثنا سعید بن بشر عن قتادۃ عن انس عن النبی صلے اللہ علیه وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعة ۔ وکان الصحابة رضی اللہ عنهم یستحبون اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیه وسلم یوم الجمعه ۔ محمد بن یوسف العابد اعمش سے روایت کرتے ہیں اعمش زید بن وہب سے کہ مجھ سے ابن مسعودؓ نے فرمایا

یا زید بن وهب لا تدع اذا کان یوم الجمعة ان تصلی یوم الجمعة علی النبی صلے اللہ علیه وسلم الف مرۃ تقول = اللّٰھم صل علی محمد النبی الامی ہ

اے زید جب جمعہ واقع ہو تم اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ پر ہزار مرتبہ درود پڑھنا ترک نہ کرنا اور یوں کہنا۔ اللّٰھم صل علی محمد النبی الامی۔

حسنؓ رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت اسمٰعیل (بن اسحٰق قاضی)

حد ثنا سلیمان بن حرب ثنا جریر بن حازم قال سمعت الحسنؓ یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم لا تاکل الارض جسد من کلمه روح القدس ہ

جریر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص سے روح القدس (جبرئیلؑ) نے باتیں کی ہوں زمین اس کے جسم کو نہیں کھاتی۔

(یہ جملہ احادیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی کلاً وجزءً مؤید ہیں لہذا وہ دوسری علت بھی مضر روایت نہیں۔)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) میں نے کہا ہاں بیشک ٹھیک ہے یعنی اگر انسان نماز عصر کے بعد نماز مغرب کے انتظار میں بیٹھا ہوا دعا کرتا رہے تو اس کا جلسہ ایسا ہی متصور ہوگا جیسا کہ نماز میں مشغول ہونا ۱۲

حسن بن علی رضؓ کی حدیث } بروایت ابویعلی رحؒ (مسند)

حدثنا موسیٰ بن محمد بن حبان حدثنا ابو بکر الحنفی حدثنا عبد اللہ ابن نافع اخبرنا العلاء بن عبد الرحمٰن قال سمعت الحسن بن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوا ھا قبوراً ولا تتخذوا بیتی عید اصلّوا علیّ وسلموا فان صلوٰتکم وسلامکم یبلغنی این ما کنتم ٥

علاء بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے گھروں میں نماز (نافلہ) پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی گھروں میں مُردے دفن نہ کرو) اور میرے گھر کو بھی میلہ کی جگہ نہ بناؤ۔ بلکہ مجھ پر درود وسلام پڑھو اس لیے کہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے تمھارا درود وسلام مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث میں یہ علت ہے کہ کچھ اختلاف سے یہی متن مسلم بن عمرو نے ابو ہریرہ رضؓ سے بواسطہ ابن نافع جو اس حدیث کے راوی ہیں روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی ذئب عن سعد بن ابی سعید عن ابی ہریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیداً وصلّوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث ما کنتم۔

پہلی[لہ] روایت کے مقابلہ میں اس روایت کا صحیح ہونا قرین صواب ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث حسن رضؓ اس سند ومتن سے روایت کی ہے۔

حدثنا احمد بن رشد بن المصری ثنا سعید بن ابراھیم ثنا محمد بن جعفر اخبرنا حمید بن ابی زینب عن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب عن ابیہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال حیث ما کنتم فصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی ٥

حسین بن علی رضؓ کی حدیث } جسے طبرانی نے معجم میں روایت کیا ہے۔

ثنا یوسف بن حکم المقتبی ثنا محمد ابن بشر الکندی ثنا عبید بن حمید حدثنی فطر بن خلیفۃ عن ابی

حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا تو

[لہ] غالباً موسیٰ یا ابو بکر نے نافع کی دو روایتوں کو ایک متن کے تحت میں بیان کر دیا ہے ۱۲

جعفر محمد بن علی بن حسین عن ابیہ عن جدہٖ حسین بن علی رضی اللہ عنہم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من ذکرت عندہ فخطئ الصلوٰۃ علیّ خطاء طریق الجنۃ ٥ (ایسا ہے کہ گویا وہ) جنت کا راستہ بھول گیا۔

اس حدیث میں یہ علت ہے کہ اس کی سند بخلاف دوسری اسناد کے متصل ہے چنانچہ ابن ابی عاصم کی سند یہ ہے عن ابی بکر ھو ابن ابی شیبۃ حدثنا حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ روایت مرسل ہے۔ دوسری سند عمر بن حفص بن غیاث کی عن ابیہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم تیسری سند اسمٰعیل بن اسحٰق (قاضی) کی عن ابراھیم بن الحجاج ثنا وھیب عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ روایت بھی مرسل ہے۔ چوتھی سند علی بن المدینی کی ثنا سفیان قال قال عمرو عن محمد بن علی بن حسین عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ روایت بھی مرسل ہے اس کے بعد علی بن المدینی کہتے ہیں کہ ایک روایت میں سفیان نے قال عمرو کے بعد قال رجل سمعت محمد بن علی یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہکر ان مبہم راوی کا نام بسام صیرفی بتایا ہے۔ قاضی اسمٰعیل نے یہ دونوں سندیں معہ اس واقعہ کے نقل کی ہیں۔ پھر ایک یہ سند بیان کی ہے حدثنا سلیمان بن حرب وعارم قالا حدثنا حماد بن زید عن عمرو عن محمد بن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یہ روایت بھی مرسل ہے مگر اس کی شاہد عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے جو انشاء اللہ آیندہ بیان کی جائے گی

(دوسری حدیث) بروایت نسائی رح۔ انا سلیمان بن عبید اللہ ثنا ابو عامر ثنا سلیمان عن عمارۃ بن غزیۃ عن عبد اللہ بن علی بن حسین عن علی بن حسین عن ابیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال البخیل من ذکرت عندہ ولم یصل علیّ یہ روایت بجائے محمد بن علی کے عبداللہ ابن علی سے ہے اسی حدیث کو نسائی نے اس طریقہ سے بھی روایت کیا ہے انا احمد بن خلیل ثنا خالد ھو ابن المخلد القطوانی ثنا سلیمان بن بلال حدثنی عمارۃ بن غزیۃ (پہلی سند میں عمارہ سے بلفظ عن روایت ہے اور اس میں حدثنی کہکر) ابن حبان وحاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اور ترمذی نے جامع میں خالد بن مخلد کے واسطہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور ترمذی اس کو حسن صحیح غریب کہتے ہیں پھر اسی حدیث کو نسائی نے اپنی مسند میں روایت کرتے وقت عن ابیہ کے بعد عن

علی بن ابی طالب کا ایک اور واسطہ بڑھا دیا ہے (مصنف) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں بھی ایک علت ہے جس کی طرف نسائی نے سنن کبیر میں اشارہ کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز نے یہ حدیث بواسطہ عمارہ بن غزیہ عبداللہ بن علی بن حسین سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں روایت کی ہے (یعنی عبداللہ بن علی رضہ کو حضرت علی رضہ سے سماع حاصل نہیں ہے) ان کی سند یہ ہے اخبرنی ذکریا بن یحییٰ ثنا قتیبۃ بن سعد ثنا عبدالعزیز عن عمارۃ بن غزیۃ عن عبد اللہ بن علی بن الحسین قال قال علی ابن ابی طالب قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البخیل الذی ذکرت عندہ لم یصل علیّ ۔ قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں یحییٰ و ابوبکر بن اویس کے درمیان اختلاف ہے یعنی ابوبکر تو عن سلیمان عن عمرو بن ابی عمرو کہکر روایت کرتے ہیں اور حمانی و یحییٰ عن سلیمان بن بلال عن عمارۃ بن غزیۃ کہکر حالانکہ یہ حدیث عمارہ بن غزیہ ہی کے واسطے سے مشہور ہے جیسے سلیمان بن بلال و عمرو بن الحارث و عبدالعزیز الدراوردی و اسمٰعیل بن جعفر و عبداللہ بن جعفر علی کے والد یا پانچ راویوں نے اسی گزشتہ سیاق سند کے ساتھ روایت کیا ہے ابوبکر کی سند (جس کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے) یہ ہے عن اسمٰعیل بن اویس حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عمرو بن ابی عمرو عن علی بن حسین عن ابیہ ۔

جنابہ فاطمۃ الکبریٰ کی حدیث رضہ بروایت ابوالعباس ثقفی رحمہ

حدثنا ابورجاء ثنا قتیبۃ بن سعید ثنا عبد العزیز ھو ابن محمد عن عبد اللہ بن الحسن عن امہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ ابنتہ رضی اللہ عنہا اذا دخلت المسجد فقولی بسم اللہ والحمد للہ اللھم صل علی محمد وسلم اللھم اغفر لی وسھل لی ابواب رحمتک فاذا خرجت من المسجد فقولی کذلک الا انہ قال وسھل لی ابواب رزقک ۵

عبداللہ بن حسن رضہ اپنی والدہ شریفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو ۔ بسم اللہ والحمد للہ اللھم صل علی محمد وسلم اللھم اغفرلی وسھل لی ابواب رحمتک کہا کرو اور جب نکلو تو بھی یہی کہو لیکن (آخر کا جملہ بجائے وسھل لی ابواب رحمتک کے) وسھل لی ابواب رزقک ۔ ہونا چاہیے ۔

ترمذی رحمہ نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے عن علی بن حجر عن اسمٰعیل بن ابراھیم

عن لیث عن عبد اللہ بن الحسن عن امہ فاطمۃ بنت الحسین رضہ عن جدتہا فاطمۃ الکبریٰ
اور فرماتے ہیں کہ اسمٰعیل راوی حدیث نے کہا ہے کہ میں جب مکہ معظمہ میں عبداللہ بن حسن رضہ سے
ملا تو ان سے (بطور توثیق) اس حدیث کی نسبت دریافت کیا انھوں نے خود مجھے حدیث سنائی
(اس صورت میں اسمٰعیل کو لیث کے واسطہ سے اور بلا واسطہ خود عبداللہ بن حسن سے سماع حاصل
ہوا) ترمذی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اس لیے کہ فاطمہ بنت حسینؓ
نے فاطمۃ الکبریٰ رضہ کو نہیں پایا ہے۔ ابن ماجہ نے سنن میں بواسطہ ابو بکر ابن علیہ و ابو معاویہ سے کہ
یہ دونوں لیث کے شاگرد ہیں یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

براء بن عازب رضہ کی حدیث } جسے احمد بن عمرو بن عاصم نے اس سند سے روایت کیا ہے۔
ثنا یعقوب بن حمید ثنا حاتم بن اسمٰعیل عن محمد بن عبید اللہ عن مولی البراء بن عازب عن البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی کتبت لہ عشر حسنات ومحی عنہ بہا عشر سیئات ورفعہ بہا عشر درجات وکن لہ عدل عشر رقاب ٥

محمد بن عبید اللہ براء بن عازب رضہ کے غلام سے روایت کرتے ہیں وہ براء سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص مجھپر درود پڑھتا ہے اس کے (نامۂ اعمال میں) دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی بدولت دس گناہ اس کے معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بڑھائے جاتے ہیں اور یہ دس نیکیاں دس غلام آزاد کرنے کی برابر اُس کے لیے ہوتی ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضہ کی حدیث } بروایت نسائی (سنن کبیر)
حدثنا احمد بن عبد اللہ ابن سوید بن منجوف ثنا ابوداؤد الطیالسی ثنا یزید بن ابراہیم التستری عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما اجتمع قوم ثم تفرقوا عن غیر ذکر اللہ عزوجل وصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا قاموا عن انتن جیفۃ ٥

جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کوئی گروہ کسی جگہ جمع ہو کر وہاں سے بغیر خدائے پاک کا ذکر کیے ہوئے اور آپ پر بے درود پڑھے ہوئے نہیں اُٹھتا مگر اس صورت سے کہ گویا کسی نہایت بدبودار مُردار کو کھا کر یہ لوگ اُٹھے ہیں۔

ابوعبداللہ مقدسی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میرے نزدیک شرط مسلم رح کے موافق ہے۔

دوسری حدیث بروایت احمد بن عمرو بن ابی عاصم۔

ثنا احمد بن عصام ثنا ابو عاصم عن موسٰی بن عبیدۃ عن ابراھیم بن محمد[۵] عن ابیہ عن جابر رض قال قال رسول اللّٰہ لا تجعلونی کقدح الراکب ان الراکب یملاء قدحہ فاذا فرغ وعلق معالیقہ فان کان فیہ ماشرب حاجتہ او الوضوء توضاء والا اھراق القدح فاجعلونی فی اول الدعاء او فی اوسطہ ولا تجعلونی فی آخرہ ہ

جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے سوار کا پیالہ نہ بناؤ (جیسا کہ سوار ضرورت یا مقام کرنے کے وقت) اپنا پیالہ بھر لیتا ہے اور جب چلنے کی تیاری کرتا ہے تو اس میں جو کچھ (بچا کچھا) پانی ہوتا ہے یا تو پیاس ہونے کی حالت میں وہ پی لیتا ہے یا وضو کرنا ہو تو اس سے وضو کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے مجھے اول یا اوسط دعا میں رکھو آخر میں نہ رکھو۔ (یعنی درود شریف دعا کے اول یا وسط میں پڑھنا چاہیے نہ یہ کہ دعا پوری کر کے آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔

طبرانی نے یہ حدیث اس سند سے روایت کی ہے حدثنا اسحٰق الدبری انبا عبد الرزاق عن الثوری عن موسی بن عبیدۃ عن محمد بن ابراھیم عن ابیہ عن جابر لیکن ان کے یہاں آخر جملہ یہ ہے فاجعلونی فی وسط الدعاء وفی اولہ وفی آخرہ۔

ابو الرافع مولی النبی ﷺ کی حدیث } بروایت طبرانی رح

ثنا نصر بن عبد الملک السنجاری بمدینۃ سنجار سنۃ ثمان وسبعین ومائتین ثنا محمد بن محمد بن عبید اللّٰہ بن ابی رافع صاحب النبی

ابو رافع رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کا کان آواز دینے لگے (ایک بیماری ہے جس میں کان سے جھنجھناہٹ نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے) تو اس کا

---

[۵] موسیٰ کے بعد اس سند میں عن ابراھیم بن محمد ہے اور طبرانی کی سند میں عن محمد بن ابراھیم غالباً یہ محمد بن ابراھیم بن طلحہ وہی راوی ہیں کہ جن کا صحیح نام ابراھیم بن محمد بن طلحہ ہے اور کنیت ابو اسحٰق المدنی لیکن انکی حدیث دونوں ناموں سے روایت کی جاتی ہے۔۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم قال حدثنی ابی محمد عن ابیہ عبد اللہ عن ابی رافع قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اذا طنت اُذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علیّ ۵

علاج یہ ہے کہ مجھے یاد کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔

طبرانی نے کہا ہے یہ حدیث سوائے اس سند کے اور کسی طریقہ پر ابو رافع سے روایت نہیں کیجاتی معمر بن محمد اس اسناد میں منفرد ہیں۔ محمد بن اسحٰق ابن خزیمہ نے یوں اس کی روایت کی ہے ۔

حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیٰی الحسانی ثنا معمر بن محمد بن عبید اللہ بن علی بن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ علیہ وسلم قال اخبرنی ابی محمد عن ابیہ عبید اللہ عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا طنت اُذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علیّ ولیقل ذکر اللہ من ذکرنی بخیر ۵

محمد بن عبید اللہ اپنے باپ سے اور وہ ابو رافعؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کا کان آواز دینے لگے تو مجھے یاد کرکے مجھ پر درود پڑھو اور کہو۔ جو مجھے یاد کرتا ہے خدائے تعالیٰ اُسے بھلائی سے یاد فرمائے۔

(مصنف رح نے اس سند کی کوئی توضیح نہیں فرمائی ہے لیکن طبرانی کی روایت میں محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع ہے اور محمد بن اسحٰق کی سند میں محمد بن عبید اللہ بن علی بن ابو رافع۔ کتب رجال سے صحیح نام محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اور معمرؓ کا منکر الحدیث ہونا پایا جاتا ہے ؛

عبد اللہ بن ابی اوفی رضؓ کی حدیث } بروایت ترمذی رح (جامع)

ثنا علی بن عیسیٰ بن یزید البغدادی ثنا عبد اللہ بن بکر السہمی و ثنا عبد اللہ بن منیر عن عبد اللہ بکر عن فائد بن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کانت لہ الی اللہ حاجۃ او الی احد من بنی آدم فلیتوضاء فلیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین

عبد اللہ بن اوفی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کی کوئی حاجت خدائے تعالیٰ یا انسانوں میں سے کسی کے ساتھ متعلق ہو وہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر خدائے تعالیٰ کی تعریف کرے اور آپ پر درود پڑھکر یہ دعا مانگے۔

(دیکھو متن حدیث)

ثم لیثن علی اللہ ولیصل علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ثم لیقل = لا الہ الا اللہ
الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم
الحمد للہ رب العالمین اسألک موجبات
رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ
من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا
تدع لی ذنباً الا غفرتہ ولا ھماً الا فرجتہ
ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم
الراحمین ٥

ترمذی رح نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں کلام ہے فائد بن عبدالرحمن ضعیف ہیں ابوالورقاء ان کی کنیت ہے۔ امام احمد رح نے ان کو متروک الحدیث کہا ہے یحیی بن معین ضعیف بتاتے ہیں ابوحاتم بن حبان نے لکھا ہے کہ یہ مشہور راویوں کی طرف منسوب کرکے احادیث منکرہ روایت کرتے ہیں اور خاصکر ابن ابی اوفا سے احادیث معضل روایت کرتے ہیں ان کی روایت سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کرکے کہا ہے کہ ہم نے اس حدیث کا استخراج شہادت کی غرض سے کیا ہے۔ فائد مستقیم الحدیث ہیں۔

رویفع بن ثابت رض کی حدیث } جسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

ثنا عبدالملک بن یحیی بن بکیر المصری ثنا ابن لھیعۃ عن بکر بن سوادۃ عن زیاد بن نعیم عن وفاء بن شریح الحضرمی عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال = اللھم صل علی محمد وانزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامۃ وجبت لہ شفاعتی ٥

رویفع رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کہا یعنی یہ درود پڑھا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(دیکھو متن حدیث)

اسمٰعیل بن اسحٰق نے یہ حدیث اپنی کتاب میں اس سند سے ضبط کی ہے عن یحیی ثنا زید بن الحباب اخبرنی ابن لہیعہ حدثنی بکر بن سوادۃ المعافری عن زیاد بن نعیم الحضرمی عن ابن شریح حدثنی رویفع الانصاری =

ابوامامہ رضہ کی حدیث بروایت طبرانی رح

حدثنا محمد بن ابراھیم بن عوف ثنا سعید بن عمرو الحضرمی ثنا اسمٰعیل بن عیاش عن یحیی بن الحارث عن القاسم عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مامن قوم جلسو مجلساً ثم قاموا منہ لم یذکروا اللہ ولم یصلوا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا کان ذلک المجلس علیھم ترۃ ٥

ابوامامہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کوئی گروہ ایسا نہیں ہے کہ وہ کوئی جلسہ کرکے وہاں سے بغیر خدا کا ذکر کیے ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بے درود پڑھے ہوئے اُٹھے اور یہ مجلس اس پر وبال نہ ہوجائے۔

دوسری حدیث بروایت طبرانی (معجم کبیر)

حدثنا الحسین بن محمد بن مصعب الاشنانی ثنا محمد بن عبید المحاربی ثنا موسیٰ بن عمیر عن مکحول عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ صلے اللہ علیہ عشراً املاک موکل بھا حتی تبلغنی ٥

ابی امامہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے خدائے تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے ایک فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ درود پڑھنے والے کا درود مجھ تک پہنچادے۔

عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعودرضہ کی حدیث جسے اسمٰعیل بن اسحٰق نے اپنی کتاب میں یوں روایت کیا ہے

ثنا سلیمان بن حرب ثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعود قال قیل یارسول اللہ امرتنا ان نسلم علیک وان نصلی علیک فقد علمنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک قال تقولون اللھم

محمد بن عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ نے ہمکو آپ پر اسلام کرنے اور درود پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے سلام ادا کرنے کا طریقہ تو ہم لوگوں کو معلوم ہوچکا ہے اب اگر درود پڑھیں تو کس طرح پڑھیں آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو۔

صل علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراہیم (دیکھو متن حدیث)

اللھم بارک علی محمد کما بارکت علی آل ابراھیم

دوسری سند اس حدیث کی یہ ہے حدثنا مسدد ثنا یزید بن ذریع ثنا ابن عون عن محمد بن سیرین عن عبد الرحمن بن بشر بن مسعود رض

تیسری سند ثنا نصر بن علی ثنا عبد الاعلیٰ ثنا ھشام عن محمد بن عبد الرحمن بن بشر بن مسعودؓ قال قلنا او قیل للنبی صلے اللہ علیہ وسلم امرنا ان نصلی علیک و نسلم علیک فاما السلام فقد عرفناہ ولکن کیف نصلی قال تقولون = اللھم صل علی محمد کما صلیت علی آل ابراھیم فذکرہٗ

محمد بن عبد الرحمن بن بشر بن مسعود رض سے روایت ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا (یہ راوی کا شک ہے کہ حدیث میں لفظ قلنا تھا یا قیل) کہ ہم کو آپ پر درود پڑھنے اور سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے سلام کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہے لیکن درود کیسے پڑھیں آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو = اس کے بعد باقی الفاظ راوی نے پہلے حدیث کے درود کے بیان کیے - (دونوں میں فرق ہے کہ پہلی حدیث میں صل علی آل محمد ہے اور اس میں صل علی محمد)

یہ عبد الرحمن رض صحابہ کرام میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حافظ ابن مندہ نے بذیل صحابہ ان کا ذکر کر کے بجائے ابن بشر ابن بشیر ضبط فرمایا ہے اور تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبد البر ابن بشیر ہیں (یعنی صحیح نام اس طرح پر ہے) لوگ ان کو ابن بشر کہتے ہیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث فضیلت حضرت علی رض میں بیان کی ہے جسے اُن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور دوسری حدیث اُن سے درود کے بارے میں محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں۔

ابی بردہ بن نیار رض کی حدیث } بروایت نسائی رح

اخبرنی زکریا بن یحییٰ[ملہ] ثنا ابو کریب ثنا ابو اسامۃ عن سعید بن سعید بن عمیر عن عقبۃ بن نیار عن عمہ ابی بردۃ[ملہ] بن نیار قال قال رسول اللہ

عقبہ بن نیار اپنے چچا ابو بردہ بن نیار رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میری امت میں سے جو شخص خلوص قلب کے ساتھ مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کی بدولت خدائے تعالیٰ

ملہ زید بن علی بن دینار النخعی ان کا نام و نسب ہے ۱۲ ملہ ان کا نام ہانی بن نیار ہے بلوی ہیں اور انصار کے حلیف جنگ بدر میں شریک تھے ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ من امتی صلوٰۃ
مخلصا من قلبہ صلی اللہ علیہ بہا عشر صلوات
ورفعہ بہا عشر درجات وکتب لہ بہا عشر
صلوات ورفعہ بہا درجات وکتب لہ
بہا عشر حسنات ومحی عنہ عشر سیئات ٥

اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجے گا اور دس درجے اس کے بڑھائیگا
اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی اور
دس گناہ اس کے محو ہوں گے ۔

اس حدیث میں یہ علت ہے کہ ان ہی نسائی رح نے اس کو اس سند سے بھی روایت کیا ہے
انا الحسین بن حریث ثنا وکیع عن سعید بن سعید عن سعید بن عمیر الانصاری عن ابیہ وکان
بدریا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ فذکرہٗ یہ سند پہلی سند سے بالکل
مختلف ہے ابواسامہ و وکیع حالانکہ ایک ہی شیخ سے روایت کرتے ہیں مگر ان کی سند کچھ ہے اور انکی کچھ۔
حافظ ابو قریش محمد بن جمعہ کہتے ہیں کہ میں نے اس اختلاف کے بارے میں ابوزرعہ رازی سے دریافت
کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ابواسامہ والی روایت قرین صواب ہے ۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اپنی سند
یوں ضبط کی ہے ثنا عبید بن غنام ثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ثنا ابواسامۃ عن سعید بن ابی سعید
ابی الصبّاح ثنا سعید بن عمیر بن عقبۃ بن نیار الانصاری عن عمہ ابی بردۃ بن نیار فذکرہ
اور ابن ابی عاصم نے کتاب الصلوٰۃ میں اس حدیث کو عن ابی بکر بن ابی شیبۃ عن ابی اسامۃ
عن سعید بن ابی سعید کہکر روایت کیا ہے ۔ (پھر بھی پہلی سند طبرانی کی سند سے مختلف رہی
اس میں ایک واسطہ سعید بن ابی سعید کا زائد ہے)

عمار بن یاسر رضؓ کی حدیث } جسے ابوالشیخ اصبہانی نے اس طریقہ پر روایت کیا ہے ۔

حدثنا اسحاق ابن
احمد الفارسی ثنا ابوکریب ثنا قبیصہ عن نعیم
بن ضمضم قال قال لی عمران بن حمیری
الا احدثک عن خلیلی عمار بن یاسر قلت بلی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان للہ تبارک وتعالی ملکا اعطاہ اسماع
الخلائق فہو قائم علی قبری اذا مت
فلیس احد یصلی علیّ صلوٰۃ الا قال یا محمد

نعیم بن ضمضم روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمران بن
حمیری نے کہا ۔ کیا میں تمھیں اپنے دوست عمار بن
یاسر رضؓ کی حدیث نہ سناؤں میں نے کہا ہاں ضرور
سناؤ انھوں نے کہا کہ عمار رضؓ کہتے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی
کا ایک فرشتہ ہے جس کو خلق کی باتیں سن لینے کی
قوت اس نے عطا فرمائی ہے میرے انتقال کے بعد
وہ میری قبر پر کھڑا رہا کریگا اور جب کوئی شخص مجھ پر

صلی علیك فلان بن فلان قال فیصلی الرب تبارك وتعالیٰ علی ذلك الرجل بکل واحدۃ عشراً ۵

درود پڑھے گا تو مجھے اطلاع کرے گا کہ اے محمد فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پڑھنے والے پر ہر درود کے بدلے دس بار صلوٰۃ بھیجیگا۔

طبرانی نے اسی حدیث کو معجم کبیر میں یوں روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة ثنا ابوکریب ثنا قبیصة بن عقبة عن نعیم بن ضمضم عن ابن الحمیری قال قال عمران یا ابن الحمیری الا احدثك عن حبیبی نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قلت بلیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا عمار ان للّٰہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق کلها وهو قائم علی قبری اذا امت الی یوم القیامة فلیس احد من امتی یصلی علی صلوٰۃ الا اسماہ باسمه واسم ابیه قال یا محمد صلی علیك فلان کذا وکذا فیصلی الرب عز وجل علی ذلك الرجل بکل واحدۃ عشراً۔

نعیم بن ضمضم روایت کرتے ہیں کہ ابن حمیری نے روایت کی کہ عمران نے مجھ سے کہا کہ اے ابن حمیری کیا میں تم سے اپنے حبیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں میں نے کہا ہاں بیان کرو انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمار خدائے تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام خلق کی باتیں سُن لینے کی قوت اُس نے عطا فرمائی ہے۔ جب میرا انتقال ہوگا تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ میری امت میں سے کوئی شخص مجھپر درود نہ پڑھے گا کہ وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے یہ نہ کہے کہ اے محمد فلاں شخص نے اس اس طرح (یا) اتنی بار آپ پر درود پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پڑھنے والے پر ہر ایک درود کے بدلے دس بار صلوٰۃ بھیجیگا۔

طبرانی کی دوسری روایت ثنا احمد بن داؤد المکی ثنا عبد الرحمن بن صالح الکوفی ثنا نعیم بن ضمضم عن خال له یقال له عمران الحمیری قال سمعت عمار بن یاسر یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان للّٰہ ملکا اعطاہ اللّٰہ سمع العباد فلیس

نعیم بن ضمضم اپنے ماموں سے جن کا نام عمران الحمیری ہے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اس نے بندوں کی باتیں سُن لینے کی قوت عطا فرمائی ہے (بس) کوئی شخص

من احد یصلی علی صلوٰۃ الا بلغنیہا وانی سألت ربی ان لا یصلی علی عبد صلوٰۃ الا صلی اللہ علیہ عشر امثالہا ہ

مجھ پر درود نہیں پڑھتا ہے کہ وہ مجھے اس کی اطلاع نہ پہنچا دے۔ اور میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے خدائے تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجے۔

رویانی رح نے اپنی سند میں یہ حدیث بسند عن کریب قبیصۃ عن نعیم بن ضمضم روایت کی ہے (سند حدیث حرف عن کے ساتھ ہو یا حدثنا کہکر اصبہانی کی سند اور طبرانی کا دوسرا طریقہ متحد ہونے کی وجہ سے جس کی تائید رویانی کی روایت سے بھی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ طبرانی کی پہلی روایت میں راوی کا عن نعیم بن ضمضم عن ابی الحمیری کا احد ثلث عن حبیبی نبی صلعم کہنا وہم پر مبنی ہے روایت دراصل عمار بن یاسر رض ہی سے ہے)

ابوامامہ بن سہل بن حنیف رض کی حدیث جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں روایت کیا ہے۔

اخبرنی مطرف بن ماز ن عن معمر عن الزہری قال اخبرنی ابوامامۃ بن سہل بن حنیف انہ اخبرہ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان السنۃ فی الصلوٰۃ فی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرء فاتحۃ الکتاب بعد التکبیرۃ الاولی سرا فی نفسہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویخلص الدعاء للجنازۃ فی التکبیرات ولا یقرأ فی شئ منہن ثم یسلم سرا فی نفسہ ہ

ابوامامہ رض نے حدیث بیان کی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صاحب نے مجھے خبر دی ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کا طریقہ مسنون یہ ہے کہ امام تکبیر کہکر اس کے بعد سورۂ فاتحہ آہستگی سے دلمیں پڑھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر میت کے لیے خلوص سے دعا مانگے۔ (درود پڑھنے اور دعا مانگنے میں) ہر بار تکبیر کہے اور ان میں تکبیرات اور آیات قرآنی نہ پڑھے پھر آہستہ سے دلمیں سلام پھیرے۔

اسمٰعیل بن اسحٰق نے یہ حدیث اس طریقہ سے روایت کی ہے۔

ثنا محمد بن المثنی ثنا عبد الاعلی ثنا معمر عن الزہری قال سمعت ابا امامۃ بن سہل بن حنیف یحدث عن سعید

زہری سے روایت ہے کہ میں نے ابوامامہ رض کو سعید بن المسیب رض کے واسطہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ

بن المسیب قال ان السنۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ان یقراء فاتحۃ الکتاب ویصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یخلص الدعاء للمیت حتی یفرغ ولا یقراء الا مرۃ واحدۃ ثم یسلم فی نفسہ ۵	یہ ہے کہ الحمد پڑھکر درود شریف پڑھے پھر میت کے لیے اخلاص سے دعا کرے یہاں تک کہ (نماز سے) فارغ ہو جائے قراۃ صرف ایک بار کرے پھر چپکے سے دلمیں سلام پھیرلے (اس روایت میں مبہم صحابی کا نام ظاہر کردیا گیا ہے)

نسائی رح نے اپنی سنن میں یہ ہی حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ ابوامامہ بن سہل بن حنیف بن واہب الانصاری۔ بنی عمرو بن عوف بن مالک کے قبیلے سے ہیں جب یہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا اسعد بن زرارہ کے نام وکنیت پر ان کا نام اور کنیت رکھی اور ان کے لیے دعائے برکت فرمائی۔ ابوعمرو وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے ابن عبدالبر رح کہتے ہیں کہ سنہ ۱۰۰ھ ایک سو ہجری میں بچانوے ۹۵ برس کی عمر پوری کرکے انھوں نے انتقال فرمایا۔ لیث بن سعد نے بواسطہ یونس۔ ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ مجھے ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے خبر دی اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل کیا ہے (اس سند کے بیان کرنے سے صرف اثبات صحبت مقصود ہے اس لیے حدیث نہیں بیان کی گئی) لیکن اس پہلی حدیث کی سند میں اختلاف ہے یعنی مطرف والی سند جو اوپر بیان کی گئی اُس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ ابوامامہ رض کسی دوسرے صحابی کے واسطے سے روایت حدیث فرماتے ہیں جیسا کہ اسمٰعیل بن اسحٰق کی روایت میں ان صحابی کا نام بھی ظاہر کردیا گیا ہے اور دوسری سند سے کہ وہ بھی امام شافعی رح نے ہی ضبط فرمائی ہے یہ ظاہر ہے کہ وہ خود ہی بلا واسطہ روایت حدیث فرماتے ہیں چنانچہ اُس کے الفاظ یہ ہیں قال عبدالاعلی عن معمر عن الزھری عن ابی امامۃ من السنۃ الخ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی ہو حدیث بہر حال نقصان سے پاک ہے اس لیے کہ صحابی کا نام مخفی رہنا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں ہے (اس لیے کہ صحابہ کل عدول و ثقہ ہیں) علماء فن کا اس امر میں اختلاف ہے کہ جب صحابی کسی فعل کو من السنۃ فرمائیں تو وہ فعل مرفوع کے حکم میں ہے یا نہیں ایک فریق کی رائے میں اُسے مرفوع کے حکم میں سمجھنا چاہیے دوسرا گروہ اس قول کا مخالف ہے۔ لیکن قول فیصل اس بارے میں یہی ہے

ملہ اس حساب سے تقریبًا وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ان کی عمر چھ سات سال کی تھی ۱۲

کہ اسے مرفوع سمجھنا چاہیے جیساکہ کتب فن میں اپنے موقع پر مذکور ہے۔

جابر بن سمرۃ رضؓ کی حدیث } بروایت دقیقی رحؒ

حدثنا اسمٰعیل ابن ابان الوراق الکوفی حدثنی قیس بن الربیع عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرۃ قال صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فقال آمین آمین آمین فقیل یا رسول اللہ ما کنت تصنع ھذا فقال قال لی جبرئیل فذکر الحدیث وقال فیہ یا محمد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فمات فدخل النار فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین۔

جابر بن سمرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ پڑھنے کے لیے) منبر پر تشریف یجاکر آمین آمین فرمایا (بعد فراغت) آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ کیا (تھی) بات آپ نے فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل عؑ نے کہا ہے اس کے بعد (وہی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے) راوی نے روایت کی جس میں یہ ذکر ہے کہ اے محمد جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ درود نہ پڑھے اور مرجائے اور پھر داخل جہنم ہو اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت سے ہمیشہ دور رکھے آپ آمین فرمایئے۔ میں نے اس بنا پر آمین کہی تھی۔

قیس بن ربیع (راوی حدیث) کا حافظہ اگرچہ اچھا نہیں لیکن صدوق ہیں شعبہ ان کی تعریف کیا کرتے تھے ابو حاتم فرماتے ہیں کہ گو وہ قوی نہیں مگر صدوق ہیں۔ ابن عبد البر کا مقولہ ہے کہ ان کی عام روایات درست ہیں اس کے علاوہ اس حدیث کی اصلیت حضرات ابو ہریرہ وکعب بن عجرہ وابن عباس ومالک بن الحویرث وعبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضؓ کی احادیث سے ثابت ہے۔ ابو ہریرہ وکعب بن عجرہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں باقی آئندہ آتی ہیں۔

مالک بن الحویرث رضؓ کی حدیث } بروایت ابو حاتم بستی رحؒ (صحیح)

حدثنا عبداللہ بن صالح البخاری ببغداد ثنا الحسن بن علی الحلوانی حدثنا عمران بن ابان ثنا مالک بن الحویرث[1] عن ابیہ عن جدہ قال صعد رسول اللہ

حضرت کعب بن عجرہ وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیثیں جو پہلے گزر چکی ہیں اُن کا اوران احادیث کا

[1] ابن الحویرث کے عن ابیہ جدہ کہنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے مالک بن الحویرث خود صحابی ہیں وہ اپنے دادے کے واسطہ سے کیا روایت فرمائیں گے قاعدہ کے موافق جہاں اس قسم کی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

صلے اللہ علیہ وسلم المنبر فلما رقی عتبۃ قال آمین ثم رقی عتبۃ اخری قال آمین ثم رقی فی عتبۃ ثالثۃ قال آمین ثم قال آتانی جبرئیلؑ وقال یا محمدؐ من ادرک رمضان فلم یغفر لہ فابعدہ اللہ قلت آمین ومن ادرک والدیہ اواحدھما فدخل النار فابعدہ اللہ فقلت آمین فقال من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین۔

ترجمہ تقریباً یکساں ہے اس لیے دوبارہ ترجمے کی ضرورت نہ سمجھی گئی صرف بعض الفاظ کا ترادف یا تقدیم وتاخیر ہے وہ مارج مقصود نہیں۔

عبداللہ بن جزء الزبیدی رضؓ کی حدیث
جسے جعفر الفریابیؒ نے روایت کیا ہے۔

ثنا عبداللہ بن یوسف ثنا ابن لھیعۃ عن عبداللہ ابن یزید الحضرمی عن مسلمہ بن یزید الصدفی عن عبداللہ بن الحارث ابن جزء الزبیدی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فصعد المنبر فلما صعد اول درجۃ قال آمین ثم صعد الثانیۃ فقال آمین ثم صعد الثالثۃ فقال آمین فلما نزل قیل لہ رأیناک صنعت شیأ ما کنت تصنعہ فقال ان جبریلؑ تبدی لی فی اول درجۃ فقال یا محمد من ادرک احد والدیہ فلم یدخلاہ الجنۃ فابعدہ اللہ ثم ابعدہ قال فقلت آمین ثم قال فی الثانیۃ من ادرک شھر رمضان فلم یغفر لہ ابعدہ اللہ ثم ابعدہ اللہ فقلت آمین فقال فی الثالثۃ ومن ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ فقلت آمین۔

ابن عباس رضؓ کی حدیث
بروایت طبرانیؒ

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا لیث بن ھارون العکلی ثنا محمد بن فضیل عن یزید بن ابی زیاد عن مجاھد

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۲) روایت ہو پہلے نسب راوی میں باپ دادا کا نام ظاہر کیا جاتا ہے پھر عن ابیہ عن جدہ کہا جاتا ہے یہاں وہ صورت بھی نہیں ہے اور پھر عنوان روایت خود انھیں کے نام سے ہے ۱۲

عن ابن عباس رضہ قال بینا النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی المنبر اذ قال آمین ثلاث مرات فسئل عن ذلک فقال آتانی جبریل فقال من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین قال ومن ادرک والدیہ او احدہما فمات ولم یغفر لہٗ فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین ومن ادرک رمضان فلم یغفر لہٗ فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین ہ

دوسری حدیث بروایت محمد بن الحسن الہاشمی رح

حدثنی سلیمان ابن الربیع ثنا کادح بن رحمۃ ثنا نہشل بن سعید عن الضحاک عن ابن عباس رضہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ فی کتاب لم تزل الصلوٰۃ جاریۃ لہ مادام اسمی فی ذلک الکتاب ہ

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص میرے نام کے ساتھ کسی کتاب میں درود (صلی اللہ علیہ وسلم یا اسی قسم کا دوسرا جملہ) لکھتا ہے جبتک میرا نام اس کتاب میں قایم رہے گا اس پر صلوٰۃ جاری رہے گی۔

اس سند کے دو[۲] راوی کادح ونہشل غیر ثقہ اور کذب کے ساتھ متہم ہیں۔ اس بارے میں اس حدیث اور ایک دوسری حدیث کے سوا جسے ابن الجارود نے روایت کیا ہے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ ابن الجارود کا یہ طریقہ ہے۔ ثنا محمد بن عاصم ثنا بشر بن عبید ثنا محمد بن عبد الرحمن عن عبد الرحمن بن عبد اللہ عن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد وہی متن حدیث ہے جو اوپر گزر گیا۔ ایک جگہ یہی حدیث موقوفاً جعفر بن محمد کے مقولے کے طور پر بیان کی گئی ہے جسے محمد بن حمیران سے یوں روایت کرتے ہیں۔

قال من صلے علیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی کتاب صلت علیہ الملیکۃ غدوۃً ورواحاً مادام اسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ذلک الکتاب ہ

جعفر بن محمد رضہ نے کہا جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ کسی کتاب میں درود لکھتا ہے جب تک آپ کا نام نامی کتاب میں درج رہے گا فرشتے (صبح وشام) آتے جاتے اس پر صلوٰۃ بھیجتے رہیں گے۔

قرین صواب یہی ہے کہ یہ جملہ جعفر بن محمد رضہ کا مقولہ ہے حدیث مرفوع نہیں (بہرحال کچھ بھی ہو فائدے

سے خالی نہیں ہے) احمد بن عطار رودباری کہتے ہیں کہ ابوصالح عبداللہ بن صالح رح فرماتے تھے کہ بعض اصحاب حدیث کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر ان سے دریافت کیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ مجھے بخشدیا گیا پھر سوال کیا گیا کس بنا پر انھوں نے کہا کہ میں اپنی کتابوں میں حدیث لکھتے وقت جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ صلوٰۃ لکھا کرتا تھا وہی میری مغفرت کا باعث ہوا۔

تیسری حدیث جسے طبرانی نے معجم میں روایت کیا ہے۔

عن عبدان بن احمد ثنا جبارة بن مغلس ثنا حماد بن زید عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من نسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنة ٥

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کو (میرا نام لینے یا سننے کے وقت) درود پڑھنا یاد نہ رہا اس نے جنت کا راستہ بھلا دیا۔

اس حدیث کو ابن ماجہ رح نے بھی اپنی سنن میں جبارہ بن مغلس کے واسطے سے روایت کیا ہے یہ جبارہ ایسے (سیدھے سادے) بزرگ تھے کہ اگر کوئی شخص گھڑ کر بھی ان کو حدیث سنا دیتا تھا تو یہ بے سوچے سمجھے اس کی روایت کرنے لگتے تھے۔ لیکن چونکہ یہی مضمون احادیث ابوہریرہ وحسین بن علی وابن عباس ومحمد بن حنیفہ رضہم سے ثابت ہے راوی کا بھولا پن صحت واصلیت حدیث میں قادح نہیں۔ ابن عباس وحسین بن علی رضی اللہ عنہم کی حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں باقی دو حدیثیں یہ ہیں۔ محمد بن حنیفہ رض کی حدیث جسے ابن ابی عاصم نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں روایت کیا ہے حدثنا ابوبکر ثنا حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من ذکرت عندہ فنسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنة ٥ ابوہریرہ رض کی حدیث جسے عبدالخالق بن الحسن السقطی رح نے روایت کیا ہے۔ ثنا محمد بن سلیمان بن الحارث ثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنی ابی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من نسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنة ٥

ابوذر رض کی حدیث جسے اسمٰعیل بن اسحٰق رح نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں

روایت کیا ہے۔

ثنا الحجاج بن المنہال ثنا حماد بن سلمۃ عن سعید بن هلال العنزی قال رجل من اھل دمشق عن عوف بن مالک عن ابی ذر رضہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ قال ان ابخل لناس من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ صلی اللہ علیہ وسلم ٥

ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سب انسانوں میں زیادہ بخیل وہ انسان ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود مجھ پر نہ پڑھے صلے اللہ علیہ وسلم۔

ابن ابی عاصم نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں اس طریقہ سے روایت کیا ہے۔

ثنا عمر بن عثمان ثنا محمد بن شعیب بن شابور عن عثمان بن العاتکۃ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامۃ عن ابی ذر قال خرجت ذات یوم فاتیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال الا اخبرك با بخل الناس قالوا بلیٰ یارسول اللہ قال من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ فذلك ابخل الناس ٥

ابوامامہ رضہ ابوذر رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں گھر سے نکلکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں تجھے سب سے زیادہ کنجوس آدمی کا پتہ نہ بتاؤں (ہم سب حاضرین نے) عرض کیا ہاں یارسول اللہ (بتائیے) آپ نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود نہ پڑھے وہی سب سے زیادہ بخیل ہے۔

اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے روایت فرماتے ہیں علی بن ابی طالب وحسین رضی اللہ عنہما کی احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں ان کا بھی یہی مضمون ہے۔

واثلہ بن الاصقع رضہ کی حدیث جسے ابن منیع نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

ثنا یوسف بن عطیۃ الصفار عن العلاء بن کثیر عن مکحول عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایما قوم جلسوا فی مجلس ثم تفرقوا قبل ان یذکروا اللہ ویصلوا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان ذلك المجلس

واثلہ بن اسقع رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو لوگ کسی مجلس میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور مجھ پر درود پڑھنے سے پہلے مجمع برخاست کر دیں تو یہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی (درود پڑھنے والوں کے مراتب اعلیٰ دیکھکر)

علیہم ترۃ یوم القیامۃ یعنی حسرۃ ہ

ابوسعید خدری و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہو چکا ہے۔

ابوبکر الصدیق رضؓ کی حدیث

بروایت ابن شاہین رحؒ

ثنا عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث حد ثنا علی بن الحسین المکتب ثنا اسمٰعیل بن یحیٰی بن عبید اللہ التیمی ثنا فطر بن خلیفۃ عن ابی الطفیل عن ابی بکر الصدیق رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من صلی علیؐ کنت شفیعہ یوم القیامۃ ہ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے جو شخص مجھپر درود پڑھیگا میں قیامت کے دن اُس کا شفیع ہونگا۔

ابن ابی داؤد رحؒ نے یہ حدیث" انہی علی بن الحسین سے زیادہ وضاحت کے ساتھ" روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

ثنا علی بن الحسین ثنا اسمٰعیل بن یحیٰی ثنا فطر بن خلیفۃ عن ابی الطفیل عن ابی بکر الصدیق رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع یقول ان اللہ عزوجل قد وھب لکم ذنوبکم عند الاستغفار فمن استغفر بنیۃ صادقۃ غفر لہ ومن قال لا الٰہ الا اللہ رجح میزانہ ومن صلی علیؐ کنت شفیعہ یوم القیامۃ ہ

ابوبکر صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حج الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ معافی چاہنے کے وقت خدائے تعالیٰ تمھارے گناہ معاف فرما دیتا ہے پس جو شخص سچے دل سے معافی چاہے گا اُس کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور جو لا الٰہ الا اللہ کا ورد کریگا اس کا پلہ (قیامت کے دن) بھاری ہوگا اور جو مجھپر درود پڑھے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہونگا۔

حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث

بروایت ابراہیم بن رشید بن مسلم رحؒ

ثنا عمر بن حبیب القاضی ثنا ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عایشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من عبد صلے علیؐ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ مجھپر درود نہیں پڑھے گا کہ ایک فرشتہ اس کو لیجاکر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پیش

صلوٰۃ الاعرج بہا ملک حتی یجیئ بہا وجہ الرحمن عزوجل فیقول ربنا تبارک وتعالیٰ اذھبوا بہا الی قبر عبدی یستغفر لصاحبہا وتقر بہا عینہ ٥

ذکر ے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا کہ یہ (تحفہ) میرے بندے (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر پر لیجاؤ تاکہ وہ پڑھنے والے کے لیے دعا رمغفرت کرے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

دوسری حدیث بروایت ابونعیم رحمہ

انا عبداللہ بن جعفر انا اسمٰعیل بن عبداللہ ثنا عبدالرحمن بن ھانی ثنا ابومالک ھو عبدالملک بن حسین عن عاصم بن عبیداللہ عن القاسم بن محمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علی صلوٰۃ صلت علیہ الملٰئکۃ ما صلے علی فلیکثر عبد او یقل۔

عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتے اس پر جبتک وہ درود پڑھتا رہے صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں (اب) خواہ کوئی اس میں بیشی کرے یا کمی (یہ اس کی توفیق ہے)

عبداللہ بن عمرو رضہ کی حدیث بروایت ابوداؤد رحمہ (سنن)

حدثنا محمد یعنی ابن سلمۃ ثنا ابن وھب عن ابن لھیعۃ وحیٰوۃ وسعید بن ابی ایوب عن کعب بن علقمۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلے علی صلے اللہ علیہ عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی اُسی طرح[1] کہو (یعنی وہی کلمات اذان ادا کرو) پھر مجھ پر درود پڑھو اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے خدا اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے پھر اللہ سے دعا مانگو کہ وہ مجھے وسیلہ عنایت فرمائے وسیلہ جنت کا ایک (بڑا) درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے ایک بندے کے

---

[1] لیکن حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے بدلے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنا چاہیے اس لیے کہ دوسری حدیث میں یہ صراحت آگئی ہے ۱۲

من عباد الله وارجوان اکون انا ھو فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة ہ

لیے مخصوص ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جو شخص میرے لیے وسیلہ حاصل ہونے کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی (یعنی وہ شفاعت کا مستحق ہوگا)

امام مسلم رح نے یہ حدیث بواسطہ محمد بن سلمہ روایت کی ہے۔

دوسری حدیث جسے عبداللہ بن احمد رح نے روایت کیا ہے مگر یہ حدیث موقوف ہے۔ (مسند احمد رح)

ثنا ابی ثنا یحیٰی بن اسحٰق ثنا ابن لھیعة عن عبداللہ بن ھبیرة عن عبد اللہ ر وفی نسخة عبد الرحمٰن بن شریح الخولانی قال سمعت ابا قیس مولیٰ عمرو بن العاص یقول سمعت عبد اللہ بن عمرو یقول من صلی علی رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم صلوٰة صلے اللہ علیه وملٰئکته بها سبعین صلوٰة فلیقل من ذلك اولیکثر ہ

ابوقیس عمرو بن عاص کے غلام کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رض کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر بار اُس پر صلوٰۃ بھیجیں گے۔ خواہ اس میں کوئی کمی کرے یا بیشی (یہ اس کی توفیق ہے)

تیسری حدیث جسے حافظ ابوموسیٰ المدینی نے روایت کیا ہے مگر یہ بھی موقوف ہے۔

ثنا محمد بن ابی العوام عن ابیه ثنا ابراھیم بن سلیمان ابو اسمٰعیل المودب عن سعید بن معروف عن عمرو بن قیس او ابن ابی قیس عن ابی الجوزاء عن عبد اللہ بن عمرو قال من کانت له الی اللہ حاجة فلیصم الاربعاء والخمیس والجمعة فاذا کان یوم الجمعة تطھر وراح الی المسجد فتصدق بصدقة قلت اوکثرت فاذا صلے الجمعة قال اللھم انی اسألك باسمك بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الذی لا الٰه الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنة

عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہ جس شخص پر کوئی کڑی آپڑے تو اُسے چاہیے کہ بُدھ جمعرات جمعہ کا روزہ رکھے اور جمعہ کے دن نہا دھو کر مسجد کو جائے اور تھوڑا بہت جیسی توفیق ہو صدقہ دے۔ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوجائے تو یہ دعا مانگ کر آخر میں اپنی حاجت بیان کرے انشاءاللہ اس کی دعا قبول ہوگی اور یہ بھی کہا کہ اس راز سے بیوقوفوں کو مطلع نہ کرو اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ کسی بُری بات یا قطع رحم کے لیے دعا کریں (ترجمہ دعا) اے پروردگار کیسے پروردگار کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو ہی جیتا جاگتا ایسا

ولا نوم الذی ملأت عظمته السموات والارض الذی عنت له الوجوہ وخشعت له الاصوات وجلت القلوب من خشیته ان تصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وان تعطینی حاجتی = وھی کذا وکذا فانہ یستجاب له انشاء اللہ تعالیٰ وقال کان یقول لا تعلموا سفہاءکم لئلا یدعو علی ماثم او قطیعۃ رحم ۵

خدا ہے کہ جسے نہ تو اونگھ ستاتی ہے اور نہ تجھ پر نیند غالب ہوتی ہے۔ تیری بڑائی سے سب آسمان اور زمینیں بھری پڑی ہیں تیری وہ ذات ہے کہ سب کے موتھ تیرے ہی آگے عاجزی سے اپنے فروتنی کا اظہار کرتے ہیں اور سب (کی) آوازیں تیرے ہی سامنے گڑگڑاتی ہیں اور سب (کے) دل تیرے خوف سے کانپتے ہیں۔ میں تجھے تیرے نام کا واسطہ دیکر اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر سوال کرتا ہوں کہ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل کر اور میری حاجت برلا۔

ابوالدرداء رض کی حدیث } جسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

ثنا محمد بن علی بن حبیب المطرانفی الرقی ثنا محمد بن علی بن میمون ثنا سلیمان بن عبد اللہ الرقی ثنا بقیۃ بن الولید عن ابراہیم بن محمد بن زیاد قال سمعت خالد بن معدان یحدث عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علی حین یصبح عشرا وحین یمسی عشرا ادرکتہ شفاعتی۔

ابوالدرداء رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص صبح و شام مجھ پر دس دس بار درود پڑھے گا وہ میری شفاعت میں داخل ہوگا۔

دوسری حدیث انھیں طبرانی رح کی روایت سے۔

ثنا یحیٰی بن ایوب العلاف ثنا سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلے علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۵

ابوالدرداء رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو اس لیے کہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو مجھ پر درود پڑھے اور مجھے اس کی آواز (یعنی درود پڑھنا) نہ پہنچ جائے (یعنی معلوم نہ ہوجائے) ہم نے عرض کیا۔ کیا وفات شریف کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا۔ ارشاد فرمایا ہاں میری

وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا خدا نے زمین پر اجساد انبیا کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔

سعید بن عمیر الانصاری رضہ کی حدیث جسے سعید نے اپنے والد عمیر بدری رضہ سے روایت کیا ہے (یہ عمیر بن نیار رضہ انصاری بدری صحابی ہیں) اس حدیث کو عبد الباقی بن قانع[۱] نے یوں ضبط کیا ہے۔

حدثنا احمد بن محمد بن عبد اللہ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ قال حدثنی محمد بن ہشام ثنا محمد بن ربیعۃ الکلابی عن ابی الصباح البھری حدثنی سعید بن عمیر عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ صادقاً من نفسہ صلے اللہ علیہ عشر صلوات ورفعہ عشر درجات وکتب لہ بھا عشر حسنات ٥

عمیر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص صدق دل سے (اخلاص کے ساتھ) مجھپر درود پڑھتا ہے خدائے تعالی اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے دس درجے بڑھاتا ہے اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔

دوسرا باب

(موقوف[۲] و مرسل حدیثوں کے بیان میں)

حدیث[۱] جسے قاضی اسمٰعیل نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے یہ حدیث موقوف ہے ثنا عبد الرحمن بن واقد العطار ثنا ھشیم ثنا حصین بن عبد الرحمن عن یزید الرقاشی قال ان ملکاً موکل یوم الجمعۃ من صلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان فلاناً من امتک یصلی علیک ٥ (۲) **حدیث** بروایت اسمٰعیل موصوف حدثنا سلام ثنا

ملہ دارقطنی کے استاد ہیں ان کی کتاب کا نام معجم ابن قانع ہے ۱۲

ملہ یہ احادیث چونکہ بیشتر وہی ہیں جو موقوفات میں گزر چکی ہیں لہذا ان کا ترجمہ یہاں اطالت محض سمجھکر قلم انداز کیا جاتا ہے البتہ اگر کوئی خاص صورت ہوگی تو اس کا ترجمہ بطور حاشیہ لکھا جائیگا۔

مبارك عن الحسن عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اکثروا علی الصلوٰۃ یوم الجمعۃ۔
(۳) حدیث بروایت ابراہیم بن الحجاج ثنا وھیب عن ایوب قال بلغنی واللہ اعلم ان ملکا موکل بکل من یصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم حتی یبلغہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ (۴) حدیث ثنا ابراہیم بن حمزۃ ثنا عبدالعزیز بن محمد عن سُھیل[1] قالت جئت اسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وحسن بن حسین رضہ یتعشّٰی فی بیت عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فدعانی فجئتہٗ قال ادن فتعش قال قلت لا اریدہ قال لی مالی رایتک وقفت قال وقفت اسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا دخلت المسجد فسلم علیہ ثم قال ان رسول اللہ قال صلوا فی بیوتکم ولا تجعلوا بیوتکم مقابر لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد وصلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث ماکنتم ہ (۵) حدیث[2] ثنا سلیمان بن حرب ثنا جریر بن حازم قال سمعت الحسن یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحسب امرء من البخل ان اُذکر عندہ فلا یصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (۶) حدیث ثنا سلیم ابن سلیمان الضبی ثنا ابوحرّۃ عن الحسن قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفی بہ شحًاً ان یذکرنی قوم فلا یصلّون علیّ صلے اللہ علیہ وسلم (۷) حدیث ثنا حازم ثنا جریر عن الحسن رفعہ[3] اکثروا من الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ۔

---

[1] سہیل سے روایت ہے کہ میں (روضۂ مبارک) پر سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ وہیں قریب ایک گھر میں حسن بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما طعام شب تناول فرمارہے تھے آپ نے مجھے بُلایا جب میں قریب پہنچا کھانے کی تواضع فرمائی میں نے اُس وقت خواہش نہ ہونے کا عذر کیا تب آپ نے میرے کھڑے ہونے کا سبب دریافت کیا۔ میں نے وجہ قیام ظاہر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ تم جب مسجد میں داخل ہو اُسی وقت سلام پڑھ لو (یہی آداب سلام ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو مقبرے نہ بناؤ خدا یہود پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا ہے البتہ مجھ پر درود پڑھو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائیگا ۱۲

[2] پانچویں اور چھٹی حدیث میں بحسب امرء من البخل اور کفی بہ شحاً کے یہ معنے ہیں کہ انسان کے بخیل ہونے کے لیے یہ امر کافی ہے ۱۲ [3] حسن رضہ اس حدیث کو ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۱۲

(۸) حدیث ثنا اسمٰعیل بن ابی اویس ثنا سلیمان بن بلال عن جعفر عن ابیہ رفعہ الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم من نسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنۃ (۹) حدیث ثنا علی بن عبد اللہ ثنا سفیان قال قال عمرو عن محمد بن علی بن حسین قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من نسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنۃ (اس حدیث کا ذکر احادیث حسین رضی اللہ عنہ میں آچکا ہے) (۱۰) حدیث سلیمان بن حرب و عارم قالا ثنا حماد بن زید عن عمرو عن محمد بن علی یرفعہ من نسی الصلوٰۃ علی خطاء طریق الجنۃ (۱۱) حدیث ثنا ابراهیم بن الحجاج ثنا وهیب عن جعفر عن ابیہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد خطاء طریق الجنۃ (۱۲) حدیث ثنا محمد بن ابی بکر ثنا عمر بن علی بن ابی بکر الجشمی عن صفوان بن سلیم عن عبید اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علی او سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ شفاعتی یوم القیامۃ (۱۳) حدیث ثنا سلیمان بن حرب ثنا حماد بن سلمۃ ثنا سعد الجریری عن یزید بن عبد اللہ انہم کانوا یستحبون ان یقولوا = اللّٰھم صل علی محمد النبی الامی علیہ السلام (۱۴) حدیث ثنا عاصم بن علی المسعودی عن عون بن عبد اللہ الخ (یہ پوری حدیث احادیث ابن مسعودؓ میں پانچویں نمبر پر ضبط تحریر میں آچکی ہے بخیال تکرار یہاں نقل نہیں کی گئی حدیث چونکہ موقوف ہے بمناسبت باب مصنف رحہ نے اس کو یہاں مکرر بیان کیا ہے اور پھر دوسری سند اس کے کچھ اختلاف متن کے ساتھ یہ تحریر فرماتے ہیں) (۱۵) حدیث یحیی الحمانی ثنا هشیم ثنا ابو بلج ثنا یونس مولی هشام قال قلت لعبد اللہ ابن عمرو او ابن عمر کیف الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال اللّٰھم اجعل صلواتک وبرکاتک ورحمتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک قاید الخیر وامام الخیر ورسول الرحمۃ اللّٰھم ابعثہ مقاماً محمود ایغبطہ الاولون والاخرون وصل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وآل ابراهیم ہ (مصنف رحہ نے اس متن و سند پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے لیکن قرینہ اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث وہی عبد اللہ بن مسعود رہ کی پانچویں حدیث ہے راوی کو وہم ہوا اور انھوں نے عبد اللہ بن عمرو یا ابن عمر تو کہا لیکن پھر بھی حافظہ نے مدد نہ کی کہ عبد اللہ بن مسعود کہتے) (۱۶) حدیث اخبرنا محمود بن خداش ا نا جریر عن مغیرۃ عن ابی معشر عن ابراهیم قال قالوا یا رسول اللہ قد علمنا السلام علیک فکیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا

اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك واھل بیتہ کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید ہ (۱۷) حدیث ثنا سلیمان بن حرب ثنا السری[1] بن یحیی قال سمعت الحسن قال لما نزلت ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما قالوا یا رسول اللہ ھذا السلام قد علمنا کیف ھو فکیف تامرنا ان نصلی علیك قال تقولون اللھم اجعل صلوتك وبرکاتك علی محمد کما جعلتھا علی ابراھیم انك حمید مجید ہ (۱۸) حدیث ثنا سلیمان بن حرب ثنا عمرو بن مسافر حدثنی شیخ من اھلی قال سمعت سعید بن المسیب یقول ما من دعوۃ لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلھا الا کانت معلقۃ بین السماء والارض ہ ترمذی رح نے بواسطہ حدیث نضر بن شمیل یہ حدیث یوں روایت کی ہے عن ابی قرۃ الاسدی عن سعید بن المسیب عن عمر رض قال ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شئ حتی نصلی علی نبیك صلی اللہ علیہ وسلم ہ (یہ حدیث پوری سند سے احادیث عمر رض میں گزر چکی ہے) اگرچہ بعض راویوں نے اسے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے لیکن صحیح یہی امر ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے (۱۹) حدیث روی عبد الکریم بن عبد الرحمن الخزاز عن ابی اسحق السبیعی عن الحارث عن علی رض انہ قال ما من دعاء الا بینہ وبین السماء حجاب حتی نصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاذا صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انخرق الحجاب واستجیب الدعاء واذا لم یصل علی النبی صلی اللہ لم یستجب الدعاء ہ (یہ حدیث مع ترجمہ دوسری سند سے احادیث علی رض میں گزر چکی ہے مصنف رح کی تنقید کی وجہ سے دوبارہ لکھنے کی ضرورت ہوئی) اس حدیث کو اگرچہ سلام خزاز وعبد الکریم بن مالک جزار نے ابو اسحق سے مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے (۲۰) حدیث بروایت قاضی اسمٰعیل ثنا محمد بن المثنی ثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن عبد اللہ[2] بن الحارث ان ابا حلیمۃ معاذ

---

[1] سری بن یحیی حدیث بیان کرتے ہیں کہ حسن (بصری) سے میں نے سنا ہے کہ جب آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سلام تو ہمیں معلوم ہے مگر آپ پر درود پڑھنے کے متعلق آپ ہمکو کیا حکم فرماتے ہیں یعنی کس طرح پڑھا کریں آپ نے ارشاد فرمایا یوں پڑھو۔

[2] عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ ابو حلیمہ معاذ رض دعائے قنوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے تھے ۔

کان یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی القنوت ۵ (۲۱) حدیث ثنا معاذ بن اسد ثنا عبد اللہ بن المبارک انا ابن لہیعۃ حدثنی خالد بن یزید عن سعید بن ابی ہلال عن نبیہ[1] بن وہب ان کعباً دخل علی عائشۃ رض فذکروا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال کعب ما من فجر یطلع الا نزل سبعون الفا من الملٰئکۃ حتی یحفوا بالقبر یضربون باجنحتھم القبر ویصلون علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم حتی اذا امسوا عرجوا وھبط سبعون الفاً حتی یحفوا بالقبر یضربون باجنحتھم فیصلون علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم سبعون الفاً باللیل وسبعون الفاً بالنہار حتی اذا انشقت عنہ الارض خرج فی سبعین الفاً من الملٰئکۃ یزفونہ ۵ (۲۲) حدیث ثنا مسلم بن ابراھیم ثنا ھشام الدستوائی ثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ[2] ان ابن مسعود وابا موسیٰ وحذیفۃ خرج علیھم الولید بن عقبۃ قبل العید یوماً فقال لھم ان ھذا العید قد دنا فکیف التکبیر قال عبد اللہ تبدأ فتکبر تکبیرۃ تفتح بھا الصلوٰۃ وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک ثم تکبر وتفعل مثل ذلک* ثم تقرأ ثم تکبر وترکع ثم تقوم فتقرأ وترکع وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم محمد ثم تدعوا وتکبر وتفعل مثل ذلک ثم تکبر وتفعل مثل ذلک ثم ترکع۔ فقال حذیفہ وابو موسیٰ صدق ابو عبد الرحمٰن ۵

*ثم تکبر وتفعل مثل ذالک

---

[1] نبیہ بن وہب سے روایت ہے کہ ایک دن کعب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر شروع ہوگیا۔ کعب نے کہا کہ کوئی صبح ایسی نہیں ہوتی کہ ستر ہزار فرشتے آسمان سے اُتر کر قبر شریف کو نہ گھیر لیتے ہوں اور اپنے پروں سے اس کو جھاڑ کر شام تک درود پڑھنے میں مشغول نہ رہتے ہوں جب شام ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے ستر ہزار آکر یہی خدمت انجام دیتے ہیں اس صورت سے ستر ہزار فرشتے دن میں اور ستر ہزار رات میں آپ پر اس وقت تک درود پڑھتے رہیں گے کہ آپ پر (قیامت میں) زمین کھولی جائے۔ آپ ستر ہزار فرشتوں کی جلو میں میدان حشر میں تشریف لائیں گے ۱۷

[2] علقمہ روایت کرتے ہیں کہ عید سے ایک دن قبل ولید بن عقبہ نے ابن مسعود و ابو موسیٰ و حذیفہ رض عنہم کے جلسے میں آکر دریافت کیا کہ عید آرہی ہے اس میں تکبیریں کس طرح کہی جائیں گی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تکبیر افتتاح (جو پہلی بار نماز میں داخل ہونے کے لیے کہی جاتی ہے) سے نماز شروع کرکے خدا کی تعریف کرو اور درود پڑھو پھر دعا مانگو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو اس کے بعد قرارت کرو پھر تکبیر کہکر رکوع کرو پھر (جب رکوع وسجدات سے فارغ ہو جاؤ) تو کھڑے ہو کر قرارت کرو اور رکوع میں جاؤ مگر یوں کہ پہلے خدا کی حمد کرو نبی صلعم پر درود پڑھو (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

(۲۳) حدیث ثنا سلیمان بن حرب ثنا حماد بن سلمة عن عبد اللہ بن ابی بکر قال کنا بالخیف و معنا عبد اللہ بن ابی عتبة فحمد اللہ واثنی علیه وصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ودعا بدعوات ثم قام فصلی ٥ (۲۴) حدیث ثنا یعقوب بن حمید بن کاسب ثنا عبد اللہ بن عبد اللہ الاموی عن صالح بن محمد بن زائدة قال سمعت القاسم بن محمد یقول کان یستحب للرجل اذا فرغ من تلبیته ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم (۲۵) حدیث ثنا یحیی بن عبد الحمید ثنا سیف بن عمر التیمی عن سلیمان العبسی عن علی بن حسین قال قال علی ابن ابی طالب اذا مررتم بالمساجد فصلوا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم (۲۶) حدیث ثنا سلیمان بن حرب ثنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت سعید بن حران قال قلت لعلقمة ما اقول اذا دخلت المسجد قال تقول = صلی اللہ وملئکته علی محمد السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته ٥ (۲۷) حدیث ثنا عارم بن الفضل ثنا عبد اللہ بن المبارك ثنا زکریا عن الشعبی عن وهب بن الاجدع قال

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۸) دعا مانگو اور تکبیر کہکر اسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو پھر رکوع میں جاؤ۔ حذیفہؓ وابو موسیٰؓ نے کہا کہ ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ بن مسعود) نے سچ کہا ہے۔

ملہ ۲۳۔ یہ اور اس کے بعد کی حدیث دونوں مناسک حج سے تعلق رکھتی ہیں = عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ ہم خیف میں تھے (یہ مقام منیٰ میں واقع ہے وہاں ایک مسجد ہے جو مسجد خیف کے نام سے مشہور) اور ہمارے ساتھ عبد اللہ بن عتبہ بھی تھے انھوں نے خدا کی حمد وثنا کرنے کے بعد درود پڑھا اور دعائیں مانگا کئے پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھی = ملہ صالح سے روایت ہے میں نے قاسم بن محمد کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ انسان جب تلبیہ سے (لبیک کہنا) فارغ ہو تو اُس کے لیے درود شریف پڑھنا مستحب ہے ۱۲ ملہ حضرت زین العابدین رض سے روایت ہے کہ حضرت علی رض نے فرمایا ہے جب تم مسجدوں کی طرف گزرو تو درود پڑھو ۱۲ ملہ سعید بن حران کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوں تو مجھے کیا کہنا چاہیے انھوں نے جواب دیا یہ کہو (وہ درود جو متن میں لکھا ہے) ۱۲ ملہ وہب ابن اجدع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رض کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم (حج کے لیے) آؤ تو پہلے بیت اللہ کا سات بار طواف کرو اور مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھو پھر کوہ صفا پر پہنچکر ایسی جگہ کھڑے ہوکر جہاں سے بیت اللہ کو دیکھتے رہو سات تکبیریں کہو۔ ہر دو تکبیر کے درمیان خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا اور درود شریف پڑھنا اور اپنے لیے دعائیں مانگنا چاہیے اور یہی امور کوہ مروہ پر ادا کرنا چاہئیں۔

سمعت عمر بن الخطابؓ یقول اذا قد متم فطوفوا بالبیت سبعاً وصلوا عند المقام رکعتین ثم اتوا الصفا
فقوموا علیه حیث ترون البیت فکبروا سبع تکبیرات بین کل تکبیرتین حمد اللہ وثناء علیه وصلوٰۃ
علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ومسئلۃ لنفسك وعلی المروۃ مثل ذلك (۲۸) حدیث حدثنا
عبد الرحمٰن بن واقد العطار ثنا هشیم انا العوام بن حوشب حدثنی رجل من بنی اسد عن عبد الرحمٰن
بن عمرو قال من صلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم کتب اللہ له عشر حسنات ومحا عنه عشر سیئات
ورفع له عشر درجات ٥ (۲۹) حدیث ثنا علی بن عبد اللہ ثنا سفیان عن یعقوب بن زید
بن طلحۃ التیمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اتانی آتٍ من ربی فقال ما من عبد یصلی
علیك صلوٰۃ الا صلی اللہ علیه بها عشراً فقام الیه رجل فقال یا رسول اللہ اجعل دعائی کله لك
قال اذا یکفیك اللہ هم الدنیا وهم الاخرۃ ٥ علی بن عبد اللہ نے جب یہ حدیث بیان کی
تو ملکے کے ایک بوڑھے شخص نے جن کا نام منیع تھا سوال کیا کہ سفیان کو یہ حدیث کس سے حاصل
ہوئی ہے انھوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں (یعنی ان بڑے میاں کو صحت روایت وسند میں
شک ہوا۔ اس لیے کہ سفیان کو براہ راست یعقوب سے سماع حاصل نہیں ہے دونوں کے
درمیان فاصلہ ہے سفیان چونکہ مدلس ہیں حرف (عن) کے ساتھ ان کی کوئی روایت قابل
اطمینان نہیں ہے اور قرینہ بھی اس کا مقتضی ہے کہ سفیان ویعقوب کے درمیان ایک یا دو
جمہ راوی ہوں ان میں سے کسی نے ابی بن کعب رضؓ کی حدیث کا دوسری حدیث میں خلط مبحث
کر دیا ہے واللہ اعلم) (۳۰) حدیث عبد الرحمٰن بن واقد العطار ثنا هشیم ثنا حصین بن
عبد الرحمٰن عن یزید الرقاشی قال ان ملکاً موکل یوم الجمعۃ من صلی علی النبی صلی اللہ
علیه وسلم یبلغ النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول ان فلاناً من امتك یصلی علیك ٥
(۳۱) حدیث بروایت علی بن المدینی ثنا سفیان حدثنی معمر عن ابن طاؤس عن ابیه
قال سمعت ابن عباس رضؓ یقول : اللّٰهم تقبل شفاعۃ محمد الکبری وارفع درجته العلیا
واعطه سؤله فی الاخرۃ والاولی کما آتیت ابراهیم وموسیٰ علیهما الصلوٰۃ والسلام ٥
(ابن عباس رضؓ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا ہے) (۳۲) حدیث بروایت اسمٰعیل ثنا عاصم بن
علی وحفص بن عمر وسلیمان بن حرب قالوا ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ذکوان عن ابی سعید
قال ما من قوم یقعدون ثم یقومون لا یصلون علی النبی صلی اللہ علیه وسلم الا کان علیهم
یوم القیامۃ حسرۃ وان دخلوا الجنۃ یرون الثواب ٥ شعبہ سے یہ حدیث عاصم وحفص وسلیمان

تین اشخاص نے روایت کی ہے جن میں سے یہاں اس کے الفاظ بجنسہ حفص کی روایت کے موافق ہیں۔

تیسرا باب

لفظ صلوٰۃ و دیگر الفاظ صلوٰۃ کے معنے۔ لفظ آل کی تفسیر۔ اس امر کی تصریح کہ کس مناسبت و مماثلت کی بنا پر صلوٰۃ میں جملہ انبیاء علیہ السلام سے قطع نظر کرکے صرف ابراہیمؑ کی مشابہت مدنظر رکھی گئی ہے۔ اور صلوٰۃ کا اختتام بالتخصیص اسمائے مبارک حمید و مجید پر کیوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی (محمدؐ) کے کیا معنے ہیں۔ یہ باب دس فصلوں پر منقسم ہے۔

فصل اوّل: اس بیان میں کہ درود شریف لفظ اللّٰھم سے کیوں شروع ہوتا ہے اور اس کے کیا معنے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ لفظ اللّٰھم کے معنے (یا اللہ) ہیں اسی لیے اس کا استعمال صرف دعا کے موقع پر ہوتا ہے۔ اللّٰھم غفور رحیم کہنا جایز نہیں ہے۔ آخر لفظ میں جو میم مشدد واقع ہوی ہے نحویوں کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیبویہ کے نزدیک یہ میم۔ یا۔ حرف ندا کے عوض میں بڑھا دی گئی ہے اس لیے ضروریات شعری وغیرہ سے قطع نظر کرکے۔ یا اللّٰھم۔ کہنا ان کے نزدیک درست نہیں ہے۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ اسکو موصوف قرار دیا جائے اور یا اللّٰھم الرحیم۔ کہا جائے۔ فرّا اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ یہ میم ایک جملہ محذوفہ کے بدلے میں واقع ہوئی ہے جس کے تقدیر کلام یا اللہ اَمنّا بخیر۔ ہوگی (یعنی ہم نے خیر کا قصد کیا ہے) اس جملے میں سے نا بخیر حذف ہوکر یا اللہ ام باقی رہ گیا۔ اور چونکہ دعاؤں میں اس لفظ کا استعمال زیادہ تھا۔ اس کثرت استعمال نے زبانوں پر سہولت اجرا کی غرض سے اُس الف کو بھی اُڑا دیا۔ ہر طرح پر چھٹ چھٹا کر اللّٰھم ہوگیا اس فریق کے نزدیک اسی بنا پر اللّٰھم کے اول میں یا حرف ندا کا داخل کرنا جائز ہے۔ بصری اس قول کی تردید میں دس دلیلیں پیش کرتے ہیں (جن کو ضرورت ترجمہ سے زاید ہونے کی بنا پر مترجم حذف کرتا ہے اگر ضرورت ہو تو اصحاب ذوق اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں) ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ یہ میم اس جملے کے بدلے میں ہے نہ اُس کے عوض میں بلکہ میم تعظیم و تفخیم ہے جیسا کہ شدیدۃ الزرق کو زرقم یا ابن کو ابنم کہا جاتا ہے۔

تامل کے بعد یہی قول سب سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جس کی وضاحت محتاج تفصیل ہے کوئی شک نہیں کہ یہ تفصیل اہل نظر کے لیے دلچسپ ہے لیکن عوام کو اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا لہذا جو حضرات ضرورت سمجھیں اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں) بہرحال جب یہ محقق و مسلم ہوا کہ او اخر کلمات میں میم تعظیم و تفخیم کی غرض سے بڑھائی جاتی ہے تو جان لینا چاہیے کہ جن لوگوں نے اس کا آخر لفظ اللہ میں اضافہ کیا ہے ان کا مرکوز خاطر یہ ہے کہ جو دعا مانگی جائے گی اس کی ابتدا اللہ کے نام کے ساتھ ایسے جامع خطاب سے ہو کہ جس میں اُس کے جملہ اسماء و صفات کا تذکرہ آجائے اور یہ مختصر لفظ مطالب کثیرہ پر حاوی ہو جائے۔ گویا دعا مانگنے والے نے جس وقت اللّٰھم انی اسئلك کہا تو تقدیر کلام یہ ہوئی کہ ادعو اللہ الذی لہ الاسماء الحسنیٰ والصفات العلیٰ باسمائہ وصفاتہ (میں اچھے ناموں بلند صفات والے خدا سے اُس کے سب ناموں اور کل صفتوں کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں) حدیث صحیح میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہے۔ ما اصاب عبداً قطھم ولا حزن فقال اللّٰھم انی عبدك وابن عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماضٍ فی حکمك عدل فی قضائك اسالك بکل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك او انزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك ان تجعل القران العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی وغمی - الا اذھب اللہ ھمہ وغمہ وابدلہ مکانہ فرحا قالوا یا رسول اللہ افلا نتعلمھن قال بل ینبغی لمن سمعھن ان یتعلمھن۔ (کسی بندے کو کوئی صدمہ و رنج نہیں پہنچتا کہ یہ دعا مانگنے سے خدائے تعالیٰ اس کو دور کرکے اس کے بدلے میں خوشی عنایت نہ فرماتا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ کلمات ہم دوسروں کو نہ سکھائیں آپ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں بلکہ جس جس نے سُنا ہے ان سب کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو سکھائیں) اس دعا میں جو تفصیل اسمائے الٰہی کی فرمائی ہے اللّٰھم کی میم کو میم تجمیع و تعظیم قرار دینے میں وہ سب اس کے تحت میں آجاتے ہیں اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے اس لیے کہ دعا کرنے والے کے لیے وقت سوال خدائے تعالےٰ کے اسماء و صفات کا واسطہ دیکر طالب مدعا ہونا مستحب ہے۔ ایسی ہی بعض اسما و صفات الٰہی کی تصریح اس اسم اعظم میں بھی پائی جاتی ہے اللّٰھم انی اسئلك بان لك الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام ٥ یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جب اللّٰھم کی میم۔ میم تجمیع و تفخیم ہے تو اُس دعا اور اس اسم اعظم میں بعض صفات و اسما کا ذکر اس بنا پر کہ وہ سب اس کے تحت میں پہلے ہی آچکے تھے کیا ضرور تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صراحت کو

تخصیص بعد تعمیم کہتے ہیں جو کلام میں بکثرت واقع ہوتی ہے اور یہ صراحت منافی دعا نہیں ہے (چونکہ اللھم کی بنا دعا کے لیے ہے لہذا یہ ظاہر کر دینا بے موقع نہیں کہ) دعا تین قسم کی ہے ایک تو یہ کہ خدائے تعالیٰ سے اس کے اسماء، وصفات کا واسطہ دیکر دعا کی جائے جس طرح کہ للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا کی تفسیر میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ محض اپنی احتیاج وفقر کا اظہار و اعتراف کرکے سوال کیا جائے جس طرح لوگ انا العبد الفقیر المسکین البائس الذلیل وغیرہ الفاظ دعا میں استعمال کرتے ہیں تیسرے یہ کہ صرف عرض حاجت کرے اور ان دونوں میں سے ایک بات کرے اس صورت میں پہلا طریقہ دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے زیادہ مناسب ہے لیکن اگر تینوں باتیں جمع ہو جائیں تو یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔ چنانچہ حضور سرور کائنات وفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعائیں اسی قسم کی ہوتی تھیں مثلاً آپ نے صدیق رضی اللہ عنہ کو جو دعا تعلیم فرمائی تھی وہ ان تینوں اقسام پر مشتمل ہے۔ ابتدا اس کی ظلمت نفسی کثیراً (اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے) سے ہوتی ہے جس میں سائل اپنی حالت کا اظہار کرتا ہے اس کے بعد وہ کہتا ہے انہ لایغفر الذنوب الا انت (یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے) اس میں مسئول کی شان کا اثبات واقرار ہے پھر کہتا ہے فاغفرلی (میرے گناہ معاف کر) یہ عرض مدعا ہے اس دعا کا خاتمہ اسماء حسنیٰ میں سے دو ناموں پر جو مناسب موقع ہیں فرمایا ہے اور جتنے مدارج ومراحل دعا کے لوازم میں ہیں وہ سب مکمل فرما دئے ہیں۔

ہم نے جو اس میم کے بارے میں تیسری صنف اختیار کی ہے سلف صالحین میں سے اکثر بزرگوں کا یہی مسلک ہے۔ چنانچہ حسن بصری فرماتے ہیں اللھم مجمع الدعاء ابو رجاء العطاردی نے کہا ہے ان المیم فی قولہ اللھم فیہا تسعۃ وتسعون اسما من اسماء اللہ تعالیٰ (اللھم کی میم اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں پر حاوی ہے) نضر بن شمیل کا قول ہے من قال اللھم فقد دعا اللہ بجمیع اسمائہ (جس نے اللھم کہا گویا اس نے اللہ کے سب نام لے کر اس کو پکارا)

فصل دوم = لفظ صلوٰۃ کے معنے اور اس کی تحقیق = لغات کے دیکھنے سے پایا گیا ہے کہ یہ لفظ دو موقعوں پر استعمال ہوتا ہے ایک تو دعاء وتبریک کے لیے دوسری عبادت کے واسطے۔

عبادت کے مواقع پر اس کا استعمال زبان زد خاص وعام ہے پہلے مواقع پر استعمال کا ثبوت یہ آیات قرآنی ہیں وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ ان کے لیے دعا کیجیے اس لیے کہ آپ کی دعا ان کو تسکین دینے والی ہے) ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً

(منافقین میں سے جو کوئی مرجائے آپ اس کے لیے کبھی دعا نہ کیجیے) اس حدیث سے بھی اسی معنے میں
استعمال صلوٰۃ مستفاد ہے۔ اذا دعی احدکم الی الطعام فلیجب فان کان صائماً فلیصل (جب
تم میں سے کسی کی تواضع کھانے کے لیے کی جائے تو قبول کرنا چاہیے ہاں اگر روزہ دار ہو تو تواضع کرنے والے
کے لیے دعا کرے جس طرح اللہ زیادہ دے خدا برکت کرے کے الفاظ معمولاً استعمال ہوتے ہیں) بعض اہل علم
فرماتے ہیں کہ لغۃً صلوٰۃ کے معنے محض دعا کے ہیں البتہ دعا کی ۲ دو قسمیں ہیں ایک دعائے مسألت
دوسری دعائے عبادت۔ جس طرح سائل دعا کرنے والا ہے عابد بھی (درحقیقت) ویسا ہی داعی
ہے چنانچہ آیت قال ربکم ادعونی استجب لکم میں ادعونی کی تفسیر دونوں معنے کے لحاظ سے
کی گئی ہے یعنی اگر میری عبادت کروگی تو میں تم کو ثابت قدم رکھوں گا۔ اور مجھ سے سوال
کروگے تو میں تم کو دونگا۔ یہی دونوں پہلو آیت فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان
کی تفسیر میں بھی بیان کیے گئے ہیں لہذا صواب یہی امر ہے کہ لفظ دعا معناً مذکورہ بالا دونوں قسموں پر
مشتمل ہے (جس کا تمیز محل و موقع کے اعتبار سے ہوسکتا ہے) حقیقت دعا کے مسئلے میں مدعی
اختلاف بننے سے یہ طریقہ کہیں بہتر ہے اس لیے کہ اس صورت میں جو اشکالات صلوٰۃ شرعیہ
پر اس کے حقیقت شرعی و مجاز شرعی ہونے کے بارے میں رونما ہوتے ہیں وہ سب رفع ہوجاتے
ہیں اور لفظ صلوٰۃ اپنے حقیقی و لغوی معنی میں جو دعا یعنی دعائے عبادت و دعائے مسألت ہے
باقی رہتا ہے پس یہ دونوں قسمیں اس میں حقیقۃً ثابت ہونگی نہ کہ مجازاً یا انتقال کے طور پر۔

فصل اس بیان میں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی صلوٰۃ کا وقوع اس کے بندوں پر کیا حقیقت
رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ وہ صلوٰۃ جو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں استعمال
فرماتا ہے ۲ دو قسم کی ہے ایک عام دوسری خاص۔ عام یہ ہے کہ سب مسلمان بندوں پر شامل ہو
جیسے آیت ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ میں کل مومنین کے شامل حال ہے یا کسی معمولی تخصیص
مومن واحد یا معمولی جماعت کے لیے ہو جس طرح آل ابی اوفی رضہ کے حق میں آپ نے اللھم
صل علی آل ابی اوفی فرماکر خدائے تعالیٰ سے استدعائے صلوٰۃ فرمائی ہے یا اس حدیث میں
ایک فرد خاص پر استدعائے صلوٰۃ کا واقعہ مذکور ہے ان امراۃ قالت لہ صل علی وعلی زوجی
قال صلی اللہ علیك وعلی زوجك (ایک بی بی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میرے اور میرے خاوند
کے حق میں صلوٰۃ فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا خدا تجھ پر اور تیرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجے) اور صلوٰۃ خاص وہ ہے
جو تمام انبیاء و مرسلین اور خاصکر سب کے سردار سید الابرار خاتم المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ

وعلیہم اجمعین کے لیے مستعمل ہوتی ہے (یہ تقسیم محل و توع کی بنا پر ہے) رہے اس کے معنی اس میں علمار کے چند اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ جو صلوٰۃ خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب ہو وہ رحمت ہے اور جس کی نسبت فرشتوں کی جانب کی جائے وہ دعا ہے۔ قاضی اسمٰعیل نے بسند مسلسل ضحاک کا یہ قول نقل کیا ہے صلوٰۃ اللہ رحمتہ وصلوٰۃ الملٰئکۃ الدعاء لیکن مبرد دونوں حالتوں میں صلوٰۃ کے معنی صرف رحمۃ کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر منجانب اللہ ہے تو بھی رحمت ہے اور اگر فرشتوں کی طرف سے ہو تو بھی رحمت ہے اور خدائے تعالیٰ سے رحمت کی درخواست اکثر متاخرین میں یہی قول مشہور ہے **دوسرا قول** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بندوں کے حق میں اس کی مغفرت ہے یہ قول بھی قاضی اسمٰعیل نے بسند مسلسل تحت تفسیر آیہ ھوالذی یصلے علیکم انہیں ضحاک سے نقل کیا ہے قال صلوٰۃ اللہ مغفرتہ وصلوٰۃ الملٰئکۃ الدعاء درحقیقت یہ قول بھی پہلے ہی قول کے قبیل سے ہے اور یہ دونوں قول بچند وجوہ ضعیف ہیں **اول** یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں صلوٰۃ ورحمت کے مفہوم میں تفریق فرمادی ہے چنانچہ ارشاد ہے

اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون

یہاں رحمت کا عطف صلوٰۃ پر ظاہر کرتا ہے کہ دونوں کی حقیقت جداگانہ ہے اس لیے کہ عطف کا غیر معطوف علیہ ہونا لازمی ہے۔ اگر اس موقع پر ع والفی قولھا کذبًا ومینًا کی مثال شاذہ شہادت میں پیش کی جائے تو قابل اعتنا نہیں ہو سکتی اس لیے کہ افصح الکلام کی شان کسی رکیک وشاذ ترکیب کے استعمال سے پاک ہے پھر یہ بھی کہ مین کذب سے اخص ہے دونوں کی حقیقت واحد نہیں ہے **دوسرے** یہ کہ خدائے تعالیٰ کی صلوٰۃ انبیاء و مرسلین و عباد صالحین کے لیے مخصوص ہے اور رحمت کل مخلوق کے لیے عام آیت ورحمتہ وسعت کل شئی میں جس کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے لہذا اس صورت میں بھی صلوٰۃ ورحمت کا مترادف ہونا غیر ممکن ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ رحمۃ کو لوازم وثمرات صلوٰۃ سے تعبیر کیا جائے۔ جس کی مثال اکثر الفاظ احادیث و قرآن کی تفسیر میں پائی جاتی ہے جہاں کل معانی میں سے لفظ کا حل جزو پر کیا گیا ہے مثلاً ریب کی تفسیر شک کے ساتھ حالانکہ شک ریب کا جزو ہے **تیسرے** یہ کہ عام مسلمانوں کے حق میں استعمال لفظ رحمۃ میں سب علمائے دین بلا نزاع متفق ہیں لیکن غیر انبیاء کی نسبت جواز استعمال صلوٰۃ میں علماء کے تین قول ہیں جو آئندہ بیان کیے جائیں گے بہرحال یہ امر ان دونوں الفاظ کی حقیقت جداگانہ ہونے کی دلیل ہے اگر دونوں ایک ہوتے تو جواز و عدم جواز استعمال میں اختلاف نہ ہوتا **چوتھے** یہ کہ اگر یہ دونوں

لفظ مترادف ہوتے تو ایک کی جگہ دوسرے کا استعمال عام ہوتا اور جو فریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ واجب سمجھتا ہے وہ اللھم ارحم محمدا و آل محمد کہکر ادائے وجوب سے سبکدوش ہو جاتا حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور کوئی شہادت اس باب میں نہیں ہے۔ پانچویں یہ کہ جو شخص ترس کھا کر کسی بھوکے پیاسے کو کھانا کھلادے یا پانی پلادے اس کی نسبت انہ صلے علیہ نہیں کہا جاتا سب اس موقع پر انہ رحمہ کہتے ہیں چھٹے یہ کہ بعض اوقات انسان کے دلمیں اپنے دشمن کی حالت پر بھی رحم پیدا ہو جاتا ہے ایسی حالت میں وہ جو اچھا سلوک دشمن کے ساتھ کریگا اس پر رحم ہی کا اطلاق کیا جائے گا نہ کہ صلوٰۃ کا ساتویں یہ کہ صلوٰۃ کے لیے زبان سے ایسے الفاظ ادا کرنے کی ضرورت ہے جن میں مصلے علیہ کا ذکر تعریف کے ساتھ یا اس کی بھلائیوں کی جانب اشارہ ہو امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں ابوالعالیہ کا یہ قول روایت کیا ہے صلوٰۃ اللہ علی رسولہ ثناءہ علیہ عند الملٰئکۃ (اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اپنے رسول پر یہ معنے رکھتی ہے کہ وہ فرشتوں سے آپ کی تعریف فرماتا ہے) قاضی اسمٰعیل نے بھی اپنی کتاب میں بسند متصل ابوالعالیہ کا یہ مقولہ تحت تفسیر آیت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون روایت کیا ہے (لیکن رحمت کے لیے یہ امر کہ الفاظ زبان سے ادا کیے جائیں لازم نہیں ہے) آٹھویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی میں بلا تفریق ایک فعل کے تحت میں اپنی اور فرشتوں کی صلوٰۃ کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے (جو اس امر کی دلیل ہے کہ دونوں کی صلوٰۃ کی حقیقت واحد ہے) لہذا اس صلوٰۃ کو رحمت قرار دینا جایز نہیں ہے (اس لیے کہ اس کی نسبت فرشتوں کی جانب خلاف واقع ہے) ایسے معنے جن کی نسبت فعل بلا تامل خدائے تعالیٰ اور فرشتوں کی جانب یکساں واقع ہو وہ مناسب موقع ثنا و تعریف ہی ہیں۔ یہاں یہ کہنا کہ لفظ صلوٰۃ ایک مشترک المعنیین مصدر ہے جس کا استعمال دونوں معنے میں ایک ساتھ جائز ہے اپنے آپ کو ہدف سہام ملام و مورد جراحات ایراد بنانا ہے جن لوگوں نے معاً دو مختلف معنے کا ایک ہی فعل کے تحت میں وقوع جایز و ثابت کرنا چاہا ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال سے استناد کیا ہے درحقیقت منشار کلام امام نہ سمجھنے میں انھوں نے اپنی کوتاہ نظری کا ثبوت دیا ہے مبرد وغیرہ ائمہ لغت نے اس امر کی ناجوازی پر حکم قطعی لگایا ہے بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ کسی ایک واضع لغت سے اس کا امکان منقول نہیں اگر یہ بحث مفصل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب التعلیق علی الاحکام کے مسئلہ القرءۃ میں دیکھنا چاہیئے الحاصل صلوٰۃ کے وہ معنے جو تفسیر ابوالعالیہ سے ثابت ہیں یعنی

مصلی علیہ کی صفت وثنا اور اُس کا اظہار شرف وفضل اس آیت میں ملحوظ کرنا اس توجیہ اشتراک معنین سے کہیں زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ نویں اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں پہلے اپنی اور اپنے فرشتوں کی صلوٰۃ سے ہمکو مطلع فرمایا ہے پھر ہمیں حکم دیا ہے کہ تم بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو۔ کیوں اس لیے کہ تم بہ نسبت ہمارے اور ہمارے فرشتوں کے۔ اُن احسانات کی بنا پر جو تبلیغ امر رسالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم پر فرمائے ہیں اور جن کی بدولت تمکو دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل ہوئی ہیں۔ ایسا کرنے کے زیادہ حق دار ہو یہاں اگر صلوٰۃ کے معنے رحمۃ کے قرار دئے جائیں تو سیاق نظم بالکل بدلجاتا ہے اور وہ خوبی جو بغیر تکلف پیدا ہوا کرتی ہے قطعی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس ادعائے اشتراک معنی کے مطابق تقدیر کلام یہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر رحم کرتا ہے اور اُس کے فرشتے استغفار کرتے ہیں تم بھی دعا کرو۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ اس قسم کا کلام تناسب سے کس قسم کا تعلق رکھتا ہے اگر نہایت سادہ طور پر یہ حقیقت پیش نظر رکھیے کہ ہم اُسی امر کی بجا آوری پر مامور ہیں جس پر خدائے تعالیٰ اپنے رسول پاک کی نسبت خود کار فرما ہے اور جو اس کے فرشتے عمل میں لاتے ہیں تو ہر پہلو پر ثنا و اظہار شرف اقرار وفضیلت کے سوا کوئی دوسرے معانی مناسب موقع تکلفات سے خالی معلوم نہیں ہوتے اس لیے کہ خبر و امر ایک ہی حقیقت پر مشتمل نظر آتی ہیں۔ ہمارے اُس سوال و دعا پر جو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کرتے ہیں اطلاق صلوٰۃ درست ہونے کے دو سبب ہیں اول یہ کہ ہمارا سوال مصلی علیہ کی تعریف اور اُس کے ذکر خیر و شرف ذاتی وفضائل اور اپنے ارادت و محبت کے اظہار پر متضمن ہے۔ گویا یہ سوال معاً طلب بھی ہے اور خبر بھی دوسرے یہ کہ چونکہ ہمارا یہ سوال استدعائے صلوٰۃ پر مبنی ہے اس کو صلوٰۃ ہی سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ پس جو صلوٰۃ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے واقع ہو اُس میں اور اس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ وہ مصلے علیہ کی ثنا اور اُس کا رفع ذکر وازدیاد قرب و منزلت ہے اور یہ ایسا کرنے کی اللہ تعالیٰ سے ہماری درخواست۔ گویا تغیر اضافت سے پہلو بدلجاتا ہے حقیقت متغیر نہیں ہوتی۔ جو حالت آیت اولٰئك يلعنهم الله ويلعنهم اللٰعنون میں لفظ لعنت کی ہے وہی بجنسہ یہاں لفظ صلوٰۃ کی سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ کسی کے حق میں خدا کی لعنت اُس کا قہر و عذاب غیظ و غضب ہے اور بندوں کی لعنت اُس مستحق لعنت کے لیے خدائے تعالیٰ سے ایسا کرنے کا سوال۔ مسمی وہی رہا البتہ اختلاف اضافت نے ظاہری شکل میں تھوڑا سا فرق پیدا کر دیا یعنی ایک اضافت کا مدلول فعل ہے اور دوسرے کا سوال فعل۔ جب یہ حقیقت بوجہ احسن منکشف ہو گئی

تواب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر صلوٰۃ و رحمۃ ایک ہی شے ہے تو طالب رحمت کو بجائے مسترحم کی مصلّے
کہنا درست ہونا چاہیے حالانکہ ایسا کوئی نہیں کہتا۔ بلکہ خواستگار رحمت کو ہمیشہ مسترحم کہا جاتا ہے
جس طرح طالب مغفرۃ کو مستغفر اور طالب عطف کو مستعطف کہتے ہیں پھر اسی طرح جو شخص کسی کے لیے
خدا سے مغفرت چاہے اُس کی نسبت کوئی بھی قد غفر له فهو غافر نہیں کہتا اور نہ کسی سے معافی
چاہنے کی نسبت قد عفی عنه کا استعمال ہے برخلاف اس کے صلوٰۃ ادا کرنے والے کو مصلّی کہنا
قطعی دلیل اس امر کی ہے کہ صلوٰۃ مترادف رحمت نہیں ہے۔ (اس لیے کہ نہ تو اصلاً وضع لفظ طلب کے
لیے ہے اور نہ کوئی حرف طلب اس کے ساتھ ضم ہے) اگر یہ امر درست ہوتا تو مصلّی کو راحم کہنے میں
بھی کوئی مضائقہ نہ ہوتا۔ اور حدیث میں بجائے من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ صلی اللہ
علیہ بہا عشراً کے۔ من رحم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ رحمه اللہ بہا عشراً کہنا درست
سمجھا جاتا۔ حالانکہ ایسا کہنے کو درست سمجھنا صریح البطلان ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بھی
اگر نسبت اضافت کو بنا ر سوال قرار دیں تو کیا خرابی ہے (اس لیے کہ دوسرے معنے کے اثبات
میں ابھی تم خود ایسا کر چکے ہو اور جب وہاں کوئی محذور نہ تھا تو یہاں کیوں پیدا ہو گیا) اس کا جواب
یہ ہے کہ تمہارا یہ فعل بھی بچند وجوہ باطل ہے اوّل تو یہ کہ طلب رحمت جملہ اہل اسلام کے لیے
مشروع ہے اور طلب صلوٰۃ اکثر اہل دین کے نزدیک جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہو گا صرف انبیاء
علیہم السلام کے واسطے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر طالب رحمۃ کو مصلّی کہنا درست ہے تو
اسی اسلوب پر طالب مغفرۃ کو غافر اور طالب عفو کو عافی کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہیے۔
یہاں تمہارے لیے اس جواب کے سوا چارہ نہیں کہ جب تم خود ہی طالب صلوٰۃ کو مصلّی مان چکے
ہو تو اسلوب کلام واحد ہونے کی حالت میں ہم پر یہ ایراد و اعتراض کیسا۔ اس کا دفع دخل ہم
یوں کئے دیتے ہیں کہ طالب صلوٰۃ کو ہمارا مصلّی کہنا اس معنی پر مبنی ہے کہ طلب صلوٰۃ میں خود
حقیقت صلوٰۃ موجود و محقق ہے۔ اس لیے کہ صلوٰۃ کی حقیقت ثنا و ارادہ اکرام و تقریب و اعلی
منزلت ہے اگر مصلّی کے قلب میں مصلّی علیہ کی نسبت یہ امور خود مرتکز و متمکن نہوں تو اس کو ایسے
سوال ہی کی کیا حاجت ہے پس وہ جو کچھ خدا سے سوال کرتا ہے محض اس بنا پر کہ خود اس کا دل ان
حقایق سے لبریز ہے اور غایت سوال یہی ہے کہ جس امر کو وہ شان مصلّی علیہ کے لیے ضروری و
موزوں سمجھتا ہے خدا سے اس کے لیے وہ انہیں مراتب کا طالب ہے۔ تیسرے یہ کہ صلوٰۃ
درحقیقت کلام طلبی و ارادی و خبری کی ایک قسم ہے جس کا وجود مصلّی کی ذات میں بخلاف رحمۃ و

ومغفرت کے ثابت ہے اس لیے کہ یہ دونوں ایسے فعل ہیں جن کا حصول طالب کی مقدرت سے باہر مطلوب منہ کے اختیار میں ہے دسویں یہ کہ یہ شریعت کا قاعدہ مقررہ ہے کہ جزا[۱] عمل جنس عمل سے واقع ہو جس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً - من یسر علی معسر یسر اللہ علیہ حسابہ ۔ جو شخص کسی تنگ حال پر آسانی کریگا خدا (قیامت میں) اس پر اُس کا حساب آسان فرمادیگا من ستر مسلماً ستره اللہ فی الدنیا والآخرة ۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا دنیا و آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا - من نفس عن مومن کربة من کرب الدنیا نفس اللہ عنه کربة من کرب یوم القیامة ۔ جس شخص نے تکالیف دُنیا میں سے کوئی تکلیف کسی مومن کی دُور کی خدا اُس سے قیامت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور کریگا - واللہ فی عون عبد ما کان العبد فی عون اخیه ۔ خدا اپنے بندے کا مددگار ہے جبتک بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہے گا - من سلك طریقا یلتمس فیه علماً سهل اللہ له طریقا الی الجنة ۔ جو شخص تلاش علم میں کہیں آئے جائیگا خدا اُس پر جنت کا رستہ آسان فرمادیگا - من سئل عن علم یعلمه فکتمه الجمه اللہ یوم القیامة بلجام من نار ۔ اگر کسی جاننے والے سے کوئی مسئلہ یا علم دین دریافت کیا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو خدا قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے مونھ پر چڑھائیگا - اس اسلوب کو پیش نظر رکھکر احادیث صحیحہ من صلے علیه مرة صلے اللہ علیه عشراً ۔ و ان اللہ سبحانه قال له من صلے علیك من امتك مرة صلیت علیه بها عشراً ۔ (روایات مسلم) کا مقتضائے سیاق یہی ہے کہ یہاں بھی جزا ازعمل جنس عمل ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ صلوٰۃ کے معنے ثنا اور ارادہ اعلائے ذکر و ازدیاد اکرام و تقریب و تشریف کے تسلیم کیے جائیں - اگر یہ مان لیا جائے کہ صلوٰۃ مغفرت و رحمت ہے تو ان احادیث میں یہ قاعدہ مستقرہ بالکل ٹوٹا جاتا ہے اور جزا جنس عمل سے ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ صلوٰۃ کے معنے ثنا اور ارادہ اعلائے ذکر و ازدیاد اکرام و تقریب و تشریف کے تسلیم کیے جائیں - اگر یہ مان لیا جائے کہ صلوٰۃ مغفرت و رحمت ہے تو ان احادیث میں یہ قاعدہ مستقرہ بالکل ٹوٹا جاتا ہے اور جزا جنس عمل سے غیر ہوی جاتی ہے - اس لیے کہ مصلی کی صلوٰۃ مصلّے علیه پر رحمت و مغفرت نہیں ہے -

گیارھویں یہ کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ بجائے صلے اللہ علیه وسلم کے کوئی شخص رحمہ اللہ کہے تو جمہور امت فوراً اس کو مبتدع اور آپ کی توہین کرنے والا گستاخ قرار دیکر اس کی بداعمالی و ناہنجاری کا فتوی صادر کردیں گے - اگر صلوٰۃ کے معنے درحقیقت رحمت کے

---

[۱] وجزاء سیئة سیئة بمثلها اس کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل ہے ۱۲

ہوتے تو ایسا کرنا ناممکن تھا۔ بارھویں یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول
بینکم کدعاء بعضکم بعضا ہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے
کو پکارتے ہو) یعنی آپ سے خطاب کے وقت (خواہ بلانا ہو یا گفتگو کرنا) تفاوت درجات ملحوظ رکھنا
چاہیے اور اس موقع پر ایسے الفاظ استعمال کرو جو مناسب شان رسالت ہیں۔ چنانچہ یا محمد کہکر آپ کو آواز
دینا یا مخاطب کرنا کفار ومشرکین کا وتیرہ تھا صحابہ کرام اس موقع پر یا رسول اللہ یا اس کی مثل دوسرے
تعظیمی الفاظ استعمال فرماتے تھے نام کے ساتھ خطاب سوء ادبی پر محمول کیا جاتا تھا۔ بہرحال یہ ایک
ایسا حکم ہے کہ جس کی رعایت حتی الوسع آپ کے بارے میں ہر جگہ اور ہر امر میں مرعی رکھنا اہل دین کا فرض
ہے اور چونکہ رحمت کی حقیقت عام ہے جس کا استعمال ہر مسلم وغیر مسلم بلکہ بہایم تک کے لیے ہوتا ہے
جس طرح کہ دعائے استسقا میں ارشاد فرمایا ہے اللھم ارحم عبادك وبلادك وبھائمك ہ تو ضرور ہے
کہ آپ کے لیے جو دعا کی جائے اس میں ایسی حقیقت مدنظر رکھی جائے جس کا مفہوم رحمت کے مفہوم
سے بالاتر ہے اور وہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جبتک کہ صلوۃ کے معنے وہی تسلیم نہ کیے
جائیں جو پہلے بیان کیے گئے ہیں تیرھویں یہ کہ لفظ صلوۃ کا رحمت کے معنے میں استعمال نہ تو عرب
کی روایات لسانی سے ثابت ہے اور نہ لغت سے بلکہ عرب اس لفظ کو ہمیشہ دعا و تبرک وثنا کے
معنے میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ ع وان ذکرت صلے علیہا وزمزما ؛ تو اس صورت میں کیا ضرور
ہے کہ معنی متعارف واصلی سے بلا وجہ لغت کو دوسرے معنی کی طرف منتقل کیا جائے چودھویں
یہ کہ ہر مسلمان کو اپنے لیئے دعائے رحمت کرنا مناسب بلکہ مستحب ہے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس دعا میں تعلیم فرمایا ہے اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی ہ لیکن اگر اس کی جگہ
دعا مانگنے والا اللھم صل علی کہے گا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے حدود دعا سے تجاوز کیا اور زمرہ معتدین
میں شامل ہو گیا واللہ لا یحب المعتدین ہ پس یہ امر صلوۃ ورحمت کے ہم معنے نہونے کی دلیل کافی ہے۔
پندرھویں یہ کہ استعمال مواقع رحمت میں بالاکثریت صلوۃ کا استعمال مستحسن نہیں ہے بلکہ
بعض مواقع پر تو معنی بھی درست نہیں ہوتے ان آیات واحادیث سے اس دعوے کی توثیق
ہو سکتی ہے ورحمتی وسعت کل شئی ؛ میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔ ان رحمتی سبقت غضبی ؛ میری
رحمت میرے غصہ پر سبقت لے گئی ہے۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ؛ بیشک اللہ کی رحمت احسان کرنے
والوں سے قریب ہے۔ کان بالمؤمنین رحیما ؛ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر مہربان ہے۔ انہ بھم رؤف رحیم ؛
بیشک اللہ مسلمانوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے والا مہربان ہے۔ اللہ ارحم بعبادہ من الوالدۃ بولدھا ؛

اللہ اپنے بندوں پر اُس سے زیادہ مہربان ہے جتنی کہ ماں اپنی اولاد پر مہربان ہوتی ہے - ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء تم زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کریگا - من لا یرحم لا یرحم جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا - لا تنزع الرحمۃ الا من شقی + رحمت سلب نہیں کیجاتی مگر شقی سے - والشاۃ ان رحمتہا رحمک اللہ + بکری پر اگر تو رحم کریگا تو خدا تجھپر رحم کریگا - اور جب کہ نہ استعمال درست ہے اور نہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے کا ہم معنی سمجھنے کی کیا صورت ہے - واللہ اعلم بالصواب - حضرت ابن عباس رض نے آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی میں یصلون کی تفسیر یبارکون کے ساتھ فرمائی ہے - لیکن یہ ہمارے مقصد کے خلاف نہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ کی تبارک آپ کے ثنا وارادہ تکریم و تشریف و تعظیم پر مشتمل ہے اسے مناسبت سے درود شریف میں صلوٰۃ و تبارک پہلو بہ پہلو واقع ہوئی ہیں -

جس صلوٰۃ کا صدور اللہ کی طرف سے ہے ایک طائفہ اس کو رحمت تعبیر کرنے کی تردید اس بنا پر کرتا ہے کہ رحمت کے لیے رقت طبع لازمی ہے اور رقت قلب ذات باری تعالیٰ میں مستحیل ہے لیکن یہ ہرزہ بافی ان لوگوں کی خباثت باطنی ہے جو زبان کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے اور جس کی غایت صفات باری تعالیٰ کا انکار ہے - اس حصول مقصد کے لیے یہ لوگ طرح طرح کے حیلے تراش کر دنیا کو اپنی طرح گمراہ کرتے ہیں اور یہی انکار صفات رفتہ رفتہ انکار ذات کا سبب بنجاتا ہے - (اس موقع پر جو معطلہ وجہمیہ کا رد کیا گیا ہے اس کو حذف کیا جاتا ہے)

فصل سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے معنے اور اُس کے اشتقاق کا بیان =

حضور کے اسمائے مبارکہ میں سب سے زیادہ مشہور اسم محمدؐ ہے - اس کا اشتقاق بصیغہ اسم مفعول لفظ حمد سے مفعّل کے وزن پر ہوا ہے جس طرح اپنے اپنے مصادر سے معظّم و مکرّم و مجتّب و مسوّد و مبجّل نکلے ہیں - حمد کی حقیقت یہ ہے کہ محمود کی ثنا و اجلال و تعظیم کا اُس سے اظہار ہو - یہ وزن چونکہ تکثیر کے لیے وضع کیا گیا ہے اگر اس سے اسم فاعل بنایا جائیگا تو اُس سے فعل کا صدور پے درپے و بکثرت ظاہر ہونا ضروری ہے جس طرح معلّم و مفہّم و مبیّن و مخلّص وغیرہ کے الفاظ ہیں اور اگر اسم مفعول بنایا جائے تو خود اُس پر وقوع فعل بتواتر ثابت ہونا لازمی ہے خواہ یہ وقوع استحقاقاً ہو یا فی الحال - پس محمّد کے معنے اس صورت میں یہ ہوں گے کہ حمد کرنے والوں کی حمد اُس پر یکے بعد دیگرے بکثرت واقع ہو یا وہ اس امر کا مستحق ہے کہ مرۃً بعد اُخریٰ اس کی حمد کی جائے - ویقال حُمِدَ فهو محمّد کما یقال علم فهو مُعلّم - یہ لفظ عَلَم (نام) بھی ہے اور صفت بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بہت سے

اشخاص[۱] اس نام سے موسوم ہوئے ہیں لیکن ان کے لیے اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں کہ یہ ان کا علم ہے۔ برخلاف جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ اسم پاک آپ کا علم بھی ہے اور وصف واقعی بھی۔ اور یہ صرف اس ہی نام نامی کی تخصیص نہیں بلکہ جمیع اسماء الٰہی و اسمائے کتاب اللہ و اسمائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی شان ہے کہ وہ علم ہونے کے ساتھ محل صفت میں واقع ہو کر اُس معنے پر بھی دلالت کرتے ہیں جس سے موصوف کا بصفت متضمنہ لفظ متصف ہونا پایا جائے۔ چنانچہ خالق و باری و مصور و قہار وغیرہ خدائے تعالیٰ کے نام۔ قرآن و فرقان و کتاب مبین کلام اللہ کے اسماء محمد و احمد و ماحی وغیرہ آپ کے نام ہائے نامی اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں جن میں عَلَم ہونے کے ساتھ ہی اُن معانی کی طرف بھی دلالت ہے جو ان ذوات عالیہ کے اوصاف واقعی و حقیقی ہیں۔ حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ میں حضور پُر نور نے خود لفظ ماحی کی تفسیر فرما کر یہ حقیقت بخوبی واضح فرمادی ہے کہ حضور کے اسماء صرف علم نہیں بلکہ جو صفات و خصایص ذات والا میں موجود ہیں ان پر بھی دال ہیں۔

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحوا اللہ بہ الکفر ۵

جبیر رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں وہ ماحی کہ جس کے واسطے سے خدا کفر کو مٹا دیگا۔

حضرت حسان بن ثابت رض نے اس شعر میں اسی جانب اشارہ فرمایا ہے ؎ وشق لہ من اسمہ لیجلہ[۲]
فذو العرش محمود وھذا محمد[۳]۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا آیت و للہ الاسماء الحسنےٰ فادعوہ بہا وذروا

---

[۱] مغلطائی نے اپنی سیرت نبوی میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ بات عام طور پر شایع ہو چکی تھی کہ محمد نام کے ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں آپ کی ولادت سے پیشتر اکثر لوگوں نے اپنی اولاد کو بطمع حصول نبوت اس نام سے موسوم کیا تھا چنانچہ جن لوگوں کا یہ نام رکھا گیا وہ یہ ہیں۔ ۱۔ محمد بن سفیان بن مجاشع۔ ۲۔ محمد بن احیحہ بنی الجلاح۔ ۳۔ محمد بن حمران۔ ۴۔ محمد بن مسلمہ انصاری۔ ۵۔ محمد بن براء بکری ۶۔ محمد بن خزاعی اسلمی۔ ۷۔ محمد بن عدی بن ربیعہ بن سعد المنقری۔ ۸۔ محمد بن عثمان بن ربیعہ السعدی۔ ۹۔ محمد الاسیدی۔ ۹۔ محمد الفقیمی۔ ۱۰۔ محمد بن عتوارۃ اللیثی۔ ۱۱۔ محمد بن حرماز العمری۔ ۱۲۔ محمد بن خولی الہمدانی۔ ۱۳۔ محمد بن یزید بن ربیعہ۔ ۱۴۔ محمد بن اسامہ بن مالک ۱۲ منہ [۲] ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجلیل و تکریم و تشریف کی غرض سے اسم مبارک اپنے نام سے نکالا ہی (دیکھو) صاحب عرش و کرسی محمود ہے اور آپ محمد ہیں شعر کا مضمون بظاہر معمولی اور نہایت صاف ہی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ماکانوا یعملون میں اپنے اسمائے پاک کو حسنیٰ کے ساتھ موصوف فرمانا بھی اسی حقیقت کے اظہار پر مبنی ہے کہ یہ سب اسمائے مدح ہیں محض الفاظ مجردہ نہیں اور ان کا حسن صرف خوبی الفاظ ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ مسمی کے اوصاف کمال پر دال ہونے کے سبب سے بھی یہ حسنے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ کسی بدوی عرب نے قاری کو السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ غفور رحیم پڑھتے ہوئے سنکر کہا کہ یہ (بے تکا) خدا کا کلام نہیں ہے۔ قاری نے کہا (افسوس ہے) تم خدا کے کلام کو جھٹلاتے ہو۔ اس نے کہا نہیں میں خدا کے کلام کو ہرگز نہیں جھٹلاتا مگر تم جو پڑھ رہے ہو یہ کسی طرح خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ قاری نے متنبہ ہو کر آیت کو صحیح کر کے بجائے غفور رحیم جب واللہ عزیز حکیم پڑھا تو اعرابی نے کہا بیشک یہ سچ ہے خدا نے حکمت کی بنا پر قطع ید کا حکم دیا ہے اگر مغفرت و رحم کو کام فرماتا تو قطع ید کا حکم صادر کرنا بالکل ناممکن تھا یہی سبب ہے کہ اگر کوئی آیت رحمۃ ایسے اسمائے الٰہی پر جو مظہر شان جلال و غضب ہیں ختم کی جائے یا اس کے برعکس آیت غضب اسمائے مناسب مقام لطف و کرم پر تو فوراً تنافر عبارت و بے ربطی سیاق ظاہر ہو جاتی ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے یہ صراحت ہے کہ قرآن پاک کی قرارت سات حرفوں پر ہے (ان سات قراآت میں) جو قدرے قلیل اختلاف ہے اُس پر تاوقتیکہ کسی آیت عذاب کو ایسے الفاظ پر جو متضمن رحمت ہیں یا آیت رحمت کو الفاظ مناسب سبقت و عذاب پر ختم نہ کرے کوئی مواخذہ نہیں ہے اسمائے الٰہی اگر اعلام محض ہوتے تو درحقیقت اس قید کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں اکثر مواقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام و افعال کو اپنے اسمائے مبارک پر معلل فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ اسما مشتے کے ہر اُس صفت پر جو مناسب موقع ہو دال ہوتے ہیں اگر یہ امر ملحوظ نہ رکھا جاتا تو تعلیل بھی صحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ مثال کے طور پر آیات استغفروا ربکم انہ کان غفارا ؞ و ؞ للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر فان فاؤوا فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ٥ میں تدبر کرنے سے یہ کلیہ بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے پہلی آیت تو بہت صاف ہے کہ حکم استغفار کو اسم مبارک غفار کے ساتھ معلل فرمایا ہے جو باعتبار دلالتِ صفت مناسب حکم ہے لیکن دوسری آیت دقت نظر کی مقتضی ہے یعنی جہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۲) لیکن لفظ محمد میں حقیقت تکثیر ملحوظ رکھکر محمود سے اس کا مقابلہ کیجیے تو اس نازک خیالی کا لطف حاصل ہو سکتا ہے بہی نبادنیاں ہیں جن پر اخذ و مطالبہ سے اللہ تعالیٰ نے سفر کو معانی عطا فرمائی ہے ۱۲

مسئلہ ایلا میں عود و رجوع کا ذکر ہے وہاں حصہ آیت کو اسمائے غفور و رحیم پر ختم فرمایا ہے تاکہ مقتضیات الفاظ سے ظاہر ہو جائے کہ خاوند نے اگر زوجہ کے ساتھ احسان و درگزر کا طریقہ برتا ہے تو خدائے تعالیٰ بھی بطور جزا از جنس عمل اس کے ساتھ مغفرت و رحم کا سلوک فرمانے والا ہے اس لیے کہ خاوند کا زوجہ سے درگزر کر کے رجوع کر لینا بھی درحقیقت مغفرت و رحمت ہی ہے اور جس حصہ آیت میں طلاق و اختیار جدائی کا تذکرہ تھا اس کو سمیع و علیم پر ختم کرنے میں اس نظریہ کا اشعار ملحوظ و مرعی ہے کہ طلاق لفظاً سماعت کی اور معناً قصد کی مقتضی ہے اور چونکہ ان دونوں امور کے لیے سمیع و علیم سے زیادہ کوئی دوسرا نام مناسب مقام نہیں ہے بوجہ دلالت صفت اسی مناسبت کی بنا پر یہاں تمام کلام فرمایا گیا۔ (مصنف علام رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کو زیادہ وضاحت کے ساتھ چند در چند امثلہ کے استشہادات سے مزین فرما کر ختم کیا ہے چونکہ اس سے لطف حاصل کرنا صرف ارباب علم کا کام ہے ہم اس مضمون کو مختصر کیے دیتے ہیں)

فصل - جب یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ ذوات عالیہ میں صفات متضمنہ اسم کا وجود ضروری ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی ذات بابرکات میں حمد کی حقیقت کس کس طریقہ پر جلوہ گر ہے۔ آپ محمود ہیں خدائے تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں کے نزدیک اپنے اخوان مرسلین و انبیا کے نزدیک صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔ تمام انسانوں کے نزدیک۔ اگرچہ بعض افراد جحود یا عناد یا جہل کے باعث سے اصل حقیقت کا انکار کریں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ذات مبارک میں جو صفات کمال ہیں وہ ہر سمجھ والے انسان کے نزدیک محمود ہیں۔ منکرین کی عقلوں پر سے اگر یہ جحود و جہل و عناد کے پردے اُٹھ جائیں تو ان کو بھی آپ کے اوصاف کمال و کاملہ کا اعتراف کرنے کے سوا کچھ نہ بن پڑے بحالت موجودہ ایک شخص متصف بصفات حسنہ و کاملہ کی ذات سے کسی کا اُن صفات عالیہ سے جہل ان کی نفی کا باعث نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ کی ذات مبارک میں جس قدر حقیقت حمد اور اُس کی مناسبت مجتمع ہے کسی دوسرے میں کبھی جمع نہیں ہوئی۔ آپ کے اسمائے سامی۔ محمد و احمد۔ ہیں آپ کی امت حامد ہے تکلیف و راحت ہر حالت میں حمد کرنا جس کا شیوہ ہے۔ آپ کی اور آپ کی امت کی نمازیں اور خطبے حمد ہی سے شروع ہوتے ہیں جو کتاب آپ پر نازل ہوئی ہے اس کا افتتاح بھی حمد ہی سے ہے گویا خدائے تعالیٰ نے پہلے ہی لوح محفوظ میں ثبت فرما دیا تھا کہ آپ اور آپ کے خلفاء (کتابت و ترتیب کے وقت) مصحف کا سرنامہ حمد سے فرمائیں گے قیامت کے دن دست مبارک میں لوائے حمد ہو گا اور جب آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا

تو آپ خدائے تبارک وتعالیٰ کے سامنے سربسجدہ ہو کر ایسی حمد فرمائیں گے کہ کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔
اس روز آپ صاحب مقام محمود ہوں گے یہ ایسا عالی رتبہ ہے کہ اولین و آخرین سب اس حصول
شرف و رفعت اوج پر غبطہ کریں گے آیہ کریمہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما
محمودا میں آپ کے اس درجہ پر فائز ہونے کی بشارت ہے۔ اگر مقام محمود کے معنے تفصیل کے ساتھ
معلوم کرنا ہوں تو سلف صالحین یعنی صحابہ کرام و تابعین نے (رضی اللہ عنہم اجمعین) جو تفسیر اس لفظ
کی کی ہے اور تفاسیر ابن ابی حاتم و ابن جریر و عبد بن حمید وغیرہ میں وہ مبسوط ہے اس کی طرف رجوع
کرنا چاہیے۔ اختصار کے ساتھ خلاصہ کے طور پر یوں سمجھیے کہ جب آپ شفاعت کے لیے مقام مقررہ
پر کھڑے ہوں گے تو اول و آخر مسلمان و کافر غرض یہ کہ جملہ حاضرین (یہ بارگراں اٹھانے کے باعث)
آپ کی حمد و ثنا سے رطب اللسان ہونگے پس یہی مقام محمود ہے۔ آپ کے اسم با مسمے محمود ہونے کا
یہ کافی ثبوت ہے کہ آپ نے مشرق سے مغرب تک روئے زمین کو ہدایت و ایمان و علم نافع
و عمل صالح سے معمور فرما دیا۔ دنیا میں رہنے والوں کے دل آپ کے نور ہدایت سے روشن ہو گئے
تمام ظلمتیں مٹ گئیں۔ اہل عالم شیاطین کے پھندوں سے آزاد ہو کر شرک کی نجاستوں سے پاک
ہو گئے کفر و جہالت کا طوفان بدتمیزی دنیا سے ملیا میٹ ہو گیا۔ آپ کی ہدایت کی بدولت مطیعوں
نے دنیا و دین کا وہ شرف حاصل کیا جس کی نظیر دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔ دنیا میں ہر طرف بت پرستی
صلیب پرستی۔ آتش پرستی کواکب پرستی کا دور دورہ تھا۔ ہر شخص نے اپنی مرضی کے مطابق اپنے
لیے خدا بنا رکھا تھا۔ نہ لوگ یہ جانتے تھے کہ کون مستحق عبادت ہے اور نہ اس امر سے واقف تھے
کہ صحیح طریق عبادت کیا ہے۔ ایک دوسرے کو کھائے جاتا تھا۔ جو بات اپنے نزدیک بہتر معلوم ہوئی
وہی راہ عمل تھی اور جو اپنا مخالف نظر آیا بے دھڑک اس کو مار ڈالنا ہی ایک شایستہ طریقہ تمدن۔
الغرض یہ دنیا کی ایک ایسی مجموعی تاریکی کا دور تھا کہ جس کی نظیر زمانہ ماضی میں کبھی نہیں پائی گئی۔
جامعیت کے ساتھ ہر قسم کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ عرب و عجم میں سوائے چند نفوس معدود
کے جو برائے نام آثار دین صحیح کا اتباع کیے جاتے تھے مرسلین سابقین کی روشنی ہدایت کا کہیں پتہ نہ تھا۔
زمین کا ہر قطعہ آب رحمت کے شوق و تمنا میں موہنہ کھولے ہوئے تھا اور ہر ذرہ آفتاب ہدایت سے
مستفیض انوار ہونے کے لیے بیتاب کہ عین اس کمال بطالت و ہلاکت کے زمانے میں غیرت الٰہی
جوش میں آئی اور آپ کو ایمان و ہدایت کا وہ پورا ساز و سامان عطا فرما کر جس سے دنیا کی اصلاح بلکہ تلافی
مافات ہو جائے مبعوث فرمایا۔ آپ نے رب الارباب تبارک وتعالیٰ کے حضور سے اس منصب جلیلہ پر

فایز ہوکر فرائض متعلقہ انجام کو پہنچائے مگر کس طرح۔ اس شان سے کہ دُنیا کی تاریکی کو نور سے بدل دیا۔
موت کے بعد حیات حقیقی کا چشمہ خلق پر کھولدیا۔ گمراہی کی جگہ ہدایت نے حاصل کی جہل کا قایم مقام
علم ہوگیا قلت کے بعد کثرت نمودار ہوئی۔ عزت نے ذلت کو نکال باہر کیا۔ محتاجی و فقر و فاقہ کے
عوض غنا نے خلق کو آسودہ حال بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے آنکھوں کے پردے اُٹھا
دئے بہرے کانوں کو کھولدیا دلوں کے زنگ و کدورت پر مصقلہ رشد و ہدایت پھیر دیا۔ آنکھوں میں
بصارت قلوب میں بصیرت آگئی کان کھل گئے سینے صاف ہو گئے جس قدر معرفت کا امکان ہے
لوگوں کو اپنے معبود جلشانہ کی نسبت حاصل ہوگئی۔ آپ نے حسب موقع و ضرورتِ محل اختصار
و تفصیل شرح و بسط کے ساتھ مخلوق کو احکام آلہی اس کے اسمار و صفات سے اس طرح پر مطلع فرمایا کہ دلوں
پر سے شک و تذبذب کے سحائب مظلمہ ہٹ کر ان میں معرفت آلہی کی تجلیاں بھر گئیں بعینہ اسی طرح پر
جس طرح برسات کے مہینے کی چودھویں رات میں یکایک بادل پھٹ کر چاند نکل آئے اور دنیا کو اپنے
نور افشاں چہرے کے عکس سے منور کر دے۔ آپ نے اپنی امت کے لیے کوئی ایسی بات جس کی پہلے
ضرورت تھی یا آیندہ ضرورت واقع ہوتی حل طلب باقی نہیں چھوڑی۔ ہر مسئلے ہر مقدمے میں انکو کافی
سے زیادہ مواد معرفت بہم پہنچا کر دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے مستغنی کر دیا۔ اللہ تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہے اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلےٰ علیھم ان فی ذلک لرحمۃ و ذکری لقوم
یؤمنون (کیا لوگوں کے لیے یہ امر کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انھیں سُنائی جاتی ہے بیشک یہ امر ہماری
رحمت پر مبنی ہے اور ایمان والوں کے لیے ایک بصرہ ہے) یعنی اب آپ کی تعلیم کی بعد تکمیل دین کے لیے کسی دوسری
تعلیم کی حاجت نہیں ہے۔ للمترجم ؎ انچہ تو آوردۂ ہر دو عالم بس ست ✦ شاہا بیں مغیست اول و ختم کتاب۔
بائے بسملہ و سین ناس کا مجموعہ بس ہے اس آیت پاک کی شان نزول ابو داؤد رح کی حدیث کے مطابق
جسے انھوں نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک بار صحابہ رضوان اللہ علیہم میں
سے کسی کے ہاتھ میں توریت کا ایک جزو دیکھا تو آپنے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ کسی قوم کی گمراہی کے لیے
یہ کافی ہے کہ اپنی کتاب کو جو اُن کے نبی پر اتری ہے چھوڑ کر دوسروں کی کتابوں کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ
نے اس ارشاد کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی ہے عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ راء بید
بعض اصحابہ قطعۃ من التوراۃ فقال کفی بقوم ضلالۃ ان یتبعوا کتابا غیر کتابھم انزل علی نبیھم فانزل اللہ
عزوجل تصدیق ذلک اولم یکفھم انا انزلنا الی اخر الایۃ۔ بہرحال یہ ارشاد ایسے شخص کے حق میں ہے جو
اپنے نبی کی کتاب چھوڑ کر دوسری کتاب (سابق) میں کہ وہ بھی منزل من اللہ ہی کیوں نہو کوئی امر دین

تلاش کرے وائے برحال ان اشخاص کے جو اللہ پاک اور اس کے رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام ہدایت انجام پر ما و شما کے عقلی اقوال کو مقدم رکھکر انھیں اپنے اعمال و استدلال کا مدار کار ٹھیرا تے ہیں حالانکہ کوئی راستہ وصول الی الحق کا ایسا نہیں ہے جو بانی واقعی صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو نہ بتا دیا ہو جس قدر اچھی باتیں تھیں وہ ایک ایک کرکے آپ نے ارشاد فرا دیں اور جتنی برائیاں تھیں نام بنام ان سے مطلع فرما کر احتراز کا حکم صادر فرما دیا۔ حدیث شریف میں آپ کا ارشاد وارد ہے۔ ما ترکت من شئ یقربکم الی الجنۃ الا وقد امرتکم بہ ولا من شئ یقربکم الی النار الا وقد نہیتکم عنہ (جو باتیں تم کو جنت سے قریب کرنے والی ہیں ان میں سے کوئی بات میں نے نہیں چھوڑی جس کا تمکو حکم نہ دیا ہو اور نہ کسی ایسی بات سے روکنے میں جو تمکو دوزخ سے قریب کردے درگزر کی ہے) ابو ذر رضہ نے فرمایا ہے لقد توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وما طائر یقلب جناحیہ فی السماء الا ذکر نامنہ علماً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے مفارقت ایسی حالت میں فرمائی ہے کہ (عام مسائل دین درکنار) آسمان پر اڑنے والا کوئی جانور بھی ایسا نہیں جس کے متعلق ہمکو (پوری) کار آمد معلومات بہم دپہنچا دی ہو) یہی نہیں کہ آپ نے ہمکو صرف وہ امور جو ہمارے روزانہ تعلقات زندگی یا اعمال سے تعلق رکھتے ہیں تعلیم فرمائے ہوں بلکہ آیندہ بعد موت قیامت تک جو حالات ہمکو پیش آنے والے ہیں اور جس طرح ہم اپنے رب کے حضور میں حاضر کیے جائیں گے ایسی کامل وضاحت وصراحت سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں ارشاد فرما دئے ہیں۔ کسی علم نافع کا کوئی ایسا طریقہ جو بندوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قربت نصیب کرنے والا ہے بن بتایا نہیں چھوڑا ہے۔ اور کوئی ایسی مشکل اس مرحلہ میں نہیں جن کی تشریح وتصریح کامل فرما کر راستہ صاف نہ کر دیا ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے بھٹکے ہوئے دلوں کو شاہراہ ہدایت پر لگا دیا اور ان میں جہل وشرک وغیرہ انواع واقسام کی جو بیماریاں تھیں اُن سے شفا عنایت فرمائی۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کسی دوسرے کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ وہ بمقابلہ ذات بابرکات حمد وثنا کا مستحق واحق ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ کو امت کی جانب سے اس الطاف جزیل کی جزائے خیر جو سب جزاؤں سے افضل ہو سکتی ہے عطا فرمائے۔

آیت شریفہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں جن میں سے اصح القولین یہی قول ہے کہ اس جملے کا حمل اپنی عمومیت پر رہے (یعنی آپ کا رحمۃ ہونا عام ہے کافر ہو یا مسلم سب مخلوق کے لیے وجود سراپا بہبود رحمت ہے) اس تقدیر پر تعمیم کا اثبات دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی رسالت سے عام مخلوق کو جو نفع حاصل ہوا

ہے اُس میں مخلوق کی چند حالتیں میں ایک گروہ وہ ہے جس نے آپ کا اتباع کیا اور وہ اس کی وجہ سے دین و دنیا کی اعلیٰ منازل کرامت پر فائز ہوا دوسرا فریق معاندین ومحاربین کا ہے جس نے آپ کی مخالفت میں جنگ وجدل کا راستہ اختیار کیا اور انجام کار اپنے کیفر کردار کو پہنچکر بہت جلد دُنیا سے چل بسا۔ اس فریق کے لیے درحقیقت یہی امر بہت بڑی رحمت تھا کہ آیندہ عمر کے کفر وطغیان سے جو اس کے لیے مزید عقاب وعذاب کا باعث تھے وہ آزاد ہو گیا۔ اور اس کے حق میں یہ موت اس کی زندگی سے بہتر واقع ہوئی۔ ان دونوں کے بعد تیسری جماعت کفار معاہدین کی ہے ان کے حق میں آپ کا رحمۃ ہونا مسلّمہ وواضح شدہ امر ہے اس لیے کہ بمقابلہ دیگر ابنائے جنس کے انھوں نے آپ کے ظلِ عاطفت وحمایت میں جیسی اطمینان وعافیت کی زندگی بسر کی ہے وہ کسی تصریح کی محتاج نہیں چوتھا طایفہ منافقین کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فریق نے بھی آپ کے رحمت ہونے سے کچھ کم فائدہ نہیں حاصل کیا۔ محض زبانی جمع خرچ کی بدولت یعنی اپنے آپ کو مومن ظاہر کر کے اُس مراعاۃ میں جو عام مسلمین کے ساتھ مرعی تھی ہمیشہ شریک رہے۔ اب ان سب سے گزر کر پانچویں درجے میں وہ لوگ باقی رہ جاتے ہیں جو زمانہ رسالت میں دور و دراز مقامات پر تھے یا بعد زمانہ رسالت عالم وجود میں آئے۔ ان کے حق میں آپ کا رحمت ہونا یوں محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعزاز و اظہار تشریف وکرامت میں عذاب عام کے نازل کرنے کا طریقہ جو امم سابقہ کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا ہے یک قلم موقوف فرما دیا اور یہ سب اس سے محفوظ رہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ فی الحقیقت ہر شخص کے لیے رحمت ہیں مومنین نے اس رحمت کو قبول کر کے اس سے دین و دنیا کا نفع اُٹھایا اور کفار اسے رد کر کے اپنی حالت میں گرفتار اس نعمت سے محروم رہے اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ فعل آپ کی ذات بابرکات سے نفی رحمت کا باعث کسی طرح نہیں ہے ایک دوا جو کسی مرض کے لیے بالخاصہ مفید ہو مریض کے استعمال نہ کرنے سے اس کا خاصہ نہیں مٹا کرتا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمہ آفتاب راچہ گناہ۔ فطرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے جو مکارم اخلاق ومحاسن الطاف ذات گرامی میں ودیعت فرمائے تھے ان پر غور کرنے سے کوئی شخص آپ کی حمد وثنا سے باز نہیں رہ سکتا جو لوگ فطرت انسانی پر غور کرنے کے خوگر ہیں دوسرے بڑے سے بڑے اشخاص کے مقابلے میں جب وہ آپ کی سیرت وحالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت جلد اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ بہترین اخلاق واعلیٰ اوصاف بشری جس حد وغایت تک ہو سکتے ہیں وہ سب اپنے انتہائے مدارج کمال کے ساتھ حضور والا کی ذات جامع الصفات

میں موجود تھے۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ آپ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ خلیق سب سے زیادہ امین سب سے زیادہ سچے سب سے زیادہ سخی۔ تکلیف کے وقت سب سے زیادہ متحمل المزاج قدرت وغلبہ کے عالم میں سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے تھے شدید سے شدید جاہل کے مقابلے میں آپ حلم سے کارفرما ہوتے تھے کسی کی بدتمیزی پر غصہ و بدمزگی طبع کا کیا ذکر کبھی اس کا نشان تک ظاہر نہ ہونے پاتا تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی پیشین گوئی آپ کی نسبت پہلے سے کتب سابقہ میں موجود تھی چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو رضہ سے اس بارے میں جو روایت کی ہے وہ توضیح وتائید کلام کے لیے یہاں درج کی جاتی ہے (ان عبداللہ رضہ کو کتب سابقہ کا کچھ علم حاصل تھا)

انہ قال فی صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ محمّد عبدی ورسولی سمّیتہ المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخّاب بالا سواق ولا یجزیٔ بالسّیئۃ السّیئۃ ولکن یعفو و یغفر لن اقبضہ حتی اقیم بہ الملۃ العوجآء وافتح بہ اعیناً عمیاً وآذاناً صماً وقلوباً غلفاً حتّٰی یقولوا لا الٰہ الا اللہ ہ [۱]

عبداللہ بن عمرو نے کہا ہے کہ توریت میں آپ کا ذکر خیران الفاظ میں مذکور ہے ، محمدؐ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ہیں۔ میں نے متوکل ان کا نام رکھا ہے نہ تو وہ درشت خو سخت مزاج ہیں اور نہ چلّا کر بولنے والے۔ بُرائی کا عوض بُرائی سے نہ کرینگے بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہوں گے ۔ میں اس وقت تک اپنے پاس نہیں بُلاؤنگا جب تک کہ مخلوق کجی چھوڑ کر سیدھے راستے پر نہ پڑ جائے۔ میں اندھی آنکھوں بہرے کانوں تاریک دلوں کو ان کے ذریعے سے کھول دونگا یہاں تک کہ میرا بول بالا ہو جائے اور کلمۂ توحید عالم میں پھیل جائے۔

آپ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے خلق پر نہایت مہربان اور دین و دُنیا کا نفع پہنچانے والے تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت کلام کا یہ حال تھا کہ مختصر الفاظ میں بے انتہا معانی ہوتے تھے۔ صبر کے موقع پر آپ کی برابر صبر کرنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔ وفائے عہد میں آپ سب کے پیشرو ہیں۔ ادنیٰ بھلائی کی مکافات آپ بدرجہا زاید سلوک سے فرماتے تھے۔ تواضع۔ ایثار۔ اپنے دوستوں کی حمایت۔ اور ان سے دشمنوں کے دفاع میں جو آپ کا پایۂ عالی ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہوا خدائے تعالےٰ کے احکام پر آپ سب سے

---

[۱] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس متن حدیث کو بواسطہ محمد بن سنان بلفظ عن فلیح سے روایت کیا ہے اور بیہقی و ابن جریر باختلاف بعض الفاظ بواسطہ مثنیٰ وعثمان بن عمر فلیح سے بصیغۂ تحدیث روایت کرتے ہیں

زیادہ عمل وقیام فرمانے والے اور نواہی میں سب سے زیادہ محترز رہنے والے تھے آپ کا ذکر خیر خصائل وعادات کا بیان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجود الناس صدراً واصدق قھم لھجۃً والینھم عریکۃً واکرمھم عشرۃ من رآہ بدیھۃ ھابہٗ ومن خالطہ معرفۃ احبّہ یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہٗ صلے اللہ علیہ وسلم (مصنف رح ان فصیح وبلیغ جمالات کی شرح یوں فرماتے ہیں) **قولہ** کان اجود الناس صدراً آپ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں سب مخلوق سے زیادہ جواں مرد تھے گویا سینہ مبارک خیر کا ایک چشمہ تھا جس سے خیر ہمیشہ جاری رہتی تھی آپ جو کچھ کلام فرماتے تھے وہ حسن خلق وہدایات خیر پر مشتمل ہوتا تھا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ساری دنیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سینے کی برابر کوئی محل خیر نہ تھا جس میں تمام بھلائیاں سمٹ کر سما گئی تھیں **قولہ** اصدق الناس لھجۃ: یہ آپ کا ایسا مسلمہ وصف ہے جس کا اقرار آپ کے ان دشمنوں نے بھی جو ہمیشہ برسر جنگ وجدل رہتے تھے باوجود انتہائی مخالفت کے کیا ہے۔ ہوا خواہ وتبعین درکنار کسی بڑے سے بڑے مخالف کی بھی ایسی ایک شہادت نہیں مل سکتی جس سے عمر بھر میں آپ کی کسی غلط بیانی کا اثبات ہوتا ہو مشرکین عرب یہود ونصاریٰ جو آپ کے سخت مخالف تھے اور جنھوں نے آپ سے لڑنے جھگڑنے میں کسی قسم کی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے آپ کو برا بھلا کہتے تھے مگر کبھی کسی معمولی کذب کا بھی ان میں سے کسی نے آپ پر الزام نہیں لگایا ہے اس باب میں مسور بن مخرمہ رض کا واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ابوجہل سے دریافت کیا کہ تم لوگوں نے کبھی دعوت رسالت سے پہلے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر (دروغ بافی یا کسی برائی کا) الزام لگایا ہے یا نہیں۔ ابوجہل نے جواب دیا کہ اے میرے بھانجے خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوا۔ محمد جس زمانے میں نوعمر جوان تھے ہم سب لوگ ان کو امین کہا کرتے تھے پھر جب کہ وہ اب بوڑھاپے کے لگ بھگ آگئے ہیں کیا موقع جھوٹ بولنے کا باقی رہا ہے۔ میں نے کہا کہ جب صورت حالات یہ ہے تو ان کا اتباع نہ کرنا افسوسناک امر ہے۔ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ حصول شرف ومجد میں ہم اور بنو ہاشم کبھی ایک دوسرے سے پیچھے نہیں رہے ہم میں اور ان میں ہمیشہ سے یہ لاگ ڈانٹ رہی ہے جب کبھی انھوں نے لوگوں کو کھانا کھلایا یا پانی پلایا اپنے جوار میں لیا تو ہم نے بھی ان امور میں ان کے مقابل بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے لیکن اب اس خاندان میں نبوت آجانے سے ہمارے پاس اس کمی کے پورا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے پھر اس صورت میں مصالحت ہو تو کیسے اور ننگ اتباع گوارا کیا جائے تو کس دل سے۔

دعویٰ نبوت کی تکذیب کی وجہ سے جو کچھ تکدر طبع عالی میں کبھی کبھی پیدا ہو جایا کرتا تھا خدائے تعالیٰ اس کے رفع کرنے اور آپ کو تسلی بخشنے کی غرض سے ارشاد فرماتا ہے قد نعلم انہ لیحزنک الذین یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتاھم نصرنا ولا مبدل لکلمات اللہ ولقد جاءک من نبای المرسلین ۵

(بیشک کفار تمہاری نسبت جو کچھ کہتے ہیں اور تم کو اس سے جس قدر تکلیف پہنچتی ہے ہمیں وہ سب معلوم ہے" لیکن تمھیں ان کی بیہودگی کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے اس لیے" یہ ظالم تمہاری تکذیب نہیں کرتے درحقیقت ہماری نشانیوں کے منکر ہیں" اور ان کا تو ہمیشہ سے یہی دستور ہے" تم سے پہلے جو رسول بھیجے گئے تھے ان کو بھی انھوں نے (ایسا ہی) جھٹلایا ہے مگر انھوں نے ان کی اذیتوں اور تکذیب پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انھوں نے فتح پائی۔ ہمارے احکام کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور یہ پیغمبروں کے حالات تو تم کو معلوم ہی ہو چکے ہیں) **قولہ** الینھم عریکۃ یعنی آپ کا برتاؤ اپنا ہمجنس سے ہمیشہ نہایت نرم ہوتا تھا اگر آپ کی دعوت کی جاتی تھی تو بلا لحاظ وجاہت داعی آپ بلا تامل قبول فرما لیتے تھے ہر حاجت مند کی حاجت پوری فرماتے تھے۔ کوئی سائل آپ کے حضور سے محروم نہیں جاتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اگر کسی کام میں آپکی شرکت چاہتے تھے تو آپ ان کی موافقت فرما کر شریک حال رہتے تھے۔ جب خود آپ کی توجہ کسی کام کی جانب مبذول ہوتی تھی تو آپ ان سے مشورہ فرماتے تھے (استبدادی احکام کا نفاذ نہیں تھا) ان میں سے جو کوئی اچھے کام کرتا تھا آپ وہ قبول و پسند فرماتے تھے اور جس سے کوئی خطا سرزد ہوتی تھی اس سے درگزر کرتے تھے **قولہ** اکرمھم عشرۃ۔ یعنی آپ اپنے جلیس کے ساتھ بہترین طرز معاشرت استعمال فرماتے تھے چہرہ مبارک پر کسی کے سامنے کبھی ترشی کے آثار نہیں پیدا ہوتے تھے گفتگو میں سختی و کرختگی کا بشرے سے بدمزگی کے اظہار کا کبھی شائبہ تک نہ پایا جاتا تھا۔ کسی کی لغزش زبان پر کبھی گرفت نہیں فرماتے تھے۔ اگر منافی آداب صحبت و حفظ مراتب کسی سے کوئی بات سرزد ہوتی تو آپ اُس سے اس طرح چشم پوشی فرما لیتے تھے کہ گویا وہ پہلو ہی درمیان میں نہیں آیا۔ غرض یہ کہ اپنے جلیس کے ساتھ جو انتہائی مقتضائے اخلاق و احسان و رواداری ہے آپ اس سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔ جو شخص آپ سے ملتا تھا وہ آپ کے لطف و کرم تواضع و احسان اخلاق و مدارات نصائح خیر سے متاثر ہو کر فوراً کہہ اٹھتا تھا کہ آپ اس کے نزدیک احب الناس ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے اس طرز معاشرت سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ دلوں پر اپنا سکہ محبت جمانے کا نہیں ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سنے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کا طریقہ سلوک اپنے ہم نشینوں کے

ساتھ دریافت کیا تو انھوں نے جواباً یہ ارشاد فرمایا۔ آپ ہمیشہ شگفتہ پیشانی رہا کرتے تھے ملنساری اور نرم

كان دائم البشر سهل الخلق لين الجانب ليس
بفظ ولا غليظ ولا سخاب ولا فحاش ولا عياب
ولا مدّاح يتغافل عما لا يشتهي ولا يويس منه
ولا يجيب فيه قد ترك نفسه من ثلاث كان
لا يذم احداً ولا يعيبه ولا يطلب عورته
لا يتكلم الا فيما رجا ثوابه واذا تكلم اطرق
جلساؤه كانما على رؤسهم الطير فاذا سكت
تكلموا لا يتنازعون عنده الحديث من تكلم
عنده الصتوا له حتى يفرغ حديثهم عنده
حديث اولهم يضحك مما يضحكون منه ويتعجب
مما يتعجبون منه ويصبر للغريب على الجفوة
من منطقه ومسألته حتى اذا كان اصحابه
ليستجلبونهم ويقول اذا رأيتم طالب حاجة
يطلبها فارفدوه ولا يقبل الثناء الا من
مكافئ ولا يقطع على احد حديثه حتى يجوز
فيقطعه بنهي اوقيام ہ

مزاجی کی شان بڑھی ہوئی تھی۔ نہ تو آپ کی طبیعت میں
درشتی وسختی تھی اور نہ آپ چلا کر بات چیت فرماتے
آپ فحش گو بھی نہ تھے کسی کی عیب چینی یا مداحی بھی
نہیں فرماتے تھے جو چیز کھانے میں پسند نہ ہوتی آپ
اُس کی بُرائی نہیں فرماتے تھے صرف نہ کھانے پر
اکتفا فرما لیتے تھے اور جو غذا مرغوب ہوتی تھی اس کو
خواہ کوئی کتنی ہی رغبت دلائے معتاد سے زیادہ تناول
نہ فرماتے تھے آپ نے تین باتیں طبیعت سے بالکل
نکال ڈالی تھیں ایک تو آپ کسی کی مذمت وعیب
گیری نہیں فرماتے تھے۔ دوسرے کسی کی چھپی ہوئی
باتوں کی ٹوہ نہیں لگاتے تھے تیسرے کوئی ایسی
بات جس میں حصول ثواب کی امید نہ ہو آپ زبان
مبارک سے نہیں نکالتے تھے آپ کی گفتگو کے وقت
آپ کے ہمنشین اس کو نہایت ادب وسکوت سے
متوجہ ہو کر سنتے تھے گویا سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں
جب آپ کی گفتگو کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو وہ لوگ بات
چیت کرتے تھے۔ آپ کی صحبت میں ایک دوسرے
پر رد وقدح یا دخل در معقولات نہیں کرتا تھا جب تک
گفتگو کرنے والا اپنی گفتگو ختم نہ کرلے سب خاموش سنتے
رہتے تھے۔ جن باتوں پر دوسروں کو ہنسی آتی تھی یا
تعجب ہوتا تھا آپ بھی ہنستے اور تعجب فرماتے تھے۔ اگر
کوئی نووارد کسی بات یا سوال میں کوئی بے تمیزی کر بیٹھتا
تھا" تو آپ بجائے ناراض ہونے کے " صبر فرماتے تھے
یہاں تک کہ آپ کے اصحاب دوسری طرف توجہ نہ دلادیں۔

آپ کی ہدایت تھی کہ جب کسی طالب حاجت سے واسطہ
پڑے تو اس کے ساتھ ملائمت وسلوک کرنا چاہیے۔ آپ
کسی سے اپنی تعریف سننا بھی پسند نہیں فرماتے تھے
مگر بطور واقعات کے۔ جبتک کوئی ضرورت واقع نہ ہو
آپ کسی کا قطع کلام نہیں فرماتے تھے اس کی بھی
یہ صورت ہوتی تھی کہ یا تو کلام کی ممانعت فرما دیتے تھے
یا جلسہ برخاست فرماتے تھے۔

قولہ من راٰہ بدیہۃ ھابہ ومن خالطہ معرفۃً احبّہٗ یہ دونوں امر یعنی اجلال ومحبت ایسے اوصاف ہیں جنھیں خدائے تعالیٰ بالتخصیص ارباب صدق واخلاص میں جمع فرماتا ہے ایک طرف تو یہ حالت تھی کہ آپ کو دیکھتے ہی اول نظر میں آدمی کا دل خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو آپ کی تعظیم و اجلال سے لبریز ہوجاتا تھا اور اضطراری طور پر آپ کا رعب اس کو لرزہ براندام بنا دیتا تھا۔ اور دوسری جانب یہ صورت تھی کہ اگر تھوڑی سی بھی کسی کو دولت ہمنشینی حاصل ہوگئی تو وہ دنیا ومافیہا سے زیادہ آپ کے ساتھ محبت کرنے لگتا تھا۔ محبت کا کمال یہ ہے کہ تعظیم واجلال کے ساتھ وابستہ ہو۔ ہر محبت بغیر تعظیم وہیبت کے اور ہر تعظیم بغیر محبت کے ناقص ہوا کرتی ہے مثلاً کسی جابر وظالم حاکم کی جب تعظیم کی جاتی ہے صمیم قلب سے نہیں ہوتی بادل ناخواستہ ایک بوجھ اتارا جاتا ہے اور جب یہ صورت ہے تو لامحالہ وہ ناقص ہے۔ لیکن یہ کمال محبت جس کے لیے تعظیم وہیبت لازم وملزوم ہے جبتک محبوب کی ذات میں صفات کمال بوجہ اتم موجود نہوں محب کے دل میں اس کی طرف سے تمکن نہیں ہوتی۔ چونکہ ذات باری تعالیٰ میں یہ صفات کمال جملہ محبوبین سے زائد پائی جاتی ہیں اس لیے وہی سب سے زیادہ محبت وتعظیم واجلال کی مستحق ہے۔ دل کا ہر گوشہ ان سے بھرا ہوا رہنا چاہیے۔ خدانخواستہ اگر اسی نوعیت سے دل میں کسی دوسرے کا بھی دخل ہے تو یہی وہ شرک ہے جسے وہ کبھی معاف نہیں فرماتا اُسے یہ کسی طرح پسند نہیں کہ اس کے اور دوسروں کے درمیان مساوات برتی جائے۔ آیہ کریمہ

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ ۵
(بعض انسان ایسے ہیں کہ جنھوں نے سوائے خدا کے اور دوست بنا رکھے ہیں اور وہ ان کے ساتھ ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیے۔ لیکن ایمان والے سب سے زاید خدا کے ساتھ محبت رکھنے والے ہیں) میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا ہے کہ غیر اللہ کی محبت اُسی نوعیت سے جو اس کی ذات پاک سے

لیے مخصوص ہے اس کا شریک ٹھیرانی کی مترادف ہے ۔ شرک لیے یہ ضرور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کسی میں تسلیم کی جائے ۔ حشر ونشر کے بعد اہل نار اپنے معبودان باطل سے مخاطب ہوکر کہیں گے تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین ۰ (بیشک خدا کی قسم ہم بڑی ہی گمراہی میں مبتلا تھے جو تم کو رب العالمین کی برابر ٹھیراتے تھے) چونکہ امور تخلیق وارزاق وغیرہ میں کفار نشان معبودان باطل کو کبھی خدا کا ہم پلہ نہیں ٹھیرایا ہے تو ظاہر ہے کہ اس خطاب میں جس مساوات کا ذکر ہے وہ وہی محبت میں مساوات ہے جو یہ لوگ ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور جس کا صرف اکیلا خدائے تعالیٰ ہی مستحق ہے ۔ عبادۃ کی حقیقۃ بھی یہی حُب وذل ہے جسے بالفاظ دیگر اجلال واکرام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو آیت شریفہ تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام میں متصف فرمایا ہے اس آیت کی تفسیر میں اصح القولین یہی قول ہے کہ ان الجلال ھو التعظیم والاکرام ھو الحب ۰ پس اس حالت میں جو محبت و تعظیم کسی بشر کی کیجائیگی ضرور ہے کہ اس کا موضوع خدا ہی کی تعظیم ومحبت ہو چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جس قدر تعظیم ومحبت کی جاتی ہے درحقیقت وہ خدا ہی کی تعظیم ومحبت پر مشتمل ہے قاعدہ ہے کہ مرسل کا اکرام ہمیشہ مرسل کی وجہ سے اور اسی کے قدر ومرتبہ کے اعتبار پر ہوتا ہے ۔ امت جتنی محبت و تعظیم آپ کے ساتھ کرتی ہے وہ خدا ہی کی محبت واجلال کی بنا پر ہے ۔ اور خدا ہی کے واسطے ہے۔ اور جو محبت خدا کے واسطے ہے وہ دراصل خدا ہی کی محبت ہے ۔ یہی حال صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین ودیگر بزرگان امت کی محبت کا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت واجلال کی فرع ہے یعنی چونکہ ان بزرگواروں کے دل میں اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم تھی ہم نے اُس کی وجہ سے ان کی محبت وعظمت کی بہرحال اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال ہیبت اور جذب قلوب سے بہرہ ور فرمایا تھا ۔ یہ دونوں ایسی باتیں ہیں کہ (حسب تفاوت درجات) جن میں ہر مومن مخلص کا حصہ ہے حسن بصریؒ نے فرمایا ہے ان المومن رزق حلاوۃ ومھابۃ (مومن کی شان یہ ہے کہ اس میں دلکشی اور مہابت دونوں صفتیں موجود ہوں) آپ کی ذات مبارک میں ان صفات کا اجتماع اس کثرت سے واقع ہوا تھا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں نہ تو آپ سے زیادہ کسی کی محبت تھی اور نہ اس قدر کسی کی ہیبت و عظمت عمرو بن عاص رضؓ نے مسلمان ہونے کے بعد بیان کیا کہ حالت کفر میں کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے دشمن نظر نہ آتا تھا مگر جب سے مشرف باسلام ہوا ہوں آپ سے

زیادہ مجھے کوئی دوست نہیں ہے اور نہ میری آنکھوں میں اتنا کسی کا وقار ہے اگر آج تم مجھ سے آپ کا پورا پورا حلیہ دریافت کرنا چاہو تو میں نہیں بتا سکتا اس لیے کہ آپ کے اجلال کی وجہ سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ پر بھرپور نظر پڑ سکی ہو۔ عروہ بن مسعود نے آپ کی خدمت سے واپس جاکر قریش کے سامنے آپ کے دربار نبوت کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ میں نے کسریٰ اور قیصر اور دوسرے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر جس قدر تعظیم و تکریم اصحاب محمدؐ۔ محمد صلعم کی کرتے ہیں کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تو یہ حال تھا کہ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ نظر اٹھا کر بھی آپ کی طرف دیکھے۔ آپ نے کسی طرف تھوکا کہ ایک نہ ایک نے زمین پر گرنے سے قبل اسے ہاتھ میں لے کر موںھ اور سینے پر مل لیا۔ آپ کے وضو فرمانے کے وقت مستعمل پانی لینے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا۔ یہ سب شہادات اس امر کی دلیل ہیں کہ ذات مبارک میں تواتر حمد کی حقیقت بدرجہ اتم ودیعت تھی جس کے لحاظ سے آپ کا اسم مبارک محمد صلے اللہ علیہ وسلم رکھا جانا عین اسم بامسمے اور لفظ مطابق معنے ہے **محمدؐ** اور **احمدؐ** میں فرق معنے کے متعلق دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ محمدؐ کی حقیقت ایسا محمود ہے جس پر یکے بعد دیگرے بتواتر حمد واقع ہو اس صورت میں ثنا کرنے والوں کی کثرت ثنا پر یہ لفظ دال ہوگا جو ذات محمود میں کثرت موجبات حمد کی مستلزم ہیں۔ اور احمد چونکہ افضل التفضیل کا صیغہ ہے اس کا مدلول یہ ہوگا کہ آپ جس ثنا کے مستحق ہیں وہ اس ثنا سے جس کا استحقاق دوسروں کو ہو افضل و اعلیٰ ہے۔ اس تاویل کے لحاظ سے دونوں ناموں میں یہ فرق معنے ہے کہ لفظ محمد میں زیادت حمد باعتبار کمیت و مقدار ہے یعنی آپ اس امر کے مستحق ہیں کہ آپ کی ثنا زیادہ کی جائے۔ اور لفظ احمد میں زیادت حمد بلحاظ کیفیت ہے یعنی افضل ثنا آپ کی نسبت استعمال کی جائے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ لفظ محمد کے وہی معنے اور وہی شان جو اوپر بیان کی گئی ہے اپنی حالت پر قایم رکھی جائے اور لفظ احمد کے معنے ایسا حامد قرار دئے جائیں جس کی حمد اپنے رب کی بارگاہ میں جملہ حامدین کی حمد سے افضل و اعلیٰ ہے اس صورت میں پہلا نام بدستور سابق مسمے کے بتواتر محمود ہونے پر دلالت کریگا اور دوسرا سب سے زیادہ اپنے رب کے حامد ہونے پر۔ یہ تاویل اس بنا پر ہے کہ جماعت بصرین کے نزدیک اَفْعَلُ کا وزن جو تفضیل و تعجب کے لیے آتا ہے وہ فعل فاعل پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ فعل مفعول پر (اس مقام پر اثبات دعوے میں جو قواعد نحوی و صرفی بیان کی گئی ہیں ان کو قلم انداز کیا جاتا ہے)

فصل - ایک[1] گروہ کا جن میں ابوالقاسم سہیلی رح بھی شامل ہیں یہ خیال ہے کہ آپ کا نام نامی قبل اس کے کہ محمد رکھا جائے احمد رکھدیا گیا تھا چنانچہ مسیح علیہ السّلام نے آپ کی تشریف آوری کی بشارت اسی نام سے دی ہے (یعنی آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد - میں) اس کے سوا ایک حدیث طویل میں بضمن سوال جواب موسیٰ ؑ وارد ہوا ہے کہ جناب موصوف نے درگاہ رب العزت میں

---

[1] جن حضرات نے تقدیم وتاخیر اسما کی بحث میں نکتہ آفرینی ومعنی طرازی سے کام لیا ہے ان کے استدلال کی بنا اور اس قیاس کا مدار صرف کلام پاک کی وہ آیت شریفہ ہے جو متن میں نقل کردی گئی ہے۔ لیکن آیت موصوف سے نہ تو یہ ثابت ہے کہ کتاب مقدس میں صرف یہی اسم پاک یعنی احمد ؐ مذکور ہے اور نہ یہ صراحت ہے کہ یہ نام پہلا ہے یا دوسرا۔ بلکہ وہ صرف ایک حکایت قول ہے جس کو نہ تو اس دعوی سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہونا چاہیے تھا۔ اب باقی رہی اصل کتاب مقدس اس میں بھی کوئی ایسی شہادت دستیاب نہیں ہوتی جو اس دعوے کی مخالفت یا موافقت میں سے کسی پہلو کے لیے مفید ہو۔ بلکہ جب ہم نسخ عہد جدید میں خود لفظ محمد ؐ موجود دیکھتے ہیں تو یہ تقدیم وتاخیر کی ساری بحث اپنی جگہ ہی پر ختم ہوجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً جدید ہو یا قدیم دونوں ہی عہد کی کتابوں میں یہ دونوں اسم مبارک بغیر کسی امتیاز تقدیم وتاخیر کے بعینہ اسی طرح کہ جس طرح سے کلام اللہ یا احادیث میں مستعمل ہیں۔ استعمال کیے گئے ہیں۔ چنانچہ اس بیان کی تائید میں ہم انجیل برنا باس حواری کی عبارت نقل کرتے ہیں جسے سیل صاحب نے بھی معہ ترجمہ انگریزی وفارسی اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں قلمبند کیا ہے وہی ہذا کل شخص انی صلبتُ لکن ھذہ الاھانۃ والاستھزآء تبقیان الی ان یجیٔ محمدٌ رسول اللہ فاذا جآء فی الد نیا ینبّہ کل مومن علی ھذا الغلط وترفع ھذہ الشبھۃ من قلوب الناس - (ہر انسان یہ خیال کریگا کہ مجھے سولی دی گئی ہے۔ بلکہ یہ اہانت آمیز تمسخر محمد رسول اللہ کی تشریف آوری کے زمانے تک باقی رہے گا۔ جب آپ دنیا میں تشریف لائیں گے اُس وقت ہر مومن اپنی اس غلط فہمی سے آگاہ ہوجائیگا اور لوگوں کے دلوں سے شک بالکل نکل جائیگا) اسی نہج پر کتب عہد قدیم میں لفظ احمد موجود ہے چنانچہ علمار ارمن نے جو ترجمہ کتاب اشعیا علیہ السلام کا ۱۶۶۶ء میں کیا تھا اور وہ مطبع انتولی پر تولی - میں درمیان ۱۷۲۳ء کے چھپا ہے اس کے باب ۴۲ کی یہ عبارت ہے سبحوا اللہ تسبیحاً جدیداً واثر سلطنتہ علی ظھرہ واسمہٗ احمد (اللہ تعالیٰ کی نئے سرے سے تسبیح کرو اُس کی سلطنت کی نشانی اُس کی پیٹھ پر موجود ہے اور اس کا نام احمدؐ ہے) اس کے علاوہ ابن ہشام نے اپنی سیرت نبوی میں ابن اسحق سے ایک حدیث حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میری عمر سات آٹھ سال کی تھی اور اتنا ہوش تھا کہ جو کچھ سنتا تھا اس کو یاد رکھتا تھا اُس زمانے میں میں نے ایک یہودی کو ٹیلے پر کھڑے ہوئے سُنا کہ وہ دوسرے یہودیوں کو بلا رہا ہے جب وہ جمع ہوگئے اور اس طلبی کا سبب انہوں نے دریافت کیا تو اس نے کہا طلع اللیلۃ نجم احمد الذی ولد بہ - بیہقی وابونعیم کی روایت میں یولد فی ھذہ اللیلۃ (بقیہ بصفحہ دیگر)

عرض کیا کہ یا باری تعالیٰ میں ایک امت کے بہت بڑے درجات دیکھتا ہوں تو میری امت کو وہی امت بنا دے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ امت جس کی تم نے بڑی شان دیکھی ہے امت احمدؐ ہے تمھاری امت نہیں ہوسکتی تب انھوں نے مکرر عرض کیا کہ اگر وہ امت میری امت نہیں ہوسکتی تو تو مجھے ہی احمدؐ کی امت میں داخل فرمادے = الخ = یہ دونوں شہادتیں اس دعوے کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵) کے الفاظ ہیں (آج کی رات میں وہ ستارہ نکلا ہے جو احمدؐ کی پیدائش کی علامت ہے) یہ حدیث پتہ دیتی ہے کہ یہود میں آپ کا اسم مبارک احمدؐ بھی بر بنائے اخبارات و بشارات انبیاء علیہم السلام ایسا ہی مشہور و متواتر تھا جیسا کہ محمدؐ صلعم اور تقدیم و تاخیر در حقیقت کوئی وزن نہیں رکھتی ہے = غزل الغزلات میں لفظ محمدؐ آیا ہے چنانچہ نسخہ عبرانی کے باب پنجم آیت دہم کی عبارت جہاں حلیہ شریف بیان کیا گیا ہے قابل دید ہے عل اَدْ نِی یَاژْھَنْ سِیْھُوْ کَلْبَانُوْنَ بَاجُوْرْ کَانَ اَادِیْم ہ خِلُوْ مُحَمَّدِیْمْ ذِہ دُوْدِیْ وَذِہ نَ عِیْ یَا بُنُوْتْ یَرُ شَلاَ کِمْ ہ (ان کا چہرہ اس طرح چمکتا ہے جیسا چودھویں رات کا چاند وہ جوان سال ہیں صنوبر کے مانند وہ بڑے خلیق ہیں وہ بالکل محمد ہیں وہ میرے دوست ہیں وہ میرے محبوب ہیں اے یروشلیم کی بیٹیوں = لیکن یہ سب حوالجات ان کتابوں میں ملیں گے جو ۱۸۵۵ء سے پہلے کی مطبوعہ ہیں اس سنہ کے بعد دونوں عہد کی کتابوں میں بہت کچھ ترمیم و تنسیخ کردی گئی ہے حتیٰ کہ آجتک اس تحریف کا سلسلہ باقی ہے۔ دلدادگان روایات مذہبی اور پرانی لکیر کے فقیروں کے لیے تو یہ بحث دلچسپی سے خالی نہیں اس لیے کہ جو کچھ باپ دادا سے وہ سنتے چلے آئے ہیں یا سلف کے دفاتر میں انھوں نے لکھا ہوا دیکھا ہے اس کو اپنی خوش اعتقادی سے وہ بے چون و چرا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن دور جدید کے ترقی یافتہ روشن خیال حضرات کے لیے جو ہر مسئلہ کو فرانس و بلجیم کے بنے ہوئے ہنڈون کی برقی روشنی میں لندن کی خریدی ہوئی عینک لگا کر دیکھنے کے خوگر ہیں۔ جن کے نزدیک اس بنا پر کہ سما بلندی کو کہتے ہیں اور زمین خود ایک سیارہ ہے جس کو نسبتہً بلندی حاصل ہے آیہ وفی السماء رزقکم و ما توعدون کے یہ معنے ہیں کہ زمین میں تمھارے لیے ہر قسم کی پیداوار ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (دیکھو رسالہ اصلاح نمبر ۱) ۱۹۲۳ء مطبوعہ برلن) جو آیہ فلما تفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد میں طیر شاطران لشکر کو اور ہدہد سلیمانؑ کے سپہ سالار کا نام بتاتے ہیں (ترجمہ قرآن محمد علی احمدی) اور فاضرب بعصاک الحجر کی یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ اپنے قبیلے کو ساتھ لیکر جنگل کی طرف نکل جا۔ (رسالہ نور الدین) جن کے لیے عنقا کا ذکر اس لیے کہ ان کے اسلاف کی تحقیق ہے کہ ایک مضحکہ خیز افسانہ ہے زیادہ وقعت نہیں رکھتا مگر ساتھ ہی اسی قسم کے ایک جانور میغاشریوم نامی کا وجود تسلیم کرنے پر اس وجہ سے مجبور ہیں کہ مادہ پرستان مغرب کی تحقیق کے موافق اس نام کا ایک عظیم الجثہ جانور ازمنہ سابقہ میں ہوا کرتا تھا۔ جو ڈارون کی دم دار تھیوری کو فخریہ اپنی گردن معلومات کا ہار بنائے ہیں لیکن اس تھیوری پر وقوف حاصل کرنے سے قبل اگر ان سے کہا جاتا کہ بادیہ نشین اعراب میں (بقیہ حاشیہ بصفحہ آیندہ)

لفظ محمد کے ساتھ آپ کا تسمیہ خصائص قرآنی سے ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلیل اور بھی بیان کی جاتی ہے کہ احمد افعل التفضیل ہے فعل فاعل سے جس کے معنی احمد الحامدین لربہ (سب حمد کرنے والوں سے اپنے رب کی زیادہ حمد کرنے والا) ہیں اور محمد وہ محمود ہے کہ خلایق جس کی حمد کرے۔ لہٰذا اس فاعلیت کی بنا پر پہلے آپ کا اسم مبارک احمد ہوا اور بعد ظہور وجود محمد (یعنی احمد الحامدین ہونے کی وجہ سے) کل زمین م

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶) صدہا سال قبل سے یہ خیال اور ایسی روایات موجود ہیں تو کہنے والے بے تامل استخفافاً قہقہہ لگانے میں ان کو دریغ نہ ہوتا۔ اور خدا معلوم اس ساڑھے تیرہ سو برس کی ارشاد فرمائی ہوئی حدیث کی نسبت جس کو ابوہریرہؓ سے مسلم و ابوداود و امام احمد رو نے روایت کیا ہے کیا کیا چہ میگوئیاں کرتے۔ لیس من الانسان شیء الا یبلی الا عظماً واحد اعجب الذنب (انسان کا گوشت پوست جو کچھ ہے وہ سب گل سڑ جاتا ہے مگر ایک ہڈی جو دم کی جڑ ہے) یہ حدیث جو نشر بعد موت کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس امر کی دلیل واضح ہے کہ عرب کا ریڑھ کی ہڈی کو عجب الذنب کے نام سے موسوم کرنا کسی خاص خیال پر مبنی تھا جس کو بعد میں لوگوں نے فراموش کر دیا صرف الفاظ باقی رہ گئے۔ اگر محض تاخر موقع کی وجہ سے بربنائے مشابہت بہائم اس ہڈی کا یہ نام رکھا گیا ہوتا تو ضرور تھا کہ کھوپری وغیرہ دوسری ہڈیوں کے نام بھی اسی مناسبت سے عجب القرن وغیرہ رکھے جاتے جن کا کہیں نشان و ذکر نہیں ہے۔ الغرض ان حضرات ارسطو فطنت کے لیے ذرا مشکل ہے کہ اس بحث سے کچھ دلچسپی لیں خصوصاً اگر کسی مغربی مصنف کی لکھی ہوئی سیرت محمدی میں بحوالہ مغلطائی یہ دیکھ لیا ہے کہ قیل ان جدہ سماہ فی سابعہ تو پھر تو یہ ساری بحث کہ آپ کے اسمائے مبارک میں سے کونسا نام مقدم ہے یا عالم وجود میں تشریف لانے سے صدہا سال قبل آپ کس نام سے موسوم ہو چکے تھے ایک افسانہ سے زاید وقیع نہیں ہے جس کو ملایان خشک مغز کی خواب پریشان سے اگر تعبیر کریں تو بھی انہیں روا ہے لیکن ہم ان نفوس گرامی سے عرض کرینگے کہ اس بحث کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ سب سے پہلے کس نام سے خداوند عالم نے آپ کو آپ کی تشریف آوری سے بہت پیشتر روشناس خلایق کرایا۔ دوسرا یہ کہ آپ کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی پیدایش کے بعد ساتویں دن آپ کے دادا نے رکھا تھا یا یہ کہ خدا کا رکھا ہوا نام ہے۔ ان دونوں پہلوؤں میں سے پہلی بات کو ہم نے اس تقریر میں اچھی طرح صاف کر دیا ہے کہ کتب ہائے عہد قدیم وجدید میں دونوں اسمائے پاک محمد و احمد صلعم بلا کسی امتیاز تقدیم و تاخیر کے اسی طرح مستعمل ہیں جس طرح کہ قرآن مجید و احادیث شریفہ میں لہٰذا اب اس کی وضاحت و اعادہ کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی دوسرے امر کی نسبت ہمارا یہ جواب ہے کہ اول تو یہ قول کہ آپ کی پیدایش سے ساتویں دن آپ کے دادا نے آپ کا نام رکھا جو بلفظ قیل روایت کیا گیا ہے بحسب اصول فن خود قول ضعیف ہے اور اگر اس کو (بقیہ حاشیہ بصفحہ آیندہ)

آسمان کے رہنے والوں نے آپ کی حمد کی (عالم ارواح میں) اور پھر قیامت کے دن اہل موقف حمد کریں گے۔ دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے جو نتائج خیر و مبرات مرتب ہوئے اُن پر آپ کی حمد اہل ارض کی جانب سے بتکرار واقع ہوئی (جو اس وزن کا خاصہ ہے) تو یہ جملہ امور اس امر کی حجت ہیں کہ احمد کو تقدیم حاصل ہے اور محمد کے ساتھ تسمیہ موخر ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس کا جملہ مومنین اہل کتاب عالم اقرار کرتے ہیں۔ اس بارے میں علماء اہل کتاب کی نص اور اس کی تفسیر میں جو مناقشات ہیں ہم یہاں وہ سب مفصلاً بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ پہلی نص یہ ہے کہ انجیل میں آپ کا ذکر خیر لفظ احمد کے ساتھ ہونے سے پہلے توریت میں آپ کا تسمیہ لفظ محمد کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے توریت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷) ضعیف سمجھا جائے تو بھی ہمارے خلاف مدعا نہیں ہے اس لیے کہ ہر حکم الٰہی کے پورا ہونے کے لیے عالم اسباب میں وسائط و ذرائع کی ضرورت ہے لیکن حقیقتاً یہ نام نامی خدا ہی کا رکھا ہوا ہے اور وہ بھی پیدائش سے کچھ پہلے کا نہیں بلکہ روز ازل آپ اس نام سے موسوم فرما دئے گئے تھے۔ اس بارے میں صحیح روایت ابن اسحٰق کی یہ ہے فلما وضعته امه صلی الله علیه وسلم ارسلت الی عبد المطلب انه قد ولد لك غلام فأته فانظر الیه فأتاه فنظر الیه وحدثته بما رأت حین حملت به وما قیل لها فیه وما امرت ان تسمیه (آپ کی والدہ شریفہ نے وضع حمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عبد المطلب کے پاس آدمی بھیجکر اطلاع کرائی کہ خدا نے آپ کو پوتا عنایت کیا ہے آپ آکر دیکھیے۔ چنانچہ وہ آئے اور آکر دیکھا تو حضرت آمنہ نے ابتدائے حمل سے جو عجائبات دیکھے تھے اور جو کچھ آپ کے بارے میں اُن سے (عالم خواب یا عالم بیداری میں ذریعہ ہاتف) کہا گیا تھا اور ان کو نام رکھنے کی بابت حکم دیا گیا تھا وہ سب حضرت عبد المطلب سے بیان کیا) اس روایت سے ظاہر ہے کہ آپ کا اسم مبارک محمد خواہ حضرت آمنہ نے رکھا ہو یا ساتویں دن حسب دستور ملک و قوم اس کا اعلان حضرت عبد المطلب نے کیا ہو اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ حکماً تھا۔ اگر خرق عادات کی وجہ سے اس روایت کے تسلیم میں عقل سلیم کو تامل ہو تو ہم کہیں گے کہ جو ہستی برحق آپ کی تشریف آوری سے صدہا سال قبل آپ کے اسم و رسم سے اپنی مخلوق کو مطلع کرنے پر قادر ہے جیسا کہ اُس نے کیا۔ کیا وہ اس امر پر قادر نہیں کہ اپنی مشیت پورا کرانے کے لیے وہی نام جو اس کا پسندیدہ تھا رکھنے پر کسی کے دل و زبان کو مجبور کر سکے۔ کیا آج یہی صورت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کے پیش نظر نہیں ہے۔ خدا جانے کس قدر امتداد زمانی کے بعد دنیا ان کے انوار ہدایت سے روشن ہوگی مگر تیرہ سو برس پہلے سے جو ان کا نام ہمکو بتا دیا گیا ہے والدین انہیں حسب مشیت وہی نام رکھنے پر مجبور ہونگے۔ یہ امر نہ محال عقلی ہے اور نہ خلاف نقل۔ یہاں ابن خلدون وغیرہ نے ورود منتظر کا جو انکار کیا ہے اس کی طرف نہ جانا چاہیے اس لیے کہ صریح و صحیح و متواتر احادیث (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ)

جہاں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بارہ بڑے شخص پیدا ہونے کی بشارت دی ہے وہاں آپ کی طرف ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے سمعتك ها نا بارکته وایمنته بماد ماد مومنین علماء اہل کتاب کے نزدیک آپ کا اسم مبارک محمد ہونے کے بارے میں توریت کی یہ نص قطعی ہے جس کا قبول کرنا انصافاً و واقعاً ناگزیر ہے ہم نے بعض شروح توراۃ میں اس متن کی یہ تفسیر دیکھی ہے کہ اگر لفظ " بماد ماد " اور لفظ محمد سے دونوں میم اور ایک دال نکال ڈالی جائے تو پہلے لفظ میں " باد " اور دوسرے میں " ح " باقی رہجاتی ہے ان دونوں کے اعداد بحساب جمل آٹھ آٹھ ہیں لہذا دونوں لفظوں میں جو قلیل تفاوت تھا اس کو اس مساوات عدد نے مٹا کر ایک کو دوسرے کا قایم مقام بنا دیا۔ یہاں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک فرضی بات اور خواہ مخواہ کی تاویل ہے جس کا جواب ہماری جانب سے یہ ہوگا کہ یہ تاویل ہماری من گڑھت نہیں ہے علماء یہود بعض الفاظ مشکلہ توراۃ میں ہمیشہ ایسی ہی تاویلیں کرتے ہیں اور پھر وہی سب کے لیے مستند ہوجاتی ہیں بلکہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ بعض احکام یا الفاظ اس طور پر بیان کرنا توراۃ کا سیاق معمولی ہے۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا ہے کہ تم بنی اسرائیل سے کہدو کہ اُن میں کا ہر شخص اپنی گردن میں ایک آٹھ تاروں کا ڈورا جس میں پانچ گانٹھیں لگی ہوئی ہوں رکھا کرے اس ڈورے کا نام صیصیت رکھا جائے (چونکہ صیصیت کوئی بامعنے لفظ نہیں ہے) علمائے یہود اس حکم اور لفظ کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ۶۱۳ شریعتیں فرض تھیں خدائے تعالیٰ نے ان کو ہر وقت یاد رکھنے کی غرض سے یہ حکم صادر فرمایا ہے اس لیے کہ صیصیت کے اعداد بحساب جمل چھ سو ہوتے ہیں یہ چھ سو آٹھ تار پانچ گانٹھیں ملکر سب کا مجموعہ وہی ۶۱۳ ہوا جو شریعتوں کے مساوی ہے۔ اس کے بعد یہی مفسر لکھتا ہے کہ اکثر مفسرین نے جو لفظ ماد ماد کی تفسیر جداً جداً کے ساتھ اس بناء پر کی ہے کہ لفظ ماد توریت میں مفرد اً جداً کے معنے میں آیا ہے بدیں وجہ صحیح نہیں ہے کہ یہاں ماد ماد بائے منفصلہ کیساتھ واقع ہوا ہے اسی نہج پر اگر کوئی اکرمك بجداً کہے تو یہ ترکیب خلاف اسالیب کلام ہے۔ ہم جب یہ مانتے ہیں کہ توراۃ ازلی بخط یونانی الواح جواہر پر لکھی ہوئی جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے تو اس میں لفظ ماد ماد حرف (ب) کے ساتھ موصولہ مکتوب تھا تو اب کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہاں اُس کے معنے جداً جداً کسی طرح صحیح نہیں ہیں جو لوگ ایسا کہتے ہیں دراصل وہ خطا پر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) اس باب میں موجود ہیں اصول فن جرح سے انکار کرنے کی کسی طرح اجازت نہیں دیتا جو کچھ انھوں نے سمجھا ہو وہ ان کے لیے ہے ہم اس بارے میں انکی نسبت اور کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ خود خلاف روایت کوئی قول تسلیم نہیں کرینگے والغیب عند اللہ۔ ۱۲ مترجم غفرلہ

بجداً جداً کا استعمال اسلوب کلام کی رو سے کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ لفظ = بماد ماد = غیر مرکب دوسرے ہی معنی میں ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے مذکورہ بالا واقعہ میں دوسرے مقام پر اس فقرہ میں واقع ہوا ہے۔ منہم یکون شخص اسمہ بماد ماد = مفسرین کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اس لفظ کے متعلق کسی تاویل و تکلف کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے توریت میں اسم مبارک کی شان وضاحت ایسی توجیہات سے بالکل مستغنی ہے۔ ماد ماد و محمد درحقیقت ایک ہی نام ہے جو کچھ ظاہری طور پر بعض حروف کا فرق ہے وہ اسی قبیل سے ہے جو عبری و عربی کے بیشتر الفاظ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ عبری کو جس قدر قرب و اتحاد لغات عربا سے حاصل ہے کسی دوسری زبان کو نہیں ہے۔ اختلاف کا زیادہ حصہ صرف کیفیات ادائے حروف و تفخیم و ترقیق و ضمہ و فتحہ وغیرہ میں محدود ہے جیسا کہ الفاظ ذیل کے مقابلہ سے واضح ہوگا۔

عربی = کلا = قدس = یأتی = قدسک = منہ = بن یہوذا = سمخناک = من = ارض = واحد = عالم = یاکل = آلہنا = ابانا =

عبری = لو = قدسی = یوأتی = قدسحا = ممنو = میہوذا = شمعنخا = می = ابرض = ایحاد = عولام = یوکل = اولوہینو = ابوتینا =

انتھے بیانہ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح یہ دونوں زبانیں متقارب اللغات والمخارج ہیں ویسی ہی ان دونوں کی شریعت و امت کے حالات بھی ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتے جلتے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ کا بار بار اعادہ یا بعض مواقع نے دلی پر تمثیلاً حضرت موسیٰؑ کے حالات یاد دلا کر خدائے تعالیٰ کا اپنے حبیب پاک کی تسلی فرمانا اسی مناسبت تقارب و اتحاد حالات کی بنا پر مبنی ہے۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انہ کاین فی امتی

ما کان فی بنی اسرائیل حتی لو کان فیہم من اتی امہ علانیۃ لکان فی ہذہ الامۃ من یفعلہ ٥ (بیشک میری امت میں بھی وہی ہو کر رہے گا جو بنی اسرائیل میں ہو گزرا ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ زنا کیا ہے تو اس امت میں بھی کوئی نہ کوئی ایسا کریگا) میں بھی اسی شان اتحاد و توافق حالات کا رنگ ٹپکتا ہے۔ حضرت موسیٰ و حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہما وسلم کے حالات = تورات و قران کے احکام = اور دونوں امتوں دونوں شریعتوں دونوں لغات کے قربت معنوی و ظاہری کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان دونوں لفظوں کی حالت پر غور کیا جائے تو صاف طور سے واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ ماد ماد و لفظ محمد درحقیقت ایک ہی لفظ ہے اور جو قدرے قلیل بعض حروف کا اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عربی میں۔ موسیٰ۔ اسمعیل۔ عیص مستعمل ہے اور عبری میں اس کی جگہ = موشیٰ = یشماعیل = عیشیو = کہا جاتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ سب علماء مومنین اہل کتاب اس کے معترف ہیں۔

دکسی نے خوب کہا ہے کہ لغات عربی وعبری میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ ان دونوں لفظوں میں) آہ
تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح قرآن پاک میں آپ کا ذکر محمدؐ کے تسمیہ کے ساتھ کیا گیا ہو تورتیت
میں ماد ماد کیا گیا تھا یعنی یہ نام نامی قدیم مخصوصات قرآنی سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ
پہلے اس نام سے توریت میں موسوم فرمائے گئے پھر انجیل میں حضرت عیسیٰؑ نے آپ کا ذکر خیر بہ تسمیہ
احمد فرمایا ہے جس کی تصریح کلام اللہ میں موجود ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک میں بھی آپ کا نام نامی
محمد ہی بیان فرمایا گیا ہے تو انجیل میں جو حضرت عیسیٰؑ نے احمد بیان کیا ہے وہ توریت اور قرآن پاک
کے وسط میں ہے نہ کہ سب سے مقدم۔ ؁

ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دونوں نام علمیت کے ساتھ ہی صفت بھی واقع ہوئے ہیں اگر اس حقیقت
کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ ہر امت میں اپنے اصول شریعت کے لحاظ سے
جو وصف ذات بابرکات میں زیادہ محقق تھا اس امت کی کتاب میں آپ کا ذکر خیر بھی اسی نام نامی
کے ساتھ کیا گیا ہے جس میں وہ وصفیت زیادہ پائی جائے جو اس امت کے اصول کے عین مطابق
ہے۔ بمقابلہ امت عیسوی بنی اسرائیل زیادہ صاحب علم و وسیع المعرفت تھے ان کی کتاب و شریعت
بھی بلحاظ تفصیل حدود و احکام ان کی کتاب و شریعت سے افضل و اعلیٰ تھی جس طرح کہ آیت کتبنا لہ
فی الالواح من کل شئی موعظۃ وتفصیلا لکل شئی ہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور چونکہ حسب مشیت یہی
اوصاف آپ کی شریعت وکتاب میں بوجہ اتم واکمل واقع ہونے والے تھے۔ اس رعایت و مناسبت
سے اس امت کی کتاب یعنی توراۃ میں ذکر شریف بتسمیہ محمدؐ کیا گیا ہے اور گویا یہ اشارہ ہے کہ اپنی شریعت
وکتاب کی جامعیت واکملیت اور خود وسیع المعرفت صاحب خصائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہونے
کی وجہ سے ذات بابرکات امت موسوی کے نزدیک محمدؐ یعنی بتواتر مستحق حمد ہے۔ برخلاف اس
کے شریعت عیسوی اور اس کی کتاب صرف تکملہ شریعت وکتاب موسوی کی حیثیت رکھتی ہی خود مستقل
شریعت نہیں اوامر و نواہی اس کے وہی ہیں جن کا توریت نے نفاذ فرمایا ہے اس شریعت نے عالم
وجود میں آکر صرف یہ کیا کہ شریعت موسوی میں ریاضت و زہد و تقوی حسن عبادت و حسن اخلاق

؁ خمیسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سُریانی زبان کی توراۃ میں آپ کا ذکر باسم (منحمنا) کیا گیا ہے لغت سریانی
میں اس لفظ کے معنے ایسا محمود ہیں جس کی حمد انسان بہت زیادہ کریں۔ اور انجیل میں لفظ احمد بعینہ اسی معنے اور اسی املا میں جو
متداول عربی ہے مرقوم ہے ۱۲ ماخوذ از تفسیر فتح البیان جلد ۳ مطبوعہ مصر مصنفہ فاضل قنوجی رحمہ اللہ علیہ۔

وغیرہ کا ایک باب بڑھا دیا جس سے امت موسوی محروم تھی۔ پس اس امت کا مخصوص و مطبوع عمل شریعت زہد و تقوی ریاضت و عبادت ہے اور چونکہ امت و شریعت مصطفویہ علی صاحبہا آلاف الصلوٰۃ والتحیہ میں مقدراً بفضلہ تعالےٰ اس جنس کی بھی کچھ کمی نہیں تھی اس خصوصیت و مناسبت کی بنا پر جو کتاب امت عیسوی کو عطا ہوئی اس میں آپ کا ذکر خیر تسمیہ احمد کے ساتھ فرمایا گیا جس کے معنے سب سے اچھی اور افضل حمد کرنے والا۔ ہیں۔ یا توضیح مرام کے لیے یوں سمجھنا چاہیے کہ شرایع حقہ کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک[1] شریعت عدل ہے یہ توریت کی شریعت تھی جس کی بنا احکام قتل و قصاص اوامر و نواہی فصل قضایا پر رکھی گئی ہے دوسری[2] شریعت۔ شریعت فضل ہے اسکی اساس عفو و مکارم اخلاق صفح و احسان و عبادت و ریاضت و حسن سلوک پر قایم ہوئی ہے یہ شریعت امت عیسوی کو عطا فرمائی گئی احکام انجیل اس دعوے کے شاہد ہیں۔ جو تیری چادر چھینے تو اپنے کپڑے اتار کر اسے دیدے۔ جو تیرے بائیں رخسار پر تپانچہ مارے تو داہنا رخسار اس کے سامنے کر دے۔ جو تجھے ایک میل بیگار میں لے جائے تو دو میل اس کے ساتھ چلا جا۔ تیسری[3] شریعت۔ شریعت جامعہ ہے جو عدل و فضل دونوں پر مشتمل ہے۔ یہ بہترین شریعت امت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم علی صاحبہا کے حصہ میں آئی (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) چنانچہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین (برائی کا بدلہ برابر کی برائی ہے اور جس شخص نے معافی دیکر اصلاح کر لی اس کی نیکی کا بدلہ خدا کے ذمے ہے بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے) کا حکم جامع امرین اس امر کا گواہ عادل ہے۔ پس پہلی شریعت کی کتاب میں اپنی خصال خیر و حمیدہ کی مناسبت سے اسم گرامی محمدؐ بیان کیا (جس کے معنے پہلے بیان کر دئے گئے ہیں) اور دوسری شریعت چونکہ پہلی شریعت کی مکمل و متمم تھی اور امم پر اس کو یہ فضل و شرف حاصل تھا اسکی کتاب میں بصیغہ افعل التفضیل نام نامی احمدؐ مذکور ہوا جو آپ کی ذات اور شریعت کے فضل و کمال پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن پاک جامع محاسن شریعتین ہے لہذا اس مناسبت سے اس میں آپ کا تذکرہ دونوں ناموں کے ساتھ فرمایا گیا۔ ابوالقاسمؒ وغیرہ نے تقدیم تسمیہ احمدؐ کے متعلق جو دلائل بیان کیے ہیں بجنسہ وہی دعوی تقدیم تسمیہ محمدؐ پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں لہذا وہ کچھ وزن دار نہیں ہیں خصوصاً تفضیل کی بنا فعل فاعل پر رکھکر احمدؐ کے معنے۔ احمد الحامدین رتبہ کہنا مذہب ضعیف ہے۔ جو (کوفیوں کے) صحیح مذہب کے مطابق جس میں تفضیل کی بنا فعل مفعول پر ہوتی ہے کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے۔

فصل چہارم۔ لفظ آل کے معنے و اشتقاق اور احکام کا بیان۔ اس لفظ کی اصل کے متعلق

دو قول ہیں ایک یہ کہ آل اصل میں اہل تھا (ہ) کو ہمزہ سے بدلکر اَال کیا گیا پھر تسہیل زبان کے
لیے دوسری اسی قسم کی تعلیلوں پر قیاس کرکے اس کو آل بنا لیا جب اس کی تصغیر کیجاتی ہے تو اپنی
اصل کی طرف رجوع کرکے اُہیل ہو جاتا ہے - اور چونکہ یہ لفظ فرع کی فرع ہے یعنی بدل در بدل
واقع ہوا ہے بجز اسمائے مخصوص و اعلام معظم بالشان و مشارٌ الیہ کے عام اسما کی جانب مضاف نہیں
ہوتا اور نہ مضمر کی جانب مضاف ہوتا ہے اس کی یہ خصوصیت ایسی ہی ہے جیسی کہ تائے قسم۔
واؤ قسمیہ کی فرع ہونے کی بنا پر لفظ و اسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے دوسرے کسی اسم کے ساتھ
اُس کا استعمال جائز نہیں ہے = مگر یہ قول بچند وجوہ ضعیف ہے۔ اوّل یہ کہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔
دوسرے قلب شاذ و بلا قرینہ لازم آتا ہے۔ تیسرے یہ کہ لفظ اہل کی (جس کو اصل بتایا جاتا ہے) اضافت
عاقل و غیر عاقل سب کی جانب ہوتی ہے اور لفظ (خلاف اہل) آل صرف عاقل کی جانب مضاف
ہوتا ہے۔ چوتھے لفظ اہل علَم و نکرہ دونوں کی جانب مضاف ہوتا ہے اور آل کی اضافت (اپنی اصل
کے خلاف) صرف اعلام معظم و مشارٌ الیہ کی طرف ہوتی ہے پانچویں یہ کہ لفظ اہل ظاہر و مضمر دونوں کی
جانب مضاف ہوتا ہے اور آل کی اضافت بقول غالب جماعت علمائے نحو ضمیر کی طرف نہیں ہوتی
چھٹے یہ کہ جس شخص کی جانب لفظ آل کی اضافت ہو وہ خود بھی داخل جماعت ہو جاتا ہے جس طرح
آیات ادخلوا آل فرعون اشد العذاب = و = ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم
و آل عمران علی العالمین = و الا آل لوط نجیناھم بسحر = میں آل کے مضاف الیہ داخل جماعت
آل ہیں اور لفظ اہل میں یہ قابلیت معدوم ہے۔ اگر جاء اھل زید کہا جائے گا تو اُس سے زید
کا آنا متبادر نہ ہوگا فقط دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ آل کی اصل (اول) ہے۔ صاحب صحاح نے
باب ہمزہ مع الواو واللام میں اس کو ضبط کرکے لکھا ہے کہ آل رجل = رجل (انسان) کے اہل و
عیال و اتباع ہیں۔ اس فریق کے نزدیک یہ لفظ آل یَؤُلُ اَولاً۔ سے مشتق ہے جس کے معنے
رجوع کے ہیں۔ پس اس بنا پر وہ سب لوگ جن کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جائے
اور وہ جن کا نگراں کار یا جبر حکمراں ہو وہ سب اس کی آل ہیں: لفظ ایالت کا اشتقاق بھی اس
مادہ سے ہے جو سیاستہ کا مترادف ہے۔ ہر ایسا شخص جو دوسروں کا نگراں کار و ولی ہے غیر
کے مقابلہ میں اپنے نفس و احوال کا ہر طرح زیادہ تر ولی و نگراں ہو سکتا ہے بلکہ ہے۔ اس بنا پر وہ خود
بمقابلہ اغیار اپنی آل میں داخل ہونے کا بہت زائد مستحق ہے۔ ایسے موقع پر اُسے اپنی آل کے ساتھ
مخصوص نہیں کہا جائیگا۔ البتہ داخل آل سمجھا جائیگا۔ چونکہ یہ مادہ حقیقت و اصل شے کے لیے وضع

ہوا ہے حقیقت واصالت شے کو تاویل کہا جاتا ہے یعنی اصل شے کا ادراک اس سے ہوتا ہے آیت
شریفہ ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا
بالحق ہ میں لفظ تاویل سے وہی حقیقت مراد ہے جس کی خبر مرسلین کرام نے دی تھی اور کفار قیامت
کے دن بچشم خود دیکھکر اس کا اقرار کریں گے۔ تاویل رویا بھی درحقیقت وہی حقیقت خارجیہ ہے جو عالم
مثال میں خواب دیکھنے والے کو دکھائی جاتی ہے لفظ تاویل عاقبت امر کے معنی میں بھی آتا ہے اس
لیے کہ عواقب امور بھی وہی حقائق ہیں جن کی جانب امور کی رجوع واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت
فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر خیر واحسن تاویلاہ
میں احسن تاویلا کی تفسیر احسن عاقبۃ کے ساتھ کی گئی ہے۔ تفسیر کلام پر بھی تاویل کا اطلاق اسی بنا پر ہے
کہ اس سے حقیقت کلام واصل معنے دریافت ہوتے ہیں۔ لفظ اول کا جو اصل عدد ہے اشتقاق بھی
اسی مادہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس فریق کے نزدیک قطع نظر شذوذ و نوادر کے الفاظ آل مفرد بلا
اضافت مستعمل نہیں ہوتا اور اکثر نحاۃ کے مذہب کے مطابق مضمر کی جانب بھی اس کی اضافت نہیں
کی جاتی اور بموجب اکثر اقوال غیر ذوی العقول کی جانب بھی مضاف نہیں ہوتا ہے اس لفظ کا
خاصہ ہے کہ اس کی اضافت ہمیشہ مشارٌ الیہ اشخاص و ذوات معظم کی جانب ہوتی ہے۔ آل حائک
و آل حجام وغیرہ نہیں کہا جاتا۔

فصل: آل کے معنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک فریق کے نزدیک تو اہل و اقارب و
اتباع مضاف الیہ مع مضاف الیہ۔۔ آل کے تحت میں داخل ہیں جس طرح قول نبی صلے اللہ
علیہ وسلم اللھم صل علی آل ابی اوفی ۔ اور آیت شریفہ ۔ سلام علی آل یاسین ہ ۔ اور درود شریف
اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم ہ میں مقصود اصلی ابی اوفی ۔ و یاسین و
ابراہیمؑ ہیں اور ان کے اقارب و اتباع بطور تبعیت اپنے مضاف الیہ کے اس میں شامل ہیں۔
اور دوسرا فریق اس حقیقت کا منکر ہے اس کے نزدیک صرف اہل و اقارب پر لفظ آل کا اطلاق ہوتا
ہے مضاف الیہ خود اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ قول فیصل اس بارے میں یہ ہے کہ لفظ آل اگر
بلا عطف مفرد اً واقع ہو تو مضاف الیہ ضرور اس میں شامل ہے جس طرح ادخلوا آل فرعون اشد العذاب

ملہ اس آیت پاک پر مصنف علامہ نے اختلاف قرأۃ و اختلاف معنی کی ایک طویل بحث فرمائی ہے جسے مذاق عام و فہم
عوام سے زائد سمجھکر یہاں حذف کر دیا گیا ہے ۱۲

د۔ ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین ۔ و۔ اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ ۔ میں کوئی شک نہیں کہ فرعون مع اپنی جماعت کے اشد عذاب واخذ بالسنین میں داخل تھا ۔ اور صلوٰۃ میں خود ابی اوفی مطلوب معلیٰ ہیں۔ لیکن لفظ آل سے پہلے اگر مضاف الیہ کا ذکر ہو چکا ہے تو اس صورت میں وہ شامل آل نہ ہوگا۔ کلام عرب وقرآن پاک میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ دلالت الفاظ بلحاظ تجرید وافران ہمیشہ مختلف ہو جایا کرتی ہے جس کی وضاحت دوسرے مواقع ومقالات میں ہم نے اچھی طرح کر دی ہے۔

فصل ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل میں کون کون اشخاص داخل ہیں اس بارے میں علماء کے چار مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے وہ ہی لوگ آپ کی آل ہیں پھر اس بارے میں بھی کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ کون لوگ ہیں تین قول ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا اور ایک روایت کے موافق امام احمدؒ کا بھی یہ قول ہے کہ وہ کل بنی ہاشم وبنی المطلب ہیں۔ اور دوسری روایت کے موافق امام احمد وامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب اور ابن القاسم صاحب و امام مالک رحمہما کا مختار یہ ہے کہ مخصوص طور پر وہ لوگ بنی ہاشم ہی ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بنی ہاشم سے لیکر اوپر کے درجہ میں غالب تک جس قدر نسلیں ہیں ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ اس صورت میں بنی مطلب وبنی امیہ وبنی نوفل وغیرہ کل بنی غالب اس زمرے میں شامل ہو جائیں گے ۔ صاحب جواہر نے اس قول کو اصحاب امام مالک رحؒ میں سے اشہب کا مختار مذہب کہکر اُن سے نقل کیا ہے اور لخمی نے بھی مذہب تبصرہ (نام کتاب) میں اصبغ کا ظاہر کیا ہے اشہب کا کوئی حوالہ نہیں دیا (صاحب جواہر ولخمی۔ امام مالک کے مسائل کے جامع وراوے اور اشہب واصبغ شاگردان امام ہیں رحمہم اللہ) لفظ آل کی تخصیص ان اصحاب کے ساتھ جن پر صدقہ حرام ہے امام شافعی وامام احمد واکثر ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی منصوص اور جمہور اصحاب احمد وشافعی رح کی مختار ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی ذریات طیبات وازواج مطہرات آپ کی آل ہیں ابن عبد البر نے تمہید (نام کتاب) میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابو بکر نے تفسیر حدیث ابی حمید الساعدی میں یہ تصریح کی ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث سے ازواج وذریات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے داخل آل ہونے پر استدلال کیا ہے ان لوگوں کی حجت یہ ہے کہ مالک ابن انس رضؓ کی حدیث میں اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کا جملہ ہے اور اس حدیث میں اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ ارشاد ہوا ہے تو یہاں قرینہ اس امر کا مقتضی ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ آل واقع ہوا ہے دوسری حدیث میں اُس کی تفسیر الفاظ ازواج وذریت سے فرمائی

ہے ان لوگوں کے نزدیک اس اعتبار سے صرف آپ کی ازواج و ذریات کی نسبت ہنگام حضور ی صلی اللہ علیک اور وقت دوری صلے اللہ علیہ کہنا جائز ہے دوسروں کی نسبت درست نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں آل و اہل میں مساوی حیثیت ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت تک جس قدر آپکے متبعین ہونگے وہ سب آپ کی آل میں داخل ہیں: یہ قول بھی ابن عبدالبرہی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے جن میں سب کے پیشرو جابر بن عبداللہ رض ہیں۔ بیہقی نے سفیان ثوری اور دوسرے رواۃ کے ذریعہ سے جابر بن عبداللہ رض کا یہ قول روایت کیا ہے جس کو ابوالطیب طبری نے اپنی تعلیقات میں بعض اصحاب امام شافعی رح کا مختار بتایا ہے۔ شیخ محی الدین نووی نے بھی شرح مسلم میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور زہری کا مختار بھی یہی قول ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کی امت کے صلحا و اتقیا آپ کی آل ہیں۔ قاضی حسین اور راغب بلکہ ایک جماعت نے اس مذہب کو نقل کیا ہے =

فصل = ان اقوال اربعہ کے دلائل اور ان کے ضعف و صحت کا بیان = قائلین قول اول کی پہلی حجت حضرت ابوہریرہ رض کی یہ حدیث ہے جسے امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یؤتی بالنخل عند صرامہ فیجئ ھذا بتمرہ وھذا بتمرہ حتی یصیر عندہ کوم من تمر فجعل الحسن والحسین یلعبان بذلک فاخذ احدھما تمرۃ فجعلھا فی فیہ فنظر الیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخرجھا من فیہ فقال اما علمت ان ال محمد لایاکلون الصدقۃ ۵۰

کھجوریں توڑی جانے کے زمانے میں لوگ (صدقات) کی کھجوریں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لالاکر جمع کر رہے تھے جن کا ایک ڈھیر لگ گیا تھا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس کے پاس بیٹھے ہوئے کھیل رہے تھے اتنے میں اُن میں سے ایک نے ایک کھجور اُٹھا کر موتھ میں رکھدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ملاحظہ فرماکر وہ کھجور اُن کے موتھ سے نکال لی اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد صدقہ نہیں کھاتے۔

اس حدیث کو مسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کے الفاظ یہ ہیں لا تحل لنا الصدقۃ (صدقہ کھانا ہمارے لیے حلال نہیں ہے) دوسری حجت اُن کی زید بن ارقم رض کی یہ حدیث ہے جسے مسلم رح نے روایت کیا ہے۔

قال قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوما خطیباً فینا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ووعظ ثم قال اما بعد الا ایھا الناس انما انا بشر یوشک یاتینی

مکہ و مدینہ کے درمیان ایک تالاب پر جس کا نام خُم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو خطبہ سُنانے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد نصیحت و وعظ فرمایا پھر ارشاد کیا کہ اے حاضرین بیشک

رسول ربی عزوجل وانی تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ عزوجل فیہ الھدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ وقال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ٥

میں بھی ایک انسان ہی ہوں ممکن ہے کہ (سنت الٰہی کے موافق) میرا بلاوا ابھی آجائے اس لیے میں دو بڑی چیزیں تمھارے لیے چھوڑے جاتا ہوں جن میں مقدم کتاب اللہ ہے جو ہدایت و معرفت سے معمور ہے۔ اس کو بہت مضبوطی سے پکڑے رہنا پھر کتاب اللہ کی جانب خوب رغبت دلائی پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں جن کے حق میں تمھیں خدا کا واسطہ دلاتا ہوں میں جن کے حق میں تمھیں خدا کا واسطہ دلاتا ہوں (یعنی ان سے غدر و بیوفائی نہ کی جائے)

حصین بن سبرہ رض نے زید رض سے یہ حدیث سُن کر دریافت کیا کہ آپ کے اہلبیت کون لوگ ہیں کیا ازواج مطہرات اہلبیت نہیں ہیں انھوں نے جواب دیا کہ ازواج مطہرات بیشک اہلبیت ہیں مگر یہاں وہ سب لوگ مقصود ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے آل علیؓ و آل عقیلؓ و آل جعفرؓ و آل عباسؓ ہیں انھوں نے مکرر سوال کیا۔ کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں۔ اور بیشک آپ کا ان الصدقۃ لا تحل لآل محمد ارشاد فرمانا ثابت ہے۔ تیسری حجت حضرت عائشہ رض کی یہ حدیث ہے جسے زہری نے بواسطہ عروہ روایت کیا ہے اور صحیحین میں مذکور ہے۔

ان فاطمۃ رض ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثھا من النبی صلے اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد من ھذا المال یعنی مال اللہ لیس لھم ان یزیدوا علی الماکل ٥

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متروکہ اموال میں سے جس کو خدائے تعالیٰ نے آپ کے لیے مخصوص کر دیا تھا اپنا حصہ میراث مانگنے کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رض کے پاس آدمی بھیجا انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے متروکہ میں حق وراثت نہیں ہے بلکہ وہ سب صدقہ ہے۔ آل محمد کے لیے یہ کافی ہے کہ جو کچھ ان کا حصہ خدا کے مال سے مقرر ہے اس پر اکتفا کریں اور قُوت سے زیادہ نہ لیں۔

چوتھی حجت مسلم شریف کی ایک طولانی حدیث جسے امام مسلم رح نے ابن شہاب سے بواسطہ عبداللہ

بن حارث بن نوفل ہاشمی کے روایت کیا ہے اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ ربیعہ بن عبدالمطلب نے اپنے باپ عبدالمطلب اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر درخواست کرو کہ تم کو صدقات کا عامل مقرر کر دیا جائے ان حضرات نے انکے کہنے کے مطابق جاکر حضور اقدس میں جب یہ عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا انما ھی اوساخ الناس وانہا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد (یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں جو محمد اور اُن کی آل کے لیے حلال نہیں ہیں) (اس سبب کہ عامل صدقہ کو بھی بقدر کفاف اسی مال سے دیا جاتا تھا مترجم) پانچویں حجت بھی مسلم شریف ہی کی حدیث ہے جو بواسطہ عروہ بن الزبیر رض عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے قربانی کبش کے بارے میں مروی ہے اس حدیث میں جنابہ موصوفہ فرماتی ہیں۔

فاخذ النبی صلے اللہ علیہ وسلم الکبش فاضجعہ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور
ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد	فرمایا کہ اے اللہ تو اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد
ومن آل محمد ومن امتہ محمد ثم ضحی بہ ٥	کی جانب سے قبول فرما پھر اس کی قربانی فرمائی۔

یہاں امت کا عطف جو مقتضے مغائرت ہے ظاہر کرتا ہے کہ امت بہ نسبت آل کے عام ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ آل کی تفسیر جو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ثابت ہے وہ دوسروں کی تفسیر سے اولی واصوب ہے۔

فصل۔ دوسرے فریق کے دلائل۔ جو لفظ آل کو ازواج وذریات کے لیے مخصوص کہتا ہے۔ اس گروہ کی پہلی دلیل تو وہی صیغہ درود شریف کی دونوں حدیثیں اور ان کی تفسیر ہے جو دوسرے قول کے ضمن میں بیان کی گئی ہے دوسری دلیل حضرت ابوہریرہ رض کی یہ حدیث ہے جو صحیحین میں مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا ٥ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ آل محمد کو بقدر ان کی قوت بسری کے رزق عنایت فرما)

اس لیے کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ یہ دعائے مستجاب صرف ازواج مطہرات وذریات کے حق میں پوری ہوئی ہے۔ یہی دونوں جماعتیں ایسی تھیں جنہوں نے کفاف معمولی پر قوت بسری کی ہے۔

بنی ہاشم و بنی المطلب میں تو بڑے بڑے مالدار وصاحب اموال ہو گزرے ہیں بلکہ آج تک موجود ہیں۔ ازواج مطہرات کو اگر کبھی کچھ زیادہ مال ہاتھ آبھی جاتا تھا تو وہ اُس سے بقدر قوت حصہ رکھکر باقی خیرات کر دیتی تھیں۔ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ثابت ہے کہ ایک

باران کے حصہ میں بہت زیادہ مال آیا مگر انھوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے وہ لوگوں پر تقسیم کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چھوکری نے کہا کہ اگر آپ ایک درہم بچا رکھتیں تو بہت بہتر ہوتا کہ ہم اُس کا گوشت خرید لیتے آپ نے فرمایا کہ اگر تو پہلے سے کہدیتی تو خیر ایسا بھی ہو جاتا۔ تیسری دلیل بروایت صحیحین حضرت موصوفہ کی یہ حدیث ہے۔ قالت ماشبع ال محمد صلے اللہ علیہ وسلم من خبز برماد وم ثلثۃ ایام حتی لحق باللہ عز وجل (فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن تک متواتر آل محمد کو پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی کھانا نصیب نہیں ہوا) حالانکہ حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد یا بنی المطلب کی یہ حالت کبھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ فریق کہتا ہے کہ بالعموم جملہ ازواج اور خاصکر ازواج مطہرات کا تحت آل داخل ہونا مشابہت نسبت کی بنا پر مبنی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نسبت اتصال انھیں حاصل ہو چکی ہے وہ کسی کے مٹائے سے نہیں مٹ سکتی وہ آپ کی حیات میں بھی دوسروں پر حرام تھیں اور بعد ممات بھی حرام رہیں۔ دُنیا میں بھی وہ آپ کی بیبیاں تھیں اور آخرت میں بھی آپ ہی کی بیبیاں ہونگی۔ پس یہی نسبت اتصال درحقیقت قایم مقام نسب ہے جس کے باعث سے سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو صلوٰۃ میں مخصوص فرمایا ہے اور اسی بنا پر منصوص امام احمدؒ کے موافق قول صحیح یہی ہے کہ صدقات اُن پر بھی حرام تھے۔ اس لیے کہ صدقات کو اوساخ الناس سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ یا آپ کے متعلقین اوساخ الناس سے متمتع ہوں جو حدیثیں قول ثانی کی تائید اور لفظ آل کی تشریح میں ابھی گزر چکی ہیں ان پر نظر ڈالنے کے بعد یہ خیال کرنا کہ ازواج مطہرات اس میل کچیل سے محفوظ رہنے کی مستحق نہیں۔ ایک نہایت ہی رکیک و تعجب انگیز امر ہے۔ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جن حضرات پر صدقہ حرام ہے ان کے باندی غلاموں پر بھی حرام ہے مگر ازواج مطہرات کے موالی پر صدقہ حرام نہ تھا جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ بریرہؓ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مولاۃ) کو صدقہ کا گوشت دیا گیا اور انھوں نے وہ کھایا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس سے منع نہیں فرمایا تو یہ دلیل اس امر کی ہے کہ ازواج مطہرات پر صدقہ حرام نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقات کی اصل حرمت ذوات مخصوصہ کے لیے ہے اور موالیؓ چونکہ ان کا شمار اتباع سادات میں ہے اُس کی تحریم بطور فرع تحریم سادات واقع ہوتی ہے اور ازواج مطہرات میں چونکہ ذاتی طور پر اصل تحریم موجود نہ تھی (یعنی زمرۂ ازواج میں داخل ہونے سے پہلے وہ مستحق تحریم نہیں تھیں) اور اب اس سلسلہ میں شامل ہونے کے بعد ان پر یہ تحریم بطور

تبعیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واقع ہوئی ہے اس لیے وہ گویا خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرع ہیں۔ رہے اُن کے باندی غلام وہ بحالت موجودہ فرع الفرع ہوں گے جن کا حکم تحریم میں شامل ہونا ضروری نہیں ہے۔ لہذا ان کے موالی اس زمرہ سے خارج ہیں۔ اس کے بعد آیات یانساءَ النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین سے لیکر یا نساءَ النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن اور وا قمن الصلوٰۃ واتین الزکوٰۃ واطعن اللہ و رسولہ انما یرید لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ تک کا سیاق عبارت اگر دیکھا جائے تو صاف ہو جاتا ہے کہ یہ خطاب عالی من کل الوجوہ ازواج مطہرات سے ہے اور وہ درحقیقت اہل بیت ہیں جس سے کوئی دلیل ان کو خارج نہیں کر سکتی۔

فصل۔ تیسرے فریق کے دلائل۔ اس قول کے قائلین کہ قیامت تک آپ کی امت کے صلحا اور آپ کے اتباع داخل آل ہیں۔ ثبوت مدعا میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایسے شخص کی آل جو معظم و متبوع کل ہو ہمیشہ اس کے اتباع و مقتدی ہوا کرتے ہیں۔ خواہ وہ قریب ہوں یا بعید اور چونکہ اس لفظ کا اشتقاق آل یؤل اولاً سے ہوا ہے جس کے معنے رجوع کے ہیں خود لفظ آل اس امر کی دلیل ہے کہ مرجع و متبوع اپنے اتباع کا مرجع و امام ہے اس لیے جملہ اتباع کرنے والے اس کی آل ہیں جس طرح کہ آیات الّا آل لوط نجیناھم بسحر اور ادخلوا آل فرعون اشد العذاب سے مستفاد ہے کہ لفظ آل سے یہاں جملہ متبعین لوط و فرعون مراد ہیں صرف اقارب و نفوس مخصوصہ مقصود نہیں دوسری دلیل ان کی واثلہ ابن الاسقع کی یہ حدیث ہے جسے بیہقی نے باسناد جید روایت کیا ہے۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعا حسناً و حسیناً فاجلس کل واحد منھما علی فخذہ وادنی فاطمۃ من حجرہ و زوجھا ثم لف علیھم ثوبہ ثم قال اللھم ھؤلاء اھلی قال واثلۃ فقلت یارسول اللہ وانا من اھلک فقال وانت من اھلی ہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کو بُلا کر اپنے ایک ایک زانو پر بٹھایا اور حضرت فاطمہ و حضرت علی کو اپنی گود سے قریب کر کے ان پر اپنی چادر اُڑھائی پھر فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی حضور کے اہل میں سے ہوں آپ نے فرمایا کہ ہاں تو بھی میرے اہل میں سے ہے۔

یعنی ظاہر ہے کہ واثلہ بن اسقع بنی لیث بن بکر بن عبد مناۃ میں سے تھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کو کوئی شرف قرابت حاصل نہ تھا صرف اپنا متبع ہونے کی وجہ سے آپ نے ان کو اپنی اہلبیت میں داخل فرمایا۔

فصل = چوتھے فریق کے دلائل = جو یہ کہتے ہیں کہ اتقیا امت داخل آل ہیں۔ اس قول والوں کی حجت وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے معجم میں یوں روایت کیا ہے =

عن جعفر ابن الیاس بن صدقہ ثنا نعیم بن حماد ثنا نوح بن مریم عن یحیٰی بن سعید الانصاری عن انس بن مالك قال سئل رسول الله صلے الله علیه وسلم من آل محمد فقال كل تقی وتلا النبی صلے الله علیه وسلم ان اولیاؤہ.. الا المتقون ٥

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی آل کون لوگ ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر پرہیزگار مسلمان میری آل ہے پھر یہ آیت پڑھی = ان اولیاؤہ الا المتقون۔

طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث نعیم کو صرف نوح سے حاصل ہوئی ہے اور نوح کے سوا کسی دوسرے راوی نے اس کو یحیٰی سے روایت نہیں کیا ہے۔ بیہقی نے اس حدیث کو حدثنا عبداللہ بن احمد بن یونس ثنا نافع ابوھرمز عن انس رض کہکر روایت کیا ہے۔ لیکن یہ نوح و نافع ابوہرمز اس قسم کے راوی ہیں کہ جن سے کوئی اہل علم سند نہیں لیتا دونوں کو جھوٹا سمجھا گیا ہے۔ دوسری حجت ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح ؑ سے اُن کے بیٹے کی نسبت ارشاد فرمایا ہے انه لیس من اھلك انه عمل غیر صالح (وہ تمہارا اہل نہیں اس نے ناپسندیدہ طریقہ اختیار کیا ہے) یعنی جب عمل غیر صالح کی بنا پر وہ اہل سے خارج فرما دیا گیا تو عمل صالح اور اوامر ونواہی کی پابندی کرنے والے کیونکر داخل آل نہونگے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسری دلیل کا نہایت ہی معقول جواب دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اگر اوپر سے تلاوت کی جائے تو آیت کا مفہوم یہ ثابت ہوتا ہے لیس من اھلك الذین امرناك بحملھم وواعدناك بنجاتھم (یہ تمہارے ان اہل سے نہیں ہے جن کو ساتھ لینے کا ہم نے حکم دیا ہے اور جن کی نجات کا وعدہ کیا ہے) اس لیے کہ اس سے پہلے احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلك الا من سبق علیه القول (کشتی میں ہر قسم کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کراؤ مگر اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کی نسبت ممانعت ہو چکی ہے) میں جو اہل قابل ہمراہی تھے وہ مخصوص فرما دیے گئے ہیں۔ پس یہ دلیل بالعموم اہل سے خارج ہونے کی نہیں ہے بلکہ ان مخصوص اہل سے خارج ہونے کی حجت ہے جن کو ہمراہ لے جانے کا حکم تھا اور۔ ومن آمن کے عطف نے اہل غیر مومن کو اہل مومنین سے جدا فرما دیا ہے۔

تیسری حجت ان کی یہی واثلہ بن اسقع والی حدیث ہے جو ابھی گزر چکی ہے وہ کہتے ہیں کہ واثلہ رض کی تخصیص تعمیم امت سے اقرب ہے۔ اس لیے کہ گویا ان کو مشابہت اہل بیت کی وجہ سے داخل اہلبیت

فرمایا گیا ہے لہذا جس میں یہ مشابہت موجود ہو وہ داخل اہل ہے = چاروں فریق کے یہی دلایل ہیں جن میں سے قول اول صحیح اور قول ثانی اقرب الی الصحت ہے باقی ثالث و رابع دونوں ضعیف ہیں اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الصدقہ لاتحل لآل محمد اور انما یاکل آل محمد من ھذا المال اور اللھم ارزق آل محمد قوتا ارشاد فرماکر جس میں امت کے دوسرے لوگ کسی طرح داخل نہیں ہوسکتے ہیں مظنونات وقیاسات کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے اور جس سے عدول کسی طرح جایز نہیں ہے۔ یعنی صیغہ صلوٰۃ میں جس آل کا تذکرہ ہے وہ وہی حضرات ہیں جو ان احادیث کے مشارٌ الیہ ہیں اور جس جگہ ازواج و ذریات کا ذکر آل سے جدا کرکے واقع ہوا ہے اس میں اختصاص آل دلیل نہیں ہے بلکہ وہ عدم اختصاص کی حجت ہے جس طرح کہ ابوداودؒ نے بواسطۂ نعیم المجمر یہ درود شریف ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے۔ اللھم صل علی محمد النبی وازواجہ امھات المومنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی آل ابراھیم اس تصریح کو اختصاص آل کی نص نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ اقسام تعیین میں داخل ہے۔ تاکہ اچھی طرح واضح ہوجائے کہ یہی گروہ آل کے تحت میں داخل ہونے کا مستحق ہے۔ چنانچہ اس طرح کی صراحتوں کی جو بطور عطف عام علی الخاص یا عطف خاص علی العام اظہار شرف ومزیتِ مذکورین کی غرض سے کی جاتی ہیں بہت سی نظیریں ہیں مثلاً واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح و ابراھیم وموسیٰ وعیسی ابن مریم (اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح و ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم سے) یا من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین (جو لوگ خدا اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں اور جبرئیل ومیکائیل کے دشمن ہیں خدا بھی ان نافرمانوں کا دشمن ہے) دوسرے یہ کہ صلوٰۃ چونکہ باستثنائے کل امت صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور محض آپ کی آل کا حق خاص ہے امام شافعی رح اور بعض دوسرے ائمہ دین اس کو ان دونوں کے لیے واجب قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ائمہ وجوب کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ آگے چلکر واضح ہوگا۔ پس یہ اختلاف تعیین آل میں ہوتا تو کوئی شک نہیں کہ یا تو وہ اس کو آپ کے اور آپ کی آل کے لیے مستحب قرار دیتے اور عام مسلمین کے لیے مکروہ وغیر مستحب فرماتے یا آپ کے اور آل کے سوا دوسروں کے لیے جائز نہ رکھتے (لیکن ان دونوں میں سے کوئی سی بھی صورت نہیں ہے اختلاف صرف وجوب و عدم وجوب میں منحصر ہے) لہذا جو شخص صلوٰۃ میں آل اور امت کو ایک سمجھتا ہے درحقیقت وہ حق سے بہت دور ہے۔ پھر یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جلسۂ تشہد میں سلام وصلوٰۃ دو چیزیں مشروع فرمائی ہیں سلام کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے والا پہلے رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم پر پھر اپنے نفس پر اس کے بعد جملہ عباد اللہ الصالحین پر سلام کہے جس کی نسبت آپکا یہ ارشاد فرمانا ثابت ہوچکا ہے کہ جب تم نے ایسا کرلیا تو خدا کے ہر صالح بندے پر جو زمین و آسمان میں ہے سلام کرلیا۔ لیکن صلوٰۃ میں یہ تعمیم کہیں ثابت نہیں ہے اس میں صرف آپکا اور آل ہی کا ذکر مشروع ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آل کے مصداق فقط آپ کے اہل و اقارب ہی ہیں۔ اس کے بعد یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حقوق کا جو من قبیل تعظیم و توقیر و تبجیل امت پر واجب ہیں اور خصوصیات کا جن میں کوئی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے ذکر فرما کر ہمکو آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی اپنی صلوٰۃ کے اخبار کے ساتھ تو ظاہر ہے کہ یہ صلوٰۃ صرف آپ ہی کا حق ہے یا ان نفوس مبارک کا جنکو بر بنائے قربت و جزیت آپ نے مخصوص فرما لیا ہے اس لیے کہ سائر مسلمین میں ان اوصاف و حقوق کا وجود محقق نہیں ہے۔ جب آیت صلوٰۃ نازل ہوئی ہے تو صحابہ کرام رض نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح پر کی جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد ہمکو یہ تمام دلائل تیسرے قول کے ضعیف ہونے پر شاہد ہیں۔ اب رہا چوتھا قول کہ لفظ آل کا اطلاق اتقیائے امت کے لیے ہے یہ بھی قابل اعتنا نہیں اس لیے کہ اتقیا فی الحقیقت اولیا ہیں اور جو ولی ہو اُس کے لیے شامل آل ہونا ضرور نہیں ہے۔ امت میں بعض افراد تو ایسے ہیں کہ وہ آپ کی آل بھی ہیں اور اولیا بھی جیسے اہلبیت رضوان اللہ علیہم اور اقارب مومنین اور بعض ایسے ہیں کہ نہ وہ آل ہیں اور نہ اولیا جس طرح کہ عامۃ الناس امت اور بعض ایسے کہ اگرچہ وہ آل نہیں ہیں مگر اولیا میں ہیں جس طرح کہ خلفائے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الصلوٰۃ والتحیہ جن کا کام احیاء دین و احیائے سنت و نصرت حق و صیانت اسلام و مسلمین تھا۔ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ ان ال ابی فلان لیسوا بی اولیاء ان اولیائی المتقون این کا نوا ومن کا نوا (بیشک ابی فلان کی آل میرے اولیا نہیں ہیں بلکہ میرے اولیا متقی لوگ ہیں جو ہوں اور جہاں کہیں ہوں) اس حدیث میں رواۃ سے عجب غلطی واقع ہوی ہے۔ کہ آل ابی بیاض کے الفاظ سے حدیث روایت کی ہے حالانکہ آل بیاض یا آل بنی بیاض کا انساب عرب میں کہیں نشان نہیں ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ کاتب اول نے آل ابی اور لیسوا کے درمیان کسی وجہ سے کچھ جگہ چھوڑ دی تھی دوسرے صاحب جو کتاب کی نقل کرنے بیٹھے انھوں نے اتنی جگہ خالی رکھکر وہاں حسب قاعدہ بیاض کا لفظ لکھدیا۔ تیسرے صاحب کی جب نوبت آئی تو آپ نے مسلسل آل ابی بیاض لکھدیا۔ لہذا جو لوگ ایسے نسخ میں اس حدیث کو پڑھیں ان کو مناسب ہے کہ بجائے آل بنی بیاض باضافت کے آلُ بنی بیاضٌ بالتنوین پڑھیں یہی غلط بحث مسلم شریف کی ایک حدیث میں جو بجلی الطویل سے مروی ہے واقع ہوا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے

ونحن القیامۃ ای فوق کذا انظر یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے کوئی معنے نہیں ہو سکتے اور یہ سارا خبط عبارت محض کاتب صاحب کی عنایت سے ہے۔ مسند امام رح میں یہی حدیث اس سیاق وسند سے مروی ہے ونحن یوم القیامۃ علی کوم او تل فوق الناس جب دونوں متنوں پر غور کیا گیا تو واضح ہوا کہ وقت کتابت مسلم شریف میں نساخ صاحب کو کوم وتل کے معنی اور مراد سمجھنے میں غالباً کوئی دقت پیش آئی ہے اس لیے انھوں نے تنبیہ کے لیے حاشیہ پر قریب ہی میں لفظ انظر لکھدیا دوسرے نے جو نقل کی تو ان کو بھی یہی مرحلہ پیش آیا لہذا انھوں نے توثیق کے لیے کذا کا اضافہ فرمایا تیسرے صاحب جن کو معنے ومطلب سمجھنے سے کوئی واسطہ نہ تھا انھوں نے یہ دونوں لفظ حاشیہ پر بے موقع تصور فرماکر اصل متن حدیث میں داخل فرما دئے ہمکو یہ نکات اپنے شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ رح سے دریافت ہوئے ہیں۔ بہرحال یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو فایدے سے خالی نہیں اس حدیث کے بیان کرنے سے مطلب یہ ہے کہ متقین حسب صراحت حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اولیا ہیں جو آپ کو اپنی آل سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ان پر بالعموم آل کا اطلاق درست نہیں یہ دوسری صفت ہے اور وہ دوسری۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وان تظاہرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المومنین والملٰئکۃ بعد ذلک ظہیرا دوسری جگہ فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون حدیث متفق علیہ میں وارد ہے سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ای الناس احب الیک قال عایشۃ قیل من الرجال قال ابوھا اولیا کے یہ صفات ہیں نہ وہ کہ جو مدعی نے خیال کیے ہیں۔ جن اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اتباع مطبوع اس کی آل ہیں یہ اس حد تک ٹھیک ہے کہ بعض مواقع میں بدلالت قراین آل کا اطلاق اتباع پر بھی ہوتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ لفظ آل واقع ہو اس کے معنے اتباع ہی کے لیے جائیں جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہو چکا ہے۔

فصل - لفظ ازواج کی تحقیق - ازواج لفظ زوج کی جمع ہے جس کی جگہ کبھی کبھی لفظ زوجہ بھی بولا جاتا ہے۔ مگر افصح پہلا ہی لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اسکن انت وزوجک الجنۃ اور اصلحنالہٗ زوجہ زبان عرب میں لفظ زوجہ کا بھی استعمال ہے مگر بہت کم۔ جس طرح حضرت ابن عباس رض کی حدیث میں بحق عایشہ رضی اللہ عنہا واقع ہوا ہے۔ انھا زوجۃ نبیکم فی الدنیا والآخرۃ لفظ زوجہ کی جمع زوجات آتی ہے۔ قرآن پاک کے اس سیاق کو یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں اہل ایمان کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں الفاظ زوج وازواج استعمال فرمائے جاتے ہیں اور جہاں اہل شرک وکفر کا اخبار مطلوب ہوتا ہے وہاں امرأۃ کا لفظ لایا جاتا ہے چنانچہ آیات مذکورہ ونیز آیات ذیل اس دعوے کی شاہد ہیں۔ النبی اولی بالمومنین

من انفسھم وازواجہ امھاتھم ویا ایھا النبی قل لازواجك ۔ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ ۔ وامرأتہ حمالۃ الحطب ۔ وضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط ۔ وضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرأۃ فرعون ۔ وغیرہ ۔ ایک گروہ کا جن میں سہیلی وغیرہ شامل ہیں اس تفریق کی بابت یہ خیال ہے کہ تزویج چونکہ ایک شرعی حقیقت ہے جو امور دین میں داخل ہے اور کفار دین سے بے بہرہ ہیں وہ حقیقت شرعیہ ان میں محقق نہ ہونے کی بنا پر ان کی نسبت زوج کا استعمال نہیں کیا گیا ہے اس لیے کہ آخرت میں وہ دونوں زن و مرد ازواج نہ ہونگے ۔ سہیلی نے یہ کلیہ بیان کرکے خود ہی اس پر اعتراض کیا ہے کہ قرآن پاک میں زکریا علیہ السلام کا قول وکانت امرأتی عاقرا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فاقبلت امرأتہ فی صرۃ اس دعوے کے خلاف ہے ۔ پھر خود ہی وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ موقع بلحاظ سیاق ذکر حمل وولادت اسی امر کا مقتضی ہے کہ یہاں بجائے لفظ زوج لفظ امراۃ استعمال کیا جائے ۔ اس لیے کہ صفت انوثۃ جو حمل ووضع کی مقتضی ہے وہ لفظ امراۃ ہی سے ظاہر ہوتی ہے ۔ نہ کہ لفظ زوج سے ۔ (مصنفؒ) ہم کہتے ہیں کہ مومنین اور ان کی عورتوں کی نسبت استعمال الفاظ زوج وازواج کو اگر مشاکلۃ و مجالسۃ و اقتران کی بنا پر محمول کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے ۔ جیسا کہ خود لفظ زوج کے مفہوم سے ظاہر ہے اس لیے کہ جن دو چیزوں میں مشابہۃ و مشاکلۃ و تساوی ہوتی ہے انھیں کو زوجین کہا جاتا ہے آیت احشروا الذین ظلموا وازواجھم کے تحت میں حضرت عمرؓ اور امام احمدؒ نے ازواج کی تفسیر اشباھھم ونظائرھم کے ساتھ فرمائی ہے ۔ اسی طرح آیت اذا النفوس زوجت کے معنے یہ ہیں کہ نعیم و عذاب میں جو جس کے ساتھ مشابہۃ رکھتا ہے شامل ہوگا ۔ حضرت عمرؓ اور حسن و قتادہ اور دوسرے اکثر مفسرین اس آیت کی یہ تفسیر فرماتے ہیں الصالح مع الصالح فی الجنۃ والفاجر مع الفاجر فی النار بعض اصحاب نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ مومنین کی روحیں حورعین کے ساتھ اور کفار کی روحیں شیاطین کے ہمراہ زوج ہونگی مگر یہ صرف الفاظ کا ایر پھیر ہے حاصل مطلب وہی قول اول ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ثمانیۃ ازواج فرماکر خود ہی اس کی تفسیر من الضان اثنین ومن المعز اثنین ومن البقر اثنین سے فرمادی ہے ۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر نوع واحد کے دو فرد زوجین یعنی ایک جوڑا ہیں جس طرح معمولی بول چال میں کبوتروں کا جوڑا موزوں کا جوڑا کہا جاتا ہے ۔ چونکہ عام کفار و مومنین کے حق میں لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اور مومنین و کفار اہل کتاب کی نسبت پوری آیت لیسوا سواء من اھل الکتاب فرماکر اللہ تعالیٰ نے مشاکلۃ و مشابہہ و تساوی باہمی کا بالکل انقطاع فرما دیا ہے نیز احکام دنیا میں بھی ان دونوں کے درمیان اسی رعایت سے کوئی

مفارقت باقی نہیں رکھی ہے جس طرح کہ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا نکاح ہوتا ہے اور نہ ایک دوسرے کا ولی یا وارث ہو سکتا ہے۔ اس لیے واضح ہے کہ جو اتصال باہمی منشا دونوں سے منقطع فرمایا تھا حالت اخبار میں بھی اس کو ملحوظ فرمایا گیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ معنے بمقابلہ اس قول کے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ کفار کے نکاح پر حکم صحت شرعاً ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ابولہب کی رفیقہ کا ذکر لفظ امرأۃ کے ساتھ کیا گیا ہے زیادہ مناسب و موزوں ہیں کیونکہ ایسے مواقع پر قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی تامل و تدبر سے کام لیا جائے لفظ و معنے میں یہی مشابہت و مشاکلت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ عدم صحت نکاح کی وجہ سے لفظ امرأۃ کے استعمال کا خیال بالکل باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد امرأۃ نوح و امرأۃ لوط خود صحت نکاح کی دلیل ہے۔ یہاں اس لفظ کے استعمال کی وجہ در حقیقت وہی حقیقی عدم مشاکلت و مشابہت باہمی تھی جو ناکح و منکوحہ کے درمیان موجود ہے۔ دیکھو آیت توریث میں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ولکم نصف ما ترک ازواجکم فرمایا ہے امرآتکم نہیں فرمایا اس لیے کہ جو توارث وارث کو مورثہ سے حاصل ہوا ہے وہ اُسی مشاکلت و مشابہت ایمانی کی وجہ سے ہے جو ان دونوں میں موجود تھی اور جس کی وجہ سے وہ زوجین کہے جانے کے مستحق تھے۔ کافر و مومن اگرچہ میاں بی بی ہوں مگر چونکہ اُن میں یہ تساوی و تشاکل نہیں ہے ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوتا۔ مفردات و مرکبات الفاظ قرآنی کے اسرار و نکات فی الواقع ایسے نہیں ہیں جن کا مخلوق کی عقلیں احاطہ کر سکیں۔

فصل = ازواج مطہرات کے ذکر خیر میں = جو بلحاظ موقع مناسب ہے۔ ان میں سب سے پہلے یہ شرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب کو حاصل ہوا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سن شریف پچیس[۲۵] سال کا تھا کہ جب آپ نے ان سے مکہ معظمہ میں نکاح فرمایا۔ بموجب روایات صحیحہ حصول شرف نبوت کے بعد ہجرت سے تین سال قبل تک یہ آپ کی رفیق زندگی رہیں۔ آپ پر ایمان لائیں اور زندگی بھر نصرت و مدد کرتی رہیں۔ بعض ارباب سیر نے قبل ہجرت چار سال اور بعض نے پانچ سال تک زندہ رہنا روایت کیا ہے۔ ان کی چند خصوصیتیں ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوئیں۔ پہلی آپ کی زندگی بھر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری بی بی سے نکاح نہیں فرمایا۔ دوسری حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر اولاد ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وہ سب آپ ہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ تیسری آپ خیر نساء امت ہیں = آپ کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک کی دوسرے پر فضیلت میں علماء کے تین مختلف قول ہیں جن میں کا تیسرا قول اس بارے

ہیں سکوت اختیار کرتا ہے۔ میں نے اس تفضیل کی بابت اپنے اُستاد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان دونوں نفوس مقدسہ میں سے ہر ایک کے لیے چند خصوصیتیں ہیں جو دوسرے کو حاصل نہیں ہیں۔ حضرت خدیجہ رضہ کا شرف مخصوص تو یہ ہے کہ آپ صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق زندگی تھیں۔ ضرورت کے وقت سب سے زیادہ انھوں نے حضرتؐ کی نصرت وتسکین وتسلی میں اپنا مال و وقت صرف کیا۔ مخالفین کی ہر قسم کی اذیتیں آپ کی بدولت برداشت فرمائیں اور اسلام کو اپنی ابتدائی حالت میں ان سے ہر قسم کا فائدہ پہنچا اور حضرت عایشہ رضہ کا فضل خاص یہ ہے کہ ان کی ذات شریف سے اسلام کو اپنی تکمیل کے دور میں ان کے تفقہ فی الدین اور تبلیغ احکام شریعت وانتشار علوم احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ معتد بہ نفع حاصل ہوا جو کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں سب سے بڑی فضیلت حضرت خدیجہ رضہ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کے ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ان کو اپنا سلام کہلایا ہے یہ ایسی خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔ امام بخاری رحہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال اتی جبریل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتت معہا اناء فیہ ادام او طعام او شراب فاذا ھی اتتک فاقرء علیہا السلام من ربہا ومنی وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب ٥

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ یا رسول اللہ خدیجہ ایک برتن لیے ہوئے جس میں روٹی یا کھانا یا پانی ہے (یہ کلمات شک راوی کے ہیں کہ ان میں سے کونسا لفظ شیخ سے سُنا تھا) آرہی ہیں جب وہ آجائیں تو آپ ان سے خدائے تعالیٰ کا اور میرا سلام کہدیجیے اور جنت میں ایک جواہر کا ایسا گھر حاصل ہونے کی بشارت دیجیے جہاں نہ کسی قسم کا شور و غوغا ہوگا اور نہ کوئی تکلیف۔

چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جبریل علیہ السلام نے صرف اپنا سلام بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہنچایا ہے جس کی روایت خود انھیں سے بخاری شریف میں یوں وارد ہوئی ہے۔

حدثنا یحیی بن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شھاب قال ابوسلمۃ ان عایشۃ رضی اللہ عنہا

حضرت عایشہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عایشہ یہ جبریل

قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوماً یا عایشۃ ھذا جبرئیل یقرئک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تری مالا اری = ترید رسول اللہ علیہ وسلم ہ

موجود ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ یا رسول اللہ آپ انھیں دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھتی ۔

یہ امور بھی حضرت خدیجہ رضؓ کے خصایص میں سے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ توان کو کبھی بُرا کہا اور نہ کبھی ان پر غصہ فرمایا اور نہ ان کے ساتھ ایلا و عتاب وجدائی کی نوبت پہنچی یہ باتیں ان کی فضیلت ومناقب کے لیے کافی ہیں اس امت مرحومہ میں وہ سب عورتوں سے پہلے ایمان لانے والی بی بی ہیں یہ بھی ان کی خصوصیت ہے ۔

فصل ۔ جب حضرت خدیجہ رضؓ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے حضرت سودہ رضؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی کے ساتھ نکاح فرمایا ۔ ان کے بڑھاپے کے سبب سے جب آپ نے انھیں طلاق دینی چاہی تو انھوں نے اپنے حقوق معاشرت باہمی حضرت عایشہؓ کو ہبہ کرکے صرف سلک ازواج میں منسلک رہنے پر اکتفا کی یہ اُنھیں کی خصوصیت ہے کہ محض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تقرب کے شوق میں انھوں نے وہ ایثار اختیار کیا جو اس صنف سے دشوار ہے ایک نکاح آپ کا صدیقہ بنت صدیق عایشہؓ بنت ابی بکرؓ کے ساتھ ہوا ۔ بموجب روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شادی کے وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی ۔ ہجرت سے دو یا تین سال قبل ان سے نکاح ہوا ہے ۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو پہلے ہی سال ہجرت میں بعمر نو سالگی ان کی رخصت ادا کی گئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی ۔ انھوں نے ۵۸ھ اٹھاون ہجری میں بمقام مدینہ طیبہ وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں ان کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ ابوہریرہ رضؓ پڑھائیں ان کے خصائص میں سے ایک یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ احب ازواج تھیں ۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کون انسان آپ کو زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا عایشہ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں آپ نے فرمایا ان کے باپ ۔ (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) ایک یہ کہ ان کے سوا کوئی باکرہ بی بی آپ کے نکاح میں نہیں آئیں ۔ ایک یہ کہ جب آیت تخییر[1] نازل ہوئی ہے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں

---

[1] سورۂ احزاب کی آیت یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن الخ کی طرف اشارہ ہے اور یہ حدیث بخاری شریف کی کتاب التفاسیر میں ضبط ہے ۱۲

حکم الٰہی سے مطلع فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم جواب میں عجلت نہ کرنا ماں باپ سے مشورے کے بعد صحیح رائے قایم کرکے جواب دو۔ انھوں نے کہا کہ جس حالت میں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول و دار آخرت کی طالب ہوں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے مقصد کے خلاف ماں باپ سے کسی دوسرے امر کا مشورہ لوں۔ مجھے کسی سے مشورے کی مطلق ضرورت نہیں۔ میں خدا اور اُس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ بقیہ ازواج مطہرات کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی اس باب میں انھیں کی متابعت کی جس کا شرف اولیت ان کے لیے مخصوص ہے۔ ایک[۱] یہ کہ واقعہ افک میں خدائے تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت نازل فرماکر اپنی شہادت سے ان کی برأت اتہام باطل سے فرمائی۔ جس کی تلاوت ہمیشہ نمازوں میں ہوتی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور صرف یہی نہیں کہ برأت فرمائی بلکہ اس کے ساتھ مغفرت ورزق کریم کا بھی وعدہ فرمایا۔ اور اصل حقیقت ظاہر ہوکر ان کا وقار اہل سموات وارض کی نظروں میں کئی حصہ بڑھا دیا۔ سبحان اللہ کیا مقام شرف اور کتنا رفیع درجہ کرامت ہے۔ پھر اس علو شرف واکرام پر ان کا کسر نفس وفرط تواضع دیکھنے کے قابل ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ہے تو فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی کہ میرے معاملہ میں خدائے تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائیگا جس کی تلاوت ہمیشہ ہوا کریگی۔ زیادہ سے زیادہ میرا یہ خیال تھا کہ شاید خدائے پاک کسی خواب کے ذریعہ سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اصل واقعہ سے مطلع فرمادے۔ اپنی نسبت یہ ایسی ذات بابرکات کا گمان ہے جو صدیقۂ امت۔ اُم المومنین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ اور اپنی برأت پر ہر طرح متیقن تھیں۔ اس علو مرتبت پر احتقار نفس اور اپنے استصغار کی کیا کوئی دوسری مثال ایسی ہو سکتی ہے مگر اس کے مقابل میں اب اُن لوگوں کی حالت دیکھیے جن کو دو ایک دن یا مہینے دو مہینے کے روزے رکھکر یا ایک دو راتیں قیام میں گزار کر اگر تھوڑا سا بھی کشف احوال نصیب ہو گیا ہے تو اُس کو وہ اپنی بڑی کرامت و قربت اور اپنے آپ کو صاحب حال ومنصب سمجھ بیٹھتے ہیں اور دوسرے لوگ جو کچھ تعظیم وتکریم و پابوس واعتکاف وطواف آستانہ عالیہ ان کی نسبت عمل میں لائیں وہ اس کو اپنا اور ایسے کام کرنے والوں کا ایک فریضہ ادرحق واجب خیال کرتے ہیں جو اسی طرح انجام دینا چاہیے تھا۔ دراصل یہ حماقت ورعونت جہل صمیم وعقل غیر مستقیم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین و دُنیا کی عافیت نصیب کرے۔ خدا کے بندوں کو اس امر سے پناہ مانگنا چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے نزدیک عظیم اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک حقیر وذلیل ہوں۔ ایک[۲] فضیلت ان کی یہ ہے کہ جب کبھی بڑے بڑے صحابی رضی اللہ عنہم کو فتوے دینے وقت کسی مسئلہ

میں کوئی مشکل پیش آتی تھی توان کی جانب رجوع کرکے حل کر لیتے تھے۔ ایک فضیلت ان کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں کے گھر میں اور انھیں کی باری کے دن وفات پائی اور پھر انھیں کے گھر میں سپرد خاک فرمائے گئے۔ ایک خصوصیت ان کی یہ ہے کہ قبل از نکاح ان کی تصویر حریر کے ایک سفید ٹکڑے پر کڑھی ہوئی فرشتے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لاکر دکھائی (بغرض پسندیدگی) آپ نے فرمایا کہ اگر مشیت ایزدی یوں ہی جاری ہوئی ہے تو وہ اسے پورا کریگا۔ ایک خصوصیت انکی یہ ہے کہ ان کی باری کے دن لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے بے انتہا محبت فرماتے تھے ایسے تحفے اور ہدایا انکی خدمت میں پیش کرتے تھے جو ان کی شان کے مناسب ہوتے تھے۔ ان کی کنیت ام عبد اللہ تھی۔ کہا گیا ہے کہ ایک بار ان کو اسقاط حمل ہوا تھا مگر یہ ثابت نہیں ہے۔

ایک نکاح آپ کا حفصہ رض بنت عمر رض بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا پہلے یہ خنیس بن حذافہ رض صحابی کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ بدر میں شہید ہوئے تو یہ آپ کے نکاح میں آئیں۔ سنہ ستائیس ۲۷ اور بقول بعض سنہ اٹھائیس ۲۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ان کی فضیلت وخصوصیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دیدی تھی حضرت جبرئیل ع نے آکر کہا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ حفصہ رض سے رجوع کیجیے اس لیے کہ وہ صائم النہار وقایم اللیل ہیں اور جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ حافظ ابو محمد مقدسی نے اپنی سیرۃ مختصر میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو اس طریقہ پر روایت کیا ہے۔

حدثنا احمد بن طاهر بن حرملة بن يحيى ثنا جدي حرملة ثنا ابن وهب حدثني عمرو بن صالح الحضرمي عن موسى بن علي بن رباح عن ابيه عن عقبة بن عامر ان النبي صلى الله عليه وسلم طلق حفصة فبلغ ذلك عمر بن الخطاب رض وضع التراب على راسه وقال ما يعباء الله يا بن الخطاب بعد هذا فنزل جبرئيل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ان الله يامرك ان تراجع حفصة رحمة لعمر رض ٥

عقبہ بن عامر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حفصہ رض کو طلاق دی تو اس واقعہ سے مطلع ہو کر عمر رض نے سر پر خاک ڈال لی اور کہا اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کو عمر (کے زندہ رہنے کی) پرواہ نہیں رہی (اسی وقت) جبرئیل ع نے نازل ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمر رض کی رعایت سے آپ کو حفصہ رض کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک نکاح آپ کا اُم حبیبہ رضؓ بنت ابی سفیان کے ساتھ ہوا ان کا نام ونسب یہ ہے۔ رملہ بنت صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف پہلے یہ عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ ان میاں بی بی نے مہاجرین اولین کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں جاکران کا خاوند نصرانی ہوکر مرگیا یہ مسلمان رہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمیری کو بطور وکیل بھیجکر حضرت عثمانؓ بن عفان کی اور دوسرے قول کے موافق خالد بن سعید بن عاص کی ولایت سے ان کے ساتھ حبشہ ہی میں نکاح فرمایا۔ نجاشی رضؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے چارسو دینار سرخ ان کا مہرادا کیا۔مہر کے متعلق طبرانی کی روایت چار ہزار درہم ہے۔ ابوسفیان کی زندگی میں دوسرے شخص کو ولی نکاح بنانے کا یہ سبب ہے کہ کفرو اسلام میں مشابہت وولایت باقی نہیں رہتی مشرک باپ مومنہ بیٹی کا ولی نہیں ہے (یہاں مسلم شریف کی ایک طویل حدیث ہے جسے انھوں نے بواسطہ عکرمہ بن عمار عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور جس کا ماحصل یہ ہے کہ ابوسفیان کو ان کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی چونکہ دوسرے مسلمان اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تین درخواستیں کیں جنھیں آپ نے قبول فرمایا۔ پہلی درخواست یہ تھی کہ عرب کی نہایت حسینہ وجمیلہ ام حبیبہ اپنی بیٹی کو وہ آپکی زوجیت میں دیتے ہیں آپ قبول فرمائیں الخ اہل علم کے ملاحظہ کے قابل ایک طویل بحث ہے جس سے حدیث کا مذاق رکھنے والے پورا لطف حاصل کرسکتے ہیں باعتبار واقعیت متن حدیث میں جو اشکال رونما ہوتا ہے اور علمار نے اسے رفع کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے مگر چونکہ مقاصد کتاب سے اسے کوئی مناسبت نہیں ہے اس کا ترجمہ حذف کیا جاتا ہے) ان کے باپ ابوسفیان جب صلح کے زمانے میں اسلام لانے سے پہلے ان سے ملنے کے لیے آئے اور بچھونے پر بیٹھنا چاہا تو انھوں نے فرش سمیٹ لیا ابوسفیان نے دریافت کیا کہ اس حرکت کی کیا وجہ ہے آیا یہ بچھونا میرے بیٹھنے کے لائق نہیں ہے یا میں اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں انھوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ہے (یعنی کسی کافر کی یہ شان نہیں ہے کہ اسے پامال کرے)

ایک نکاح آپ کا ام سلمہ رضؓ کے ساتھ ہوا ہے ان کا نام ونسب ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ ابن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ ابن کعب بن لوئی بن غالب ہے۔ پہلے یہ ابوسلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں ۶۲ھ باسٹھ ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ازواج مطہرات میں سے ان کی وفات سب کے بعد ہوئی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ میمونہ رضؓ نے سب کے بعد وفات پائی ہے۔ ان کے خصائص میں سے ایک یہ امر ہے

کہ ان کی موجودگی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بصورت دحیہ کلبی رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے ان کو دیکھا مسلم رح نے ابی عثمان سے روایت کی ہے۔

قال أُنبئت ان جبرئیل اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعندہ ام سلمۃ قال فجعل یتحدث ثم قام فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لام سلمۃ من ھذا اوکما قال قالت ھذا دحیہ الکلبی قالت وایم اللہ ماحسبتہ الا ایاہ حتی سمعت خطبۃ نبی اللہ بخبر جبرئیل اوکما قال ٥

ابو عثمان نے کہا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ جبرئیل ام سلمہ رض کی موجودگی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ سے گفتگو کرتے رہے پھر اُٹھکر چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ سے دریافت کیا تم جانتی ہو یہ کون تھے یا جو الفاظ فرمائے ہوں انھوں نے کہا ہاں یہ دحیہ کلبی تھے پھر وہ فرماتی ہیں کہ میں ان کو دحیہ کلبی ہی سمجھتی رہی یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سُن کر اصل حال سے مطلع ہوئی۔

سلیمان تیمی نے ابو عثمان سے دریافت کیا کہ تمکو اس حدیث کی اطلاع کس نے دی تھی تو انھوں نے کہا اسامہ بن زید نے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کے ولی نکاح ان کے ہی بیٹے تھے یا کوئی اور جن کے صغر سن کے سبب سے ایک گروہ کے نزدیک ان کا ولی نکاح ہونا متعذر ہے دوسرے فریق نے ان میں ولایت کی قابلیت ثابت کی ہے۔ پہلا گروہ کہتا ہے کہ غالب روایات میں قم یا عمر فزوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آیا ہے جس میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اس صورت میں ولی نکاح وہی تھے دوسرے گروہ کی جانب سے اس کی یہ تردید کی گئی ہے کہ نسائی شریف کی روایت کے یہ الفاظ فقالت لابنہا عمر قم فزوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس معاملہ کو صاف کیے دیتے ہیں کہ ولی نکاح ان کے بیٹے عمر ہی تھے۔ ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسانید وغیرہ میں احادیث کا صحیح متن صرف یہی ہے قم یا عمر فزوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الناس نام کی وجہ سے بعض رواۃ نے لفظ لابنہا اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ بحالت ربابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کا بچہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے جس طرح کہ وہ خود کہتے ہیں۔ کنت غلاما فی حجر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکانت یدی تطیش فی الصحفۃ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یا غلام سم اللہ وکل مما یلیک ٥ (جس زمانے میں۔ میں رسول اللہ صلعم کی گود میں بچہ تھا یعنی آپ کا ربیب میرا ہاتھ کھانے میں ادھر اُدھر جا پڑتا تھا آپ نے فرمایا اے بچے خدا کا نام لیکر جو تجھ سے قریب ہے کھا) امام احمد رح وغیرہ کا دوسرا گروہ جو اپنے اثبات دعوے میں ان سے روایت احادیث کی شہادت پیش کرتا ہے یہ روایات ان کے

ہوشیاری کے زمانے کی ہیں نہ کہ زمانہ نکاح ام سلمہ رضؓ کی۔

ایک نکاح آپ کا زینب بنت جحش کے ساتھ ہوا ہے یہ بنی خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر میں سے ہیں۔ اور امیمہ بنت عبدالمطلب کی پھوپی زاد بہن تھیں پہلے ان کا نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مولا زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا جب زید نے (باوجود کئی بار سمجھانے کے) ان کو طلاق دیدی تو اللہ تعالیٰ نے فوق سبع سمٰوات ان کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا اور آیت فلما قضی زید منہا وطرا زوجنٰکہا ان کی شان میں نازل فرمائی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلا استیذان (رسوم معمولی) ان پر داخل ہوئے۔ یہ جملہ ازواج رضؓ پر فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح کنبے والوں نے کیے ہیں اور میرا نکاح خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کے خصایص میں یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے ۲۰ سنہ بیس ہجری میں بمقام مدینہ انھوں نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

ایک نکاح آپ کا زینب بنت خزیمہ ہلالیہ کے ساتھ ہوا۔ پہلے یہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں ۳ سنہ تین ہجری میں آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا مگر بہت ہی جلد دو یا تین مہینے میں انھوں نے انتقال کیا مساکین کے ساتھ زیادہ مسلوک ہونے اور غریبوں کو بکثرت کھانا کھلانے کی وجہ سے لوگ ان کو اُم المساکین کہا کرتے تھے۔

ایک نکاح آپ کا جویریہ بنت حارث سے جو قبیلہ بنی المصطلق کی ایک بی بی تھیں ہوا ہے۔ یہ غزوہ بنی المصطلق میں اسیر ہو کر آئی تھیں اور وقت تقسیم غنایم ثابت بن قیس رضؓ کے حصے میں آئیں انھوں نے مکاتبہ کر دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا زر کتابت[۱] ادا فرما کر بعد آزادی ۶ سنہ چھ میں ان سے نکاح فرمایا ۵۶ سنہ چھپن میں انھوں نے انتقال فرمایا۔ مسلمانوں نے ان کے تعلق رشتہ داروں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سسرالی ہو جانے کی بنا پر آزاد کر دیا گویا اپنی قوم پر یہ انکی بڑی برکت تھی جس سے وہ لوگ مستفیض ہوئے۔

ایک نکاح آپ کا ۷ سنہ سات ہجری میں صفیہ رضؓ بنت حُیّ سے ہوا۔ ان کا واسطہ نسب حضرت ہارون ؑ بن عمران حضرت موسیٰ ؑ کے بھائی تک پہنچتا ہے یہ غزوہ خیبر میں گرفتار ہو کر آئی تھیں اور اس سے پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں قتل فرمایا تھا ۳۶ سنہ چھتیس ہجری میں انھوں نے وفات پائی اور بعض لوگ ۵۰ سنہ پچاس کہتے ہیں۔ ان کے

---

[۱] باندی غلام پر ایک مقررہ رقم عاید کر دینا جس کے ادا کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتا ہے ۱۲

خصائص میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرماکر اسی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا امر ہے جو امت کے لیے قیامت تک سنت جاریہ ہو گیا ہے۔ امام احمدؒ کا یہ قول منصوص ہے کہ انسان اگر چھوکری کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے تو جائز ہے۔ دوسری خصوصیت ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کی نسبت وہ ارشاد ہے جس کا تذکرہ ترمذی نے اس حدیث میں کیا ہے۔

حدثنا اسحاق بن منصور وعبد بن حمید قالا ثنا عبد الرزاق انا معمر عن ثابت عن انس قال بلغ صفیة ان حفصة قالت صفیة بنت یهودی فبکت فدخل علیها النبی صلے الله علیه وسلم وهی تبکی فقال مایبکیك قالت قالت لی حفصة انی ابنت یهودی فقال النبی صلی الله علیه وسلم انك لابنة نبی وان عمك لنبی وانك تحت نبی فبم تفخر علیك ثم قال اتق الله یا حفصه ۵

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ صفیہؓ اپنی نسبت یہ سُن کر کہ حفصہؓ نے ان کو (بطور توہین) یہودی کی بیٹی کہا ہے رو رہی تھیں کہ اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان کو روتے دیکھکر سبب دریافت کیا انھوں نے کہا کہ حفصہؓ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ آپ نے فرمایا (نہیں) بیشک تم نبی کی بیٹی ہو اور تمھارے چچا نبی تھے اور اس وقت بھی نبی کے نکاح میں ہو پھر حفصہؓ تم پر کس بات کا فخر کرتی ہیں پھر حفصہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے حفصہ (ایسی باتوں میں) خدا سے ڈرا کرو۔

ایک نکاح آپ کا میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ سے موضع سرف میں جو مکہ معظمہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے ہوا اور وہیں رخصت عمل میں آئی۔ ان کا انتقال بھی سرف ہی میں ہوا ہے با عتبار تقدیم و تاخیر نکاح یہ آخر ازواج مطہرات ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس و خالد بن ولیدؓ کی حقیقی خالہ تھیں ۶۳ سنہ تریسٹھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ان کے نکاح میں اختلاف ہے کہ آیا آپ نے بحالت احرام حج ان سے نکاح فرمایا تھا یا احرام ختم فرماکر۔ صحیح امر یہی ہے کہ جب آپ احرام سے نکل آئے ہیں تب نکاح فرمایا ہے جیساکہ ابورافع سفیر نکاح کے قول سے ثابت ہے اور دوسری جگہ[1] یہ بات دلیل دلیلوں سے بہ شرح و بسط ثابت کر دی گئی ہے پس یہ سب گیارہ بی بیاں ہیں جو بعد نکاح آپ کے فیض ہمنشینی سے مستفید رہیں۔ حافظ ابو محمد مقدسی اور دوسرے لوگوں نے ان کے سوا اور سات عقدوں کا

---

[1] اگر یہ بحث تمام و کمال دیکھنا ہو تو زاد المعاد کی جانب رجوع کرنا چاہیے ۱۲

ذکر کیا ہے مگر وہ ایسی بی بیاں تھیں جنہیں دولت مصاحبت نصیب نہیں ہوئی - اور اسی بنا پر
اس شمار میں آنے سے محروم ہیں - اور یہ احکام حرمت واحترام وغیرہ بھی ان کے لیئے ثابت نہیں ہیں
بہر حال ازواج مطہرات پر صلوٰۃ ان کے شرف واحترام کی تابع ہے جس کے سبب سے وہ امہات المومنین
کہلائیں اور امت پر حرام مطلق ہوئیں خواہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات
پائی ہو یا آپ کے بعد انتقال فرمایا ہو - وصلی اللہ علیہ وسلم وعلی ازواجہ وذریاتہ -

فصل - ذریۃ کی تحقیق وتشریح میں - اس لفظ کی تفسیر کے دو پہلو ہیں ایک لفظی دوسرا معنوی -
لفظی میں تین قول ہیں ایک یہ کہ یہ لفظ ذرا ، یذرا ، ذرأۃ سے مشتق ہے جس کے معنے پھیلانے اور
بکھیرنے کے ہیں ہمزہ اس میں سے حذف کر دی گئی - یہ مذہب صاحب صحاح وغیرہ کا مختار ہے - دوسرا قول یہ
ہے کہ اصل اس لفظ کی ذر ہے جس کے معنے چھوٹی چیونٹی کے ہیں اس صورت میں مقتضی قیاس یہ امر تھا کہ اس کا
املا ذریۃ بفتح ذال ہوتا مگر جیسا کہ اکثر تغییر نسبت کی حالتوں میں ہوا کرتا ہے اس کے حرف اوّل کو ضمہ دیکر
آخر کو مہموز کر دیا - لیکن یہ قول بچند وجوہ ضعیف ہے اول تو باب نسبت کی مخالفت پھر را کا یا سے
خلاف قیاس بدلنا - پھر یہ کہ لفظاً ذریۃ اور ذر میں سوائے ذال اور را کے کوئی اشتراک بھی نہیں ہے
اور معناً ایک کو دوسرے کے مفہوم سے کوئی تعلق نہیں پھر یہ کہ ذر مضاعف کے قبیل سے ہے اور ذریۃ معتل
ہے یا مہموز - تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا اشتقاق ذرا یذرو ذروۃ سے ہوا ہے جس کے معنے ہیں - ہوا کا
کسی شئے کو اُڑا دینا اور ماحصل جس کا تفریق ہے جیسا کہ آیت تذروہ الریاح سے ثابت ہے ان سب
میں قول اول صحیح ہے اس لیے کہ اشتقاق ومعنی دونوں اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل اس کی ذرء ہے
جس طرح کہ چند جگہ آیات واحادیث میں واقع ہوا ہے اس کے بعد دوسرا پہلو تفسیر معنوی کا ہے جس کی
نسبت اہل لغت کا اتفاق ہے کہ چھوٹی بڑی سب اولاد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے مگر بعض اصحاب کا
خیال ہے کہ آباء بھی کبھی ذریۃ میں داخل ہو جاتے ہیں جس کی تائید میں وہ آیت وآیۃ لھم انا حملنا
ذریتھم فی الفلک المشحون کو پیش کرتے ہیں اہل لغت نے ان کے اس استدلال کو کئی طرح غلط
ثابت کیا ہے - (تفصیل زاید از ضرورت متوقع ہونے کی بنا پر حذف کی گئی) جب یہ ثابت ہو گیا کہ
ذریہ کا اطلاق اولاد اور اولاد در اولاد پر ہوتا ہے تو اب یہ امر تشریح طلب باقی ہے کہ اولاد بنات بھی
اس میں داخل ہے یا نہیں - ائمہ دین کے اس بارے میں دو مذہب ہیں ایک تو یہ کہ داخل ہیں بقول امام
شافعی رح کے دوسرے یہ کہ نہیں داخل ہیں بموجب مختار امام ابوحنیفہ رح کے امام احمد رح سے دونوں
قولوں کے موافق روایتیں آئی ہیں - جو فریق قائل دخول ہے اُس کی یہ دلیل ہے کہ اولاد فاطمہ رضی اللہ

عنہا کے داخل ذریۃ نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہونے پر اجماع امت ہے۔ درود میں جو جماعت مقصود ہوتی ہے وہ یہی لوگ ہیں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن رضہ کی نسبت فرمایا ہے کہ ان ابنی ھذا سیدٌ اور آیت مباہلہ میں جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا فقل ندع ابناء نا وابناء کم تو آپ نے حضرات فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کو ساتھ لیکر مباہلہ کے لیے نکلے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم ع کے حق میں ارشاد فرماتا ہے ومن ذریتہ داؤد وسلیمان و ایوب و یوسف وموسی وھارون وکذلک نجزی المحسنین وزکریا ویحیٰے وعیسی والیاس حالانکہ یہاں عیسٰی کا نسب اپنی والدہ کی طرف سے حضرت ابراہیم تک پہنچتا ہے۔ غیر قائلین دخول اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ لڑکیوں کی اولاد حقیقۃً اپنے آباء کی جانب منسوب ہوتی ہے اگر کسی ہاشمیہ کی اولاد کسی ہذلی۔ تیمی۔ عدوی۔ وغیرہ سے ہو تو اس کو ہاشمی نہیں کہا جاتا وہی باپ کی جانب نسبت کی جاتی ہے۔ بیٹا ہمیشہ نسب میں باپ کی جانب اور حریت ورقت میں ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اگر کسی قبیلہ کے لیے کوئی وصیت یا وقف کیا جائے تو (شرعاً) نواسے اس میں شامل نہیں ہوتے دخول اولاد فاطمہ رضہ کی جو مثال دی گئی ہے یہ خاص بات ہے نہ کسی کی اصل ایسی عظیم القدر رفیع المنزلت ہوسکتی ہے اور نہ بات دوسرے کو حاصل ہونا ممکن ہے دوسرا تمسک جو حضرت عیسیٰ ع کے داخل ذریات ابراہیم علیہ السلام ہونے کی بناپر کیا گیا ہے وہ بھی حجت نہیں ہوسکتا اس لیے کہ جب باپ کی جانب سے ان کا کوئی نسب ہی نہیں تھا تو پھر بجز اس کے کہ ماں کی جانب منسوب کیے جاتے چارہ کا رہی کیا تھا۔ چنانچہ لعان وغیرہ کی وجہ سے جس شخص کا نسب باپ سے منقطع ہوجاتا ہے شرعاً ماں نسب میں باپ کی قایم مقام ہوجایا کرتی ہے اور ایسی حالت میں اصح القولین کے موافق ماں ہی اس کی عصبہ واقع ہوتی ہے۔ امام احمد رح کے دونوں قولوں میں سے یہ روایت نصوص اور قول ابن مسعود رضہ کے مطابق ہے قیاس جس کی صحت کی تائید کرتا ہے یعنی عامۃً نسب میں اصل باپ کی جانب ہے مگر جب یہ اصل کسی وجہ سے منقطع ہوجائے تو نسب ماں کی جانب عود کرتا ہے اگر پھر کسی خاص وجہ سے اصل کی طرف عود ممکن ہوگیا تو پھر باپ کی جانب عود کر آتا ہے مسئلہ ولاء میں جمہور کا اتفاق ہے کہ اسکا تعلق موالی اب کے ساتھ ہے لیکن اگر کسی وجہ سے یہ ناممکن ہو تو موالی اُم سے متعلق ہوجاتا ہے اس کے بعد اگر وہ وجہ مرتفع ہوجائیں تو ولاء پھر موالی اَب کی جانب رجوع کرتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ ولاء نسب کی ایک فرع ہے جس کے احکام بالکل احکام نسب کے موافق ہیں۔ پس جبکہ اس مولی کے تعلقات عصبیت موالی اَب سے منقطع ہوجانے کی حالت میں موالی اُم کے عصبات کیجانب رجوع کرتے ہیں

تو کوئی وجہ نہیں کہ تعلقات نسب باپ کی جانب سے منقطع ہونے کی حالت میں ماں کی طرف رجوع نہ کریں۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو حکم ولا میں جائز ہو وہ نسب کے لیے جائز نہ ٹھہرے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ قیاس صحیح کبھی نص کے خلاف واقع نہیں ہوتا اور صحابۂ کرام کی نظر ایسے مسائل کے استنباط میں ایسی وسیع اور گہری تھی جس کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

فصل پنجم خلیل اللہ ابراہیم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں = سریانی زبان میں ابراہیم کا لفظی ترجمہ اب راحم = ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی مخلوق کا تیسرا باپ بنایا ہے۔ پہلے باپ آدمؑ تھے دوسرے نوحؑ ہوئے دنیا کی تمام قومیں جن کی ذریت ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وجعلنا ذرّیته هم الباقین اس آیت سے اہل عجم کے اقوال لاطائل کی تکذیب ظاہر ہوتی ہے جو اپنی نسبت نسب آدمؑ اول سے اپنے پادشاہوں کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اور نوحؑ کا ان کے منقولات میں کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ تیسرے باپ اب الاباء عمود عالم امام الحنفا خلیل اللہؑ ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے اپنا دوست ٹھیرایا اور نبوّت ونزول کتاب کو ان کی اولاد کے لیے مخصوص فرمادیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو شیخ الانبیاء فرمایا ہے۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب آپ کعبۂ مطہر میں داخل ہوئے تو ملاحظہ کیا کہ مشرکین نے ان کی اور اسمعیلؑ کی تصویریں اس طور پر بنا رکھی ہیں کہ وہ ازلام سے (ازلام ایک قسم کے تیر تھے جن سے زمانہ جاہلیت میں قرعہ اندازی کی جاتی تھی) حصّہ بانٹ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا قاتلهم الله لقد علموا ان شیخنا لم یکن یستقسم بالازلام۔ (یعنی یہ مشرکین کی دیدہ دلیری ہے کہ با وجود یہ جاننے کے کہ ابراہیمؑ کو ازلام سے کوئی سروکار نہ تھا ان کی تصویر اس شان سے بنائی ہے)

ان کا شرف مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو انبیا علیہم السلام میں سے سوائے ان کے اور کسی کے اتباع کا حکم نہیں دیا چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین (پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم حنیف کی شریعت کا اتباع کرو وہ ہمارے موحّد بندے تھے) اور آپ کی امت کے حق میں بھی یہی ارشاد ہوا هو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سماکم مسلمین (اللہ تعالیٰ نے اے امت محمدؐ یہ تمکو برگزیدہ کیا اور تم پر دین کی باتوں میں کوئی تنگی عاید نہیں کی (تم اسی شریعت کا اتباع کرو جو) تمھارے باپ ابراہیم کی شریعت تھی۔ اس نے (پہلے ہی سے) تمھارا نام مسلمان رکھا ہے)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو صبح وشام اس ورد کی تاکید فرماتے تھے اصبحنا علے فطرة الاسلام وکلمة الاخلاص ودین نبینا محمد وملة ابینا ابراهیم وما کان من المشرکین (ہم نے صبح کی ایسی حالت میں کہ ہم فطرت اسلام وکلمہ اخلاص ودین محمدی وملت ابراہیم پر قایم ہیں) ان الفاظ کی

جامعیت و خوبی قابل دید ہے جس میں کوئی اضافہ طلب بات باقی نہیں رہتی۔ فطرت اسلام وہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ہے اور کلمۂ اخلاص شہادت توحید خالص یعنی لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور دین محمدی وہ دین کامل ہے جو ہر مذہبی خوبی کا جامع ہے۔ اور طریقہ ابراہیم واحد حقیقی لاشریک لہ کی محبت وعبادت ہے۔ جس کا درجہ سب دوسروں کی محبت سے بالاتر ہے۔ خدائے تعالیٰ نے انکو امام۔ امۃ۔ قانت۔ حنیف۔ کے ناموں سے یاد فرمایا ہے آیت انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین ان کی امامت کے نص اور اس امر کی پیشین گوئی ہے کہ آپ کی اولاد میں سے ظالم[1] یعنی مشرک اس درجہ پر فائز نہ ہونگے۔ دوسری آیت ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یك من المشرکین میں باقی صفات مذکورہ کی اطلاع ہے۔ امت کے معنے ایسے پیشرو کے ہیں جو خیر کی جانب رہبری کرے۔ قانت وہ مطیع اللہ ہے جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب و لازم کرلے حنیف من کل الوجوہ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہنے اور ماسوا اللہ سے انقطاع کرنے والا انسان ہے۔ جن اہل علم نے اس کی تفسیر لفظ مائل کے ساتھ کی ہے انھوں نے موضوع لفظ کو مد نظر نہ رکھکر لازم معنی پر اکتفا کیا ہے۔ اس لیے کہ کسی شئے کی جانب توجہ اس کے غیر سے انقطاع کی مستلزم ہے۔ آیت فاقم وجھك للدین حنیفا میں حنیف کی تفسیر لفظ مخلص کے ساتھ کی گئی ہے۔ لیکن آیت صدق واخلاص دونوں کو متضمن ہے۔ اس لیے کہ وجہ کی اقامت دین کے لیے اسی حالت میں محقق ہوگی جبکہ توجہ کامل اس طرح پر کہ نیت وارادہ قلب میں دخل غیر کی گنجائش ہی باقی نہ رہے اس کی جانب مبذول کی جائے۔ پس اس حالت میں حنیف کا مقصود واحد توجہ الی المعبود ہے نہ کہ اس کے سوا کوئی دوسرا امر اور جب صورت حال یہ ہے تو صدق تو طلب میں محقق ہوگیا اور اخلاص نفس مطلوب میں لہذا پہلی صورت توحید طلب کی ہے اور دوسری توحید مطلوب کی۔ بہرحال اس وقت پیش نظر یہ تفریح ہے کہ ابراہیم ع ہمارے اَبِ ثالث و امام الحنفاء اور حسب تسمیہ اہل کتاب عمود عالم ہیں۔ تمام اہل ملل (حقہ) ان کی تعظیم و تولیت و محبت پر متفق ہیں جن کی تعظیم و تکریم ان کے سب سے بہتر فرزند ارجمند تمام اولاد آدم کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ مد نظر رکھتے تھے صحیحین میں مختار بن فلفل کے واسطے سے انس بن مالک رض کی روایت ہے۔ جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا خیر البریۃ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذاك ابراھیم ع (ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے یا خیر البریہ

---

[1] اللہ تعالیٰ نے لقمان علیہ السلام کی زبانی شرک کو ظلم خود قرآن پاک میں بتایا ہے ان الشرك لظلم عظیم ۱۲۔

کرخطاب کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ (لقب یا شان) ابراہیم کی ہے آپ کا ان کی نسبت سے منع فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس رض کی یہ حدیث مروی ہے۔ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال انکم تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا ثم قرء کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین واول من یکسی یوم القیامۃ ابراہیم ہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اٹھوگے پھر یہ آیت مندرجہ متن پڑھکر فرمایا کہ سب سے پہلے ابراہیم کو کپڑے پہنائے جائینگے روایات صحیحین سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شکل وصورت میں آپ سے زیادہ مشابہ تھے آپ نے (واقعہ معراج میں) ارشاد فرمایا ہے رأیت ابراہیم فاذا اقرب الناس شبہا بصاحبکم (میں نے ابراہیم کو دیکھا جو تمہارے صاحب یعنی خود آپ سے بہت مشابہ تھے) دوسری روایت میں فانظروا الی صاحبکم آیا ہے یعنی انہیں دیکھنا ہو تو اپنے صاحب کو دیکھ لو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں کے لیے انہیں کلمات سے استعاذہ فرماتے تھے جن سے حضرت ابراہیم اپنے صاحبزادوں اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام کے لیے کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں بواسطہ سعید بن جبیر ابن عباس رض سے اس باب میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعوذ الحسن والحسین ویقول ان ابا کما کان یعوذ بہا اسمٰعیل واسحٰق اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ۔

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسنین رض کا ان کلمات سے استعاذہ کرکے ارشاد فرماتے تھے کہ یہ وہی استعاذہ ہے جو تمہارے باپ کا اسمٰعیل و اسحٰق کے لیے معمول تھا: اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ۔

مہمانوں کی ضیافت۔ ختنہ کرنا۔ بڑھاپے میں بالوں کا سپید ہو جانا ان کے اولیات وخصوصیات میں سے ہے۔ جب بال سپید ہوئے تو انھوں نے خدائے تعالیٰ سے دریافت کیا ماھذا یا رب (اے رب یہ کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وقار (تمہاری بزرگی کی نشانی ہے) انھوں نے دعا کی رب زدنی وقارا (یا اللہ میری بزرگی اور بڑھا) آیت ھل اتیک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین اذ دخلوا علیہ فقالوا سلاما .... قال سلام قوم منکرون فراغ الی اھلہ فجاء بعجل سمین فقربہ الیھم قال الا تاکلون الخ میں دربارہ اکرام وضیافت ملائکہ جس خوبی سے حکایت واقعہ اور ضمناً ان کی مدح وثنا فرمائی ہے وہ ایک درس بصیرت ہے یہ صرف معمولی خبر ومدح نہیں بلکہ تعلیم آداب ضیافت پر مشتمل ایک سبق ہے جس کی رعایت سب کے لیے لازمی ہے۔ اس مدح کے چند پہلو ہیں اول تو یہ کہ

ان کے مہمانوں کو مکرمین کے ساتھ موصوف کیا جو اس بنا پر کہ ہر شخص کے مہمان اُسی کے قدر و مرتبہ کے موافق ہوا کرتے ہیں خود میزبان کے مکرم ہونے پر دال ہے۔ دوسرے یہ کہ جملہ اذ دخلوا علیہ میں ان کے یہاں فرشتوں کے بغیر استیذان داخل ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اکرام ضیف کے اس قدر خوگر تھے کہ ان کا مہمان خانہ ہمیشہ آنے والوں کے لیے کھلا رہتا تھا کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اس سے زیادہ اور کیا شان مہمانداری ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جب فرشتے داخل ہوئے تو انھوں نے سلامًا بالنصب کہا جو قواعد نحوی کے مطابق جملہ فعلیہ پر دلالت کرتا ہے اور جس کی شان حدوث و تجدد ہے۔ اور انھوں نے جواب میں سلامٌ بالرفع استعمال فرمایا جس کا مدلول جملہ اسمیہ ہے اور جس کی شان ثبوت و تجدد ہے پس ابراہیم کا تحیّہ (بمصداق اذا حییتم بتحیتہ فحیوا باحسن منہا) فرشتوں کے تحیّہ سے احسن و اعلیٰ واقع ہوا۔ اُس کا مدلول سلمنا سلامًا ہے اور اس کا منطوق السلام علیکم۔ چوتھے یہ کہ جب آپ نے مہمانوں کو اجنبی پایا اور ان سے کچھ غیر جنسیت کی بو آئی تو بحذف مبتدا ان کی نسبت قوم منکرون فرمایا یہ نہیں کہا کہ انتم قوم منکرون اس لیے کہ بررو ایسا جملہ ان کی منافرت کا باعث نہو اور یہ نہ سمجھیں کہ میزبان ہماری تحقیر کرتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس لفظ منکرون میں فاعل کو حذف کر کے بنائے فعل مفعول پر رکھی ہے انی انکرکم نہیں فرمایا اس لیے کہ اس جملے میں تنفیر و خشونت پائی جاتی ہے۔ چھٹے یہ کہ مہمانداری کے لیے اہل کے پاس جانے کو فراغ الی اھلہ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ روغان کے معنے اس طرح جانے کے ہیں جس سے دوسروں کو جانے والے کے قصد و نیت کا پتہ نہ چلنے تاکہ یہ سمجھکر کہ ان کا آنا میزبان پر بار ہوا ہے ان کو کچھ شرمندگی لاحق حال ہو۔ دفعۃً بغیر علم و اطلاع کھانا سامنے لاکر رکھدینا اس امر سے کہیں زیادہ اعلیٰ و افضل ہے کہ مہمانوں سے یہ کہا جائے۔ ٹھیریئے ہم کھانا لاتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ آپ اپنے اہل میں جاتے ہی کھانا لیکر لوٹ آئے۔ جس سے ثابت ہے کہ کھانا ان کے یہاں ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس بارے میں وہ غایت درجہ فراخ حوصلہ و سیر چشم تھے نہ یہ کہ جب کوئی آجائے تو آٹے دال کی فکر کرنا پڑے۔ آٹھویں یہ کہ فجاء بعجل سمین آپ خود حاضر لائے اس میں انتہائی ایثار اور خدمت و اکرام مہمان کا اثبات ہے یعنی اس موقع پر کسی خادم و غلام کو یہ خدمت سپرد نہ فرمائی آپ خود ہی متکفل ہوئے۔ نویں یہ کہ سارا کا سارا بچھڑا آپ اُٹھا لائے جو نہایت فراخ حوصلگی کی دلیل ہے دسویں یہ کہ وہ بچھڑا ابھی سمین تھا دبلا پتلا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مہمانداری کے لیے اس قسم کے جانوروں کی پرورش اور تربیت انکا معمول تھا۔ گیارھویں یہ کہ قربہ الیھم یہی نہیں کہ صرف آپ کھانا لے آئے۔ بلکہ بہ نفس نفیس مہمانوں کے

سامنے خود ہی رکھا بھی بارھویں یہ کہ کھانا ان کے سامنے لیجا کر رکھدیا ان کو کھانے پر نہیں بُلایا۔ ایک شخص کے سامنے کھانا لیجاکر رکھتے ہیں اور دوسری جگہ رکھے ہوئے کھانے پر اس کو بلاتے ہیں جس قدر فرق ہے وہ مخفی نہیں یعنی اس صورت میں کس قدر اکرام ضیف اور اس کو تکلیف نہ اٹھانے کا لحاظ ہے۔ تیرھویں یہ کہ آپ نے مہمانوں سے الا تاکلون فرمایا جس کے یہ معنے ہیں کھایئے توجہ فرمایئے۔ اس ملاطفت خیز فقرے کی جگہ اگر کھاؤ یا ہاتھ بڑھاؤ کہا جائے تو اس کی عمومیت ظاہر ہے ایسے ہی مواقع پر میزبان کی قابلیت و لیاقت ظاہر ہوا کرتی ہے چودھویں یہ کہ اس تقریر سے ثابت ہے کہ آپ کے مہمان کھانا کھانے میں کسی اذن کے محتاج نہیں ہوتے تھے۔ برخلاف اُن کے جب آپ نے ان تازہ مہمانو کو کھانا کھاتے نہ دیکھا تو ان کو تکلیف طعام دی۔ اس صورت میں ایک تو اذن عام کی دلیل ہے دوسرے مہمانوں کی مراعاۃ احوال کا ثبوت پندرھویں یہ کہ جب انھوں نے کھانا نہ کھایا تو خلاف معمول ہونے کی وجہ سے فرشتوں کا یہ فعل آپ کے دلمیں ایک ناگواری آمیز خوف کی پیدائش کا باعث ہوا جس کو آپ نے حتی الوسع اپنی حرکات وسکنات سے ظاہر نہیں ہونے دیا یہ انتہائے خودداری ہے جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ ہمارا کھانا نہ کھانا آپ کو ناگوار ہے تو انھوں نے لا تخف کہکر آپ کی تسلی کر دی اور چلتے وقت آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی۔ (اس موقع پر بجائے نڈرو کے لاتخف کا ترجمہ اس کا کچھ خیال نہ کرو ہمارے، روزمرے سے زیادہ مطابق ہے) یہ آیت شریفہ آداب ضیافت کی جامع ہے اور اس کے سوا جو کچھ کیا جائے وہ تکلف وتخلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ام لم ینبا بما فی صحف موسی وابراھیم الذی وفی میں اس امر کی بشارت دی ہے کہ آپ جن امور پر مامور تھے ان کو پورا فرمایا۔ ابن عباس رض اس آیت کی یہ تفسیر فرماتے ہیں۔ وفی جمیع شرایع الاسلام ووفی ما امر بہ من تبلیغ الرسالۃ (آپ نے اسلام کی کل شریعتیں پوری کیں اور تبلیغ رسالہ کے بارے میں جو احکام تھے ان کی تعمیل فرمائی) دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتا ہے واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما (اور جب چند باتوں میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی آزمایش کی اور وہ اس امتحان میں پورے اُترے تو فرمایا کہ میں تم کو خلایق کا پیشوا بناؤنگا) اس وعدے کو اللہ تعالیٰ نے پورا فرماکر ان کو خلایق کا امام بنایا اور مخلوق ان کی مقتدی ہوئی۔ ان کی نسبت جو یہ کہا گیا ہے قلبہ للرحمٰن وولدہ للقربان وبدنہ للنیران ومالہ للضیفان (ان کا دل خدا کے لیے بیٹا قربانی کے لیے بدن آگ کے لیے مال مہمانوں کے لیے تھا) یہ مقولہ بالکل مطابق واقعہ ہے اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اپنا خلیل بنایا اور انھوں نے خدا سے صالح بیٹا مانگا اور وہ بیٹا ان کو عطا ہوا تو ان کا تھوڑا سا دل اس کی طرف بھی متوجہ رہنے لگا۔ خلیل کا اشتقاق خلت سے ہے جس کے معنے

کمال محبت کے ہیں چونکہ کمال محبت غیر کی مشارکت و مزاحمت کو گوارا نہیں کرتا ایک خلیل کی حمیت و غیرت نے اس کو دوسرے خلیل کے دلی امتحان کی جانب متوجہ کیا اور یہ وہ کڑا امتحان تھا جس میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے یعنی بیٹے کی محبت غالب ہے یا بیٹا دینے والی کی۔ چنانچہ آپ کو ذبح فرزند کا حکم دیا گیا جس کو آپ بجان و دل قبول کر کے سرگرم تعمیل ہو گئے۔ جب نوبت کا رہیاں تک پہنچی اور معرکہ امتحان محبت میں آپ کی ثابت قدمی عالم آشکارا ہو گئی تو خدائے تعالیٰ نے ذبح عظیم کے ساتھ بیٹے کا فدیہ کر دیا۔ اس لیے کہ حقیقۃً تو ان کا امتحان خلت مد نظر تھا نہ کہ ان کے ہاتھ سے بیٹے کا ذبح کرانا۔ یہی وہ قربانی و ذبیحہ ہے جو قیامت تک کے لیے ان کے اتباع کے واسطے سنت جاریہ قرار دیدی گئی ہے۔ کفار و مشرکین کے ساتھ مناظرہ کر کے ان کی دلیلیں توڑنے اور اپنی حجتیں پیش کر کے ان کو ساکت کرنے کی ابتدا انھیں سے ہوئی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب مخالفین کی کوئی حجت نہیں چلتی تو رفع خجالت کے لیے آخر کار تکلیف و عذاب کا راستہ اختیار کرتے ہیں اسی طرح ان کے مخالفین نے بہت سی آگ جلا کر منجنیق کے ذریعہ سے ان کو اس میں پھینکا یہ سفر اگرچہ نہایت ہی خطرناک تھا مگر ان کے لیے مبارک ثابت ہوا۔ جبرئیلؑ نے راستے میں سامنے آکر دریافت کیا کہ ابراہیم کیا تمھیں اس وقت کسی مدد کی ضرورت ہے۔ آپ نے جواب دیا کیا تم سے نہیں مجھے ایسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ (جس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا نے اس آگ کو آپ کے لیے بردوسلام بنا دیا) ابن عباسؓ آیت الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حسبنا اللہ کا جملہ موقع شدت پر یا تو تمھارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے یا ابراہیمؑ جس وقت آگ میں ڈالے گئے تھے ان کی زبان سے نکلا تھا۔ صحیح بخاری میں ام شریک رضؓ کی روایت سے یہ حدیث وارد ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے قتل وَزَغ (چھپکلی گھرگھٹ) کا حکم اس بنا پر صادر فرمایا ہے کہ جس آگ میں حضرت ابراہیمؑ ڈالے گئے تھے یہ اس کو تیز کرتا تھا۔ یہ حدیث بھی ان کے اکرام کی دلیل ہے) یہ شرف انھیں کو حاصل ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر فرما کر لوگوں کو حج کا حکم دیا وقت بنا سے قیامت تک جو لوگ حج و عمرہ کرینگے ان سب کی برابر ثواب مزید ہمیشہ انکو بھی حاصل ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم اور ان کی امت کو آیت اتخذوا من مقام ابراہیم مصلی میں مقام ابراہیم کو مصلے قرار دینے کا حکم اسی غرض سے صادر فرمایا ہے کہ ان کا اتباع و احیاء سنت ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے۔ ان کے فضائل و مناقب ایسے نہیں ہیں جن کا احصار و انحصار معمولی چند سطروں میں ہو سکے اگر اللہ تعالیٰ فرصت وقت نصیب فرمائے تو اس موضوع پر ایک

دفتر تیار کیا جا سکتا ہے جو پھر بھی قطرہ از دریا و ذرہ از صحرا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمکو ان کا متبع بنائے اور جو لوگ ان کے طریقہ سے ہٹے ہوئے ہیں ان سے محفوظ رکھے (آمین) اس فصل کو ہم ایک ایسی حدیث پر ختم کرتے ہیں جو بواسطۂ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے ہمکو بہ سند متصل پہنچی ہے۔ پہلا سلسلہ سند ترمذی رح سے حضرت ابراہیم ؑ تک ہے اور دوسرا ہم سے ترمذی رح تک ترمذی رح نے اس حدیث کی تحسین فرمائی ہے۔

حدثنا القاسم بن عبد الرحمٰن عن ابیہ عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اُسری بی فقال یا محمد اقرء امتک السلام و اخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان وان غراسھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہ۔

ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں ابراہیم ؑ سے میری ملاقات ہوئی انھوں نے کہا اے محمد تم اپنی امت کو میرا سلام کہکر یہ خبر پہنچا دو کہ جنت کی زمین نہایت پاکیزہ اور اس کا پانی بہت میٹھا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسے باغوں کا مجموعہ ہے جس کے درخت یہ کلمات ہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (یعنی ان کلمات کا ورد وہاں جنتیوں پر سایہ کریگا)

امت محمدیہ کے لیے آپ کا سلام کے بعد ایسی خوش خبری دینا مسلمانوں کی کیا کم خوش نصیبی ہے و صلے اللہ علیہ و علی نبینا و آلہ و ازواجہ و بارک وسلم۔

فصل ششم۔ اس مسئلہ مشہورہ کے بیان میں کہ باوجود افضلیت حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ملتے ہوئے کہ مشبّہ کا مشبہ سے افضل ہونا ضروری ہے آپ کے لیے درود شریف میں اُس شے کی طلب کیوں کی جاتی ہے جو حضرت ابراہیم کو عطا ہوئی تھی۔ اس باب میں علماء کے جس قدر اقوال ہیں ہم وہ سب بیان کرکے صحیح و فاسد کی تصریح کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ یہ تناقض کس طرح رفع ہو سکتا ہے ایک گروہ نے اس رفع تناقض کے لیے یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے کہ آپ کو اپنا سید وُلد آدم ہونا محقق ہو اُمت کو تعلیم صلوٰۃ فرمائی تھی۔ لہذا اس وقت افضلیت ابراہیم ؑ محقق تھی۔ لیکن یہ ایسی تاویل ہے کہ اگر حضرات تاولین بجائے اس تصریح کے سکوت اختیار فرماتے تو اُن کے لیے زیادہ مناسب و موزوں تھا اس لیے کہ جب آپ سے آیت ان اللہ وملٰئکتہ کی تفسیر دریافت کی گئی ہے تب آپ نے تعلیم صلوٰۃ فرمائی ہے اور نمازوں میں اس کو شروع کیا ہے اور یقیناً یہ وہ وقت تھا کہ اُس کے بہت پہلے سے آپ افضل ولد آدم ثابت ہو چکے تھے اور اس کے بعد

بھی افضل ہی رہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ کو اپنی افضلیت کا علم بعد میں ہوا ہے تو اس صورت
میں حسب ترقی مدارج سیاق و نظم درود میں تبدل و تغیر نہ فرمانا کیا معنے رکھتا ہے۔ کوئی روایت ایسی
نہیں ہے جس سے درود میں پھر کسی ترمیم کا پتہ چلتا ہو لہذا یہ جواب نہایت ہی فاسد ہے۔ ایک گروہ
یہ کہتا ہے کہ صلوٰۃ میں یہ طلب و سوال اس لیے مشروع ہے کہ آپ کو بھی خدائے تعالیٰ اپنا ایسا ہی خلیل
بنائے جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ کو بنایا تھا۔ (یعنی غایت تشبہ طلب خلت ہے نہ کہ افضلیت) مگر یہ جواب
بھی پہلے ہی جواب کی طرح فاسد ہے اس لیے کہ حدیث صحیح سے آپ کا آلا وان صاحبکم خلیل الرحمٰن
فرمانا ثابت ہے۔ جس سے ایک...... طے شدہ امر کے لیے سوال کرنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی
مشروعیت صلوٰۃ ساقط ہونا چاہیے۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا یہ جواب ابطل الاباطیل ہے۔ ایک
گروہ کا یہ جواب ہے کہ صلوٰۃ پڑھنے کا ثواب چونکہ مصلّی کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے ورد سے مقصود اس
کا خود اپنے لیے ثواب حاصل کرنا ہے اس لیے یہ تشبیہ دراصل مصلّی کی جانب راجع ہے اور اس کا مطلوب
یہ ہے کہ جس طرح اہل ابراہیمؑ کو ثواب حاصل ہوا ہے اس کو بھی حاصل ہو۔ یہ جواب بھی ویسا ہی رکیک ہے
جیسے کہ اس سے پہلے کے دونوں جواب اس لیے کہ اگر اسی نقطہ نظر سے کوئی شخص اللھم اعطنی من
ثواب صلوٰتی علیہ کما صلیت علی ال ابراھیم کہے تو اُسے محرف کلام رسالت و بطال سمجھا جائیگا۔ لہذا
ثابت ہے کہ تشبیہ مصلّی کی ذات میں نہیں ہے مصلّیٰ علیہ کی ذات میں ہے۔ یہ ایسی تاویلیں ہیں کہ اگر
بعض شراح نے ان کو لکھکر اپنی معنی آفرینی کی داد نہ دی ہوتی تو ان کے ذکر کرنے سے ان کی طرف توجہ
نہ کرنا بہتر تھا۔ ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ اللھم صل علی محمد کا جملہ اپنی حالت پر کامل اور اپنی جگہ اتم ہے
اس کے بعد جو علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم کا فقرہ واقع ہوا ہے تشبیہ صرف اس میں واقع
ہے اور یہ تشبیہ آل کی آل کے ساتھ ہے۔ عمرانی نے یہ جواب امام شافعی رح کی جانب منسوب کیا ہے مگر
یہ انتساب درست نہیں معلوم ہوتا امام رح کی شان فصاحت و کمال علم سے ایسا ضعیف جواب بہت دور
معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے بہت سی حدیثوں میں اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ال ابراھیم
وارد ہونا مذکور ہو چکا ہے جن میں آل کا تعلق صرف ایک ہی جانب ہے۔ دوسرے عربیت کے لحاظ
سے بھی یہ جواب ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ جب عامل کا معمول بیان کر کے اس پر کسی کا عطف کیا
جائے اور پھر اس کو ظرف یا جار مجرور یا مصدر یا صفت مصدر کے ساتھ مقید کر دیا جائے تو عامل معمول
کی جانب راجع ہوا کرتا ہے نہ کہ معطوف کی طرف مثلاً جاءنی زید و عمر و یوم الجمعۃ کہا جائے گا تو
ظرف یعنی یوم الجمعہ دونوں کی مجیٔ کا مقید ہوگا نہ کہ تنہا عمر کی مجیٔ کا یہاں یہ دفع دخل ہو سکتا ہے کہ یہ

قاعدہ ایک عامل ہونے کی حالت میں مطابق آسکتا ہے اعادہ عامل کی حالت میں منطبق نہیں ہے جس طرح کہ سلمٌ علیٰ زید و علیٰ عمرٍ و اذ نقیتہٗ میں نقار کا عمرو کے ساتھ مخصوص ہونا متعذر نہیں ہے اور وہی صورت علیٰ آلِ محمدٍ میں ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ مثال مسئلہ صلوٰۃ کے مطابق نہیں ہے اس کے اسلوب پر اس جملہ کی ترکیب یہ ہوسکتی ہے سلمٌ علیٰ زیدٍ و علیٰ عمرٍ وکما تسلم علی المومنین جس میں زید کو چھوڑ کر صرف عمرو کی جانب تشبیہ سلام عائد ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مشبّہ بہ کا مشبّہ سے افضل و اعلیٰ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ دونوں متماثل ہوں اور یہ بھی کہ مشبہ مشبہ بہ سے افضل ہو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صیغہ صلوٰۃ میں ابراہیم سے مساوی ہیں تو اور بہت سی باتوں میں افضل ہیں لہذا یہ نسبت تساوی اس افضلیت کو نہیں مٹا سکتی۔ اس کی تائید میں مثالاً یہ شعر پیش کیا جاتا ہے جس میں مشبہ کی افضلیت مشبہ بہ سے ثابت ہے ۔ بنونا بنوا بنائنا و بناتنا بنوھن ابناء الرجال الاباعد = مگر یہ قول بھی بچند وجوہ ضعیف ہے اول تو یہ کہ عرب کسی شے کی تشبیہ کسی شے کے ساتھ اس وقت تک نہیں دیتے جبتک کہ مشبہ بہ افضل نہ ہو دوسرے یہ کہ جس صلوٰۃ کی نسبت فعلی ذات باری تعالیٰ سے متعلق ہے وہ درحقیقت ایک بہت بڑا رتبہ اور درجہ اعلیٰ ہے اور چونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو صلوٰۃ آپ پر ہو وہ اس صلوٰۃ سے جو آپ کے سوا دوسروں پر ہوتی ہے بہت زیادہ اعلیٰ و افضل ہو۔ لہذا اس صورت میں نسبت تساوی مفقود ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس اپنی اور فرشتوں کی صلوٰۃ کی خبر دیکر امت پر اس کے ورد کا حکم نافذ فرمایا ہے قرآن پاک میں کسی دوسرے کے لیے اس کا امر ثابت نہیں ہے تو پھر مساواۃ کہاں رہی۔ چوتھے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر اس سے ظاہر ہے کہ جب معمولی معلم خیر اپنی تعلیم کی بنا پر اس شرف و علو مرتبت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو اس تعلیم کے بالاکثریت والافضلیت سب سے زیادہ اور سب سے بڑے معلم مسلّم تھے دوسرا کوئی اس باب میں ان کا کیسے سہیم و شریک و مساوی ہوسکتا ہے۔ رہا شعر سے استشہاد اس کے بھی چند جواب ہیں جن سے اس کا قابل اعتنا ہونا متصور نہیں (یہ جوابات دوسرے فن سے متعلق ہونے کی بنا پر حذف کیے گئے) ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جو صلوٰۃِ اعلیٰ وارفع خدائے تعالیٰ کے یہاں سے مخصوص ہے وہ تو درحقیقت ایسی ہی ہے کہ اس میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے مگر اب ہم جس صلوٰۃ کی استدعا کرتے ہیں یا جس کی استدعا کا ہمکو حکم دیا گیا ہے یہ مزید علیہ ہے

اور اس میں آپ کی تشبیہ کسی کے ساتھ نفس افضلیت و مفضولیت کی دلیل نہیں ہے۔ اگر ایک بادشاہ اپنے کسی مقرب کو بے انتہا مال و دولت عطا کرے اور پھر دوسرے کو اس سے کم عنایت کرے اور ایک کہنے والا بادشاہ سے یہ کہے کہ جتنا تو نے مقرب دوم کو دیا ہے اسی قدر مقرب اول کو (اور) عطا فرما تو یہ استدعا مقرب اول کی افضلیت میں قادح نہیں ہے بلکہ اس صورت میں اس کو دو عطاؤں کا مجموعہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ جواب بھی ایسا ہی ضعیف ہے جیسا کہ اس سے پہلا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بطور خبر ارشاد فرمایا ہے ان اللہ وملٓئکتہ یصلون علی النبی پھر ہم کو حکم دیتا ہے یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہم اس حکم کی تعمیل میں خدائے تعالیٰ سے آپ کے لیے جس صلوٰۃ کی استدعا کرتے ہیں کوئی شک نہیں کہ ہماری مقصود و مطلوب وہی صلوٰۃ ہوتی ہے جو سب سے افضل و اکمل واتم وارجح ہے نہ کہ مرجوع و مفضول اس گروہ کے قول کے موافق نتیجہ استدلال یہ ہے کہ ہماری استدعا صلوٰۃ مرجوحہ کے لیے ہے اور یہ اُس صلوٰۃ راجحہ سے جا کر ملجاتی ہے جو ہم نہیں مانگتے۔ اور یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہے پس اس قول کا بھی فساد ظاہر ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ تشبیہ اصل صلوٰۃ میں ہے نہ کہ اس کے کیفیت و کمیت میں۔ ہمارا سوال خدائے تعالیٰ سے یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ فرمائے نہ یہ کہ اس قدر صلوٰۃ جتنی کہ ابراہیمؑ پر فرمائی تھی بعینہٖ اگر کسی سے کہا جائے کہ تم اپنی اولاد سے بھی ویسا ہی سلوک کرو جیسا فلاں شخص سے کیا ہے تو اس سوال میں مد نظر نفس سلوک ہوگا نہ کہ اُس کی کیفیت و کمیت جیسا کہ احسن کما احسن اللہ الیک کا مدلول ہے اس لیے کہ اللہ کا سا احسان کرنا کسی مخلوق سے ناممکن ہے اسی طرح آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ میں تشبیہ اصل وحی میں ہے نہ کہ اس کی مقدار یا موحی بہ کی تفضیلت میں تیسری مثال اس کی فلیاتینا بآیۃ کما ارسل الاولون ہے جس کا مقصود جنس آیت ہے نہ کہ نظیر آیت۔ اسی قبیل سے آیات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ اور۔ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ اور۔ کما بدأکم تعودون۔ اور۔ ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ ہیں مقصود تشبیہ اصل استخلاف وصیام وعود وارسال ہے نہ کہ اس کی کمیت و کیفیت جو بالکل مختلف واقع ہوئی ہے۔ یہ جواب بھی بچند وجوہ ضعیف ہے اول تو یہ کہ اگر تشبیہ کا وجود صرف اصل صلوٰۃ میں اس کی قدر و صفت سے قطع نظر کرکے تسلیم کر لیا جائے تو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابی اوفیٰ یا اس کے مثل کما صلیت علی فلاں کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو تخصیص صلوٰۃ میں ابراہیمؑ وآل ابراہیمؑ کی ہے وہ بالکل بیکار ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جو آیات مثالاً پیش کی گئی ہیں وہ موقع بحث سے تعلق نہ رکھنے

کی بنا پر نظیر صلوٰۃ نہیں ہو سکتیں یہ مثالیں دو قسم کی ہیں یعنی یا تو خبر ہے یا طلب ہے پس جو خبر ہے وہاں تو اُس سے استدلال و اثبات خبر اور اس کا ذہن نشین کرانا مقصود تشبیہ ہے۔ اور جو طلب ہے وہاں غایت تشبیہ تنبیہ علی العلت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں صلوٰۃ کی تشبیہ میں مفقود ہیں۔ تیسرے یہ کہ جملہ کما صلیت علی آل ابراھیم اس موقع پر مصدر محذوف کی صفت ہے جس کی تقدیر کلام یوں ہو گی صلوٰۃً مثل صلوٰتک علی آل ابراھیم پس یہ ایسی حقیقت ہے کہ جیسی صلوٰۃ مطلوبہ کی مماثلت صلوٰۃ مشبّہ بہا سے لازمی ہے۔ جو کسی طرح مفید قول قایل نہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ تشبیہ بالنسبۃ درست واقع ہوتی ہے اس طرح پر کہ جب ہر شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اتنی ہی صلوٰۃ طلب کریگا جتنی کہ ابراہیمؑ کے لیے تھی تو یہ صلوٰۃ مطلوبہ اُس صلوٰۃ ابراہیمی سے اضعافاً مضاعفہ ہو جائے گی جس کا حصر و احصار ناممکن ہے لہذا حاصل اس کا افضلیت ہے نہ کہ مفضولیت اس کی مثال یہ ہے کہ ایک پادشاہ کسی شخص کو ہزار روپے دے اُس کے بعد پادشاہ کی تمام رعایا فرداً فرداً دوسرے شخص کی نسبت جو پہلے شخص سے افضل و اعلیٰ ہے یہ درخواست کرے کہ اس کو بھی اتنا ہی روپیہ دے اور پادشاہ ہر فرد رعیت کی درخواست کو منظور کر کے اس دوسرے شخص کو ایک ایک ہزار روپیہ دیتا جائے تو اس کی مقدار پہلے عطیہ سے بدرجہا بڑھ جائے گی۔ اس گروہ نے اپنے اس قول پر خود ہی بطور دفع دخل ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دیا ہے مگر یہ قول مع سوال و جواب کے سب ضعیف ہیں مسئلہ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے اس لیے کہ تشبیہ نفس صلوٰۃ میں ہے نہ کہ اس کی تکرار میں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل میں کوئی نبی نہیں ہے اور ابراہیمؑ کی آل میں بہت سے نبی گزرے ہیں۔ اور انبیا کے جو مدارج و مراتب بمقابلہ عام مخلوق ہیں وہ محتاج بیان نہیں تو جب اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم کہا گیا تو ظاہر ہے کہ آپ کے اور آپ کی آل کے لیے وہ شے طلب کی گئی جو ابراہیمؑ و آل ابراہیم کو جس میں بیشتر انبیاء و مرسلین شامل ہیں عطا ہوئی تھی لہذا یہ تشبیہ آپ کی افضلیت کی قادح نہیں ہے بلکہ مثبت ہے اس لیے کہ آپ کی آل نے تو اس سے اس قدر حصّہ پا لیا جو اس کے مناسب شان و لیاقت تھا اور من حیث النبوۃ جو زیادت و مزیّت آل ابراہیمؑ کی جس میں خود ابراہیمؑ بھی شامل ہیں باقی رہی وہ آپ کی ذات گرامی صفات سے مختص رہی پس اس صورت میں آپ کے لیے ایسی فضیلت ہے جو آپ کے سوا دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس زیادت کثیر کا مجموعہ اس مقدار سے کہیں بڑھ جاتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو حاصل ہوئی ہے جس قدر تاویلیں اس بارے میں کی گئی ہیں یہ اُن سب میں بہتر و مناسب

ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خود بھی آل ابراہیم بلکہ خیر آل ابراہیم ہیں تو
مشبہ بہ میں آپ کی اس شمولیت سے جو من حیث آل واقع ہوتی ہے صلوٰۃ مطلوبہ کی جامعیت و
اکملیت آپ کے لیے باعتبار مزیت صلوٰۃ مخصوصہ ابراہیم سے بدرجہا زائد ہو جاتی ہے[۵] وصلے اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تسلیماً کثیراً وجزاہ افضل ماجزا نبیاً عن امتہ ؁

فصل ہفتم۔ ایک نکتہ لطیفہ کی توضیح میں جو احادیث صلوٰۃ میں پایا جاتا ہے۔ وہ سر عجیب یہ
یہ ہے کہ اکثر صحیح اور حسن بلکہ کل احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر مع آل کے بالالتزام
وبالصراحت ہے لیکن مشبہ بہ یعنی ابراہیم وآل ابراہیم کے تذکرے کی یہ صورت نہیں ہے کسی حدیث
میں تو صرف آل ابراہیم کی صراحت ہے اور کسی میں بغیر ذکر آل محض ابراہیم کا نام وارد ہوا ہے کوئی صحیح
حدیث ایسی نہیں ہے جس میں علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کے سیاق پر علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم مذکور ہو۔
چنانچہ ہم ان احادیث کا ذکر کرکے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے اسباب میں ہم پر کشف حقیقت فرمایا ہے
وہ ظاہر کریں گے۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ درود شریف کی صحیح حدیثیں چار طریقوں سے روایت کی گئی ہیں
جن میں سب سے زیادہ مشہور کعب بن عجرۃ رض کی حدیث ہے جسے عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ روایت
کرتے ہیں اس میں درود شریف ان الفاظ سے مروی ہے اللھم صل محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ
آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك (اور ایک روایت کے موافق) وبارك علیٰ محمد
کما بارکت علیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید ٥ اس حدیث کو بخاری ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی

[۵] یہ جملہ اقوال عالمانہ معنیٰ آفرینی و نکتہ طرازی پر مبنی ہیں ورنہ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ اگر مشبہ بنفسہ اتم واکمل
واشرف واقع ہو تو یہ قاعدہ کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے افضل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے جاری نہیں ہو سکتا بجبوری ہمیشہ جانب مشبہ بہ
مشبہ سے ادنیٰ واقع ہوگی جس کی مثال مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ گرمی کی وہ شدت تھی
کہ صبح کے وقت آفتاب بھی مطلع سے انگاروں کی طرح دہکتا ہوا نکلا تو تشبیہ میں کوئی نقص نہیں ہے اس لیے کہ گو انگارہ کی
حالت بمقابلہ آفتاب ادنیٰ ہے لیکن اس مجبوری نے کہ عالم مثال میں آفتاب سے زائد کوئی حدت والی دوسری ہستی نہیں ہے
اس کی تشبیہ جانب ادنیٰ سے دلائی پس جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ افضل و اعلیٰ کوئی ہستی ممکنات میں نہیں
تو ایسی حالت میں اگر جانب مشبہ بہ ادنیٰ واقع نہ ہو تو اور کیا ہو۔ درحقیقت ان تشبیہات کی غایت ایک حقیقت کا ذہن نشین
کرانا ہے نہ کہ اس کے سوا کوئی اور امر۔ دوسرے یہ کہ کلیات و قواعد لسانی کا استخراج کلام الٰہی و احادیث نبوی سے کیا گیا ہے
نہ یہ کہ ان قواعد پر اس کی بنا رکھی گئی ہو۔ قواعد ماتحت لسان ہیں نہ کہ اس کا عکس۔

وابن ماجہ وامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے ان ہی الفاظ سے روایت کیا ہے البتہ ترمذی کی روایت میں دونوں جگہ کما صلیت علی ابراھیم اور کما بارکت علی آل ابراھیم ہے آل کا لفظ مذکور نہیں۔ اور ابوداود کی ایک روایت میں تو یہی مذکورہ بالا الفاظ ہیں اور دوسری روایت میں کما صلیت علی آل ابراھیم بغیر ذکر ابراہیم اور کما بارکت علی ابراھیم بلا تذکرہ آل وارد ہوا ہے۔ دوسری حدیث ابوحمید ساعدیؓ کی ہے جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اس میں درود شریف ان الفاظ سے وارد ہوا ہے اللھم صل علی محمد وعلی ازواجه وذریته کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید اس حدیث کے الفاظ مشہورہ تو یہی ہیں لیکن ایک روایت میں کما صلیت علی ابراھیم اور دوسرے ٹکڑے میں کما بارکت علی ابراھیم بغیر ذکر لفظ آل بھی آیا ہے۔ تیسری حدیث ابوسعید خدری رضؓ کی ہے جسے بخاریؒ نے روایت کیا ہے اس میں درود شریف کا سیاق عبارت یہ ہے اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم چوتھی حدیث ابومسعود انصاری رضؓ کی ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس میں درود شریف ان الفاظ سے منقول ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید ۵ لیکن دوسری روایت کے مطابق اس حدیث میں کما صلیت علی ابراھیم اور کما بارکت علی آل ابراھیم کے الفاظ ہیں یہی وہ چاروں حدیثیں اور ان کے وارد الفاظ درود ہیں جن کی صحت متفق علیہ ہے ان میں آل ابراہیم کے الفاظ تو بالاکثریت ہیں لیکن کہیں کہیں پہلے جزو میں آل ابراہیم اور دوسرے میں صرف ابراہیم یا اس کے برعکس ہی واقع ہوا ہے ان کے علاوہ جن احادیث میں علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم بالالتزام واقع ہوا ہے ان میں سے ایک روایت تو ابن مسعود رضؓ کی ہے جسے بیہقی نے ضبط کیا ہے اس میں درود شریف اس عبارت سے مروی ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک علی محمد وعلی آل محمد وارحم محمداً وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۵ مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ البتہ دارقطنی نے جو انہیں ابن مسعود رضؓ سے درود شریف روایت کیا ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۵ اس کی سند متصل وحسن ہے۔ اور دوسری روایت موسیٰ بن طلحہ کی ہے جسے وہ اپنے باپ طلحہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو نسائیؒ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس میں درود شریف کے یہ

الفاظ ہیں اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید ۵ ابن مسعود رضی کی ایک بہت بڑی حدیث موقوف اور بھی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اس میں بھی دونوں جگہ علی ابراہیم وآل ابراہیم واقع ہوا ہے (چونکہ یہ جملہ احادیث بالتفصیل مع سند وعلل روایت اوپر بیان کر دی گئی ہیں یہاں اختصار مد نظر رکھکر بقدر ضرورت موقع الفاظ درود شریف پر اکتفا کی گئی ہے اگر پوری حدیث دیکھنا ہو تو پہلے باب کی جانب رجوع کرنا چاہیے) اب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو جانے کے بعد کہ بموجب اکثر روایات صحیحہ درود شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معہ آل کے بالالتزام ذکر ہے اور ابراہیم ؑ کے ذکر میں اس کا التزام کہیں نہیں یعنی صرف اول یا آخر حصہ درود میں ان کے نام پر اور کہیں ذکر آل ؑ اسی نہج سے بالاتفاق یا بالانفراد قصر کیا گیا ہے اس تخصیص والتزام کا سبب معلوم ہونا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جہاں دونوں جگہ تنہا حضرت ابراہیم کا ذکر آیا ہے وہاں جس صلوٰۃ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے وہ اس میں اصل ہیں اور آل ان کی تبع وفرع اور چونکہ متبوع کے ذکر میں تابع کا شمول معمولی ہے اُس کے ذکر کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اور جہاں لفظ آل پر اقتصار کیا گیا ہے وہاں یہ قرینہ ان کے ذکر نہ کیے جانے کا موجود ہے کہ لفظ آل خود ایسا لفظ ہے جو اپنے مضاف الیہ معظم پر حاوی ہوتا ہے جس طرح کہ اس سے پہلے صراحت کر دی گئی ہے تو اب دوبارہ ان کا اعادۂ ذکر بیکار ہوتا اس لیے اس کو نظر انداز کیا گیا اور جس موقع پر ایک حصہ میں ان کا ذکر ہے اور دوسرے میں آل کا اس کو جامع امرین سمجھنا چاہیے۔ برخلاف اس کے دونوں حصوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ذکر آل کے التزام کا یہ سبب ہے کہ جملہ کما صلیت علی آل ابراھیم ایک جملہ خبریہ ہے جس میں صلوٰۃ ابراہیمی موضع اخبار میں واقع ہوئی ہے یعنی گزری ہوئی حالت کا بیان ہے جس میں زیادت ونقصان ناممکن ہے اور چونکہ اخبار میں جس قدر ایجاز واختصار مد نظر رکھا جائے اتنا ہی احسن وانسب ہوتا ہے اس میں صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کی گئی اور جملہ اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد جملہ طلبیہ ہے جس میں زیادت کی گنجائش ہے بلکہ جس قدر شرح وبسط وتفصیل طلب وسوال میں واقع ہو اتنی ہی اس کے مناسب حال ہے اس لیے اس کو قدرے واضح کر دیا گیا آپ کی بیشتر دعائیں اس حقیقت کی مؤید ہیں کہ دعا وسوال میں بسط وتطویل مشروع ہے اس کے علاوہ ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد میں ایک صلوٰۃ تو آپ کو وہ حاصل ہوتی ہے جو بالتخصیص آپ کے لیے مطلوب ہے۔ اور دوسری وہ جو حقیقت لفظ آل میں شمول ذات مبارک کی وجہ سے آپ کے حصہ میں آتی ہے۔ اس موضوع میں یہاں لوگوں کے لیے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا ذکر بطور تعمیم بعد تخصیص دو مرتبہ واقع ہوا ہے

اور عام بعد خاص یا خاص بعد عام جب ذکر کیا جائے تو دونوں مساوی ہوتے ہیں۔ جس طرح من کان عدو اللہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین اور واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن نوح وابراہیم اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کا ذکر خیر بالتخصیص اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اس تعمیم میں شامل نہیں اس تخصیص نے آپ کو تعمیم سے مستغنی کر دیا ہے۔ یہ دوسرا طریقہ چند فوائد پر مبنی ہے ایک تو یہ کہ آپ چونکہ سب بنی نوع میں سب سے افضل و اشرف ہیں آپ کے لیے خصوصیت سے صلوٰۃ کا استعمال کیا گیا تاکہ ذات گرامی تعمیم سے ممیز ہو جائے۔ اور یہ طریق عمل آپ کی جلالت قدر و علوِ مرتبت و مزیت پر دلالت کرے دوسرے یہ کہ اس تخصیص سے یہ حقیقت سب کو معلوم ہو جائے کہ اس صلوٰۃ سے مقصود اصل ذات مبارک ہے اور آل کو اس سے جو کچھ حصہ ملتا ہے وہ محض آپ کی تبعیت کی وجہ سے ہے اور وہ حصہ پانے میں آپ کی تبع ہے تیسرے یہ کہ اس افراد و ذکر سے (آپ کی نسبت) تخصیص کا خیال ہی ہٹا لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ مقصود قطعی ذات مبارک ہی ہے۔

فصل ہشتم: لفظ برکت کی توضیح و تشریح۔ برکت کی حقیقت ثبوت و لزوم و استقرار ہے (یعنی ان تینوں باتوں پر شامل ہے) جب اونٹ کسی جگہ ٹھہر جائے تو برك البعير کہا جاتا ہے اور مبرك اس موضع کو کہتے ہیں جہاں اونٹ ٹھہرائے جاتے ہوں۔ صاحب صحاح نے کہا ہے کہ جو شے کسی جگہ ثابت و قایم ہو جائے اس کی نسبت قد برك کہا جاتا ہے برك اونٹوں کی جماعت کو اور برکہ بالکسر جس کی جمع برك بالضم ہے حوض کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہاں اکثر پانی ٹھیرتا ہے اور براکا لڑائی میں ثبات و کوشش کے لیے مستعمل ہے برکۃ کے معنے بڑھنے اور زیادتی کے ہیں اور تبریك کے معنے ترقی اور زیادتی کے لیے دعا کرنے کے۔ بارکہ اللہ: مبارك فیہ، بارك علیہ بارك لہ۔ مع صلات و بلا صلہ دونوں طرح پر اس کا استعمال قرآن پاک و احادیث نبوی و کلام عرب میں موجود ہے مبارک اس کو کہتے ہیں جسے خدائے تعالیٰ نے برکت دی ہو جس طرح مسیح علیہ السلام نے اپنی نسبت وجعلنی مبارکا اینما کنت کہا ہے قرآن پاک کی صفت میں بھی یہ لفظ آیات ھذا ذکر مبارك و کتاب انزلناہ الیك مبارك میں اسی بنا پر استعمال ہوا ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کے حق میں مبارک کا لفظ نہیں کہا جاتا اس کی جگہ لفظ تبارک مستعمل ہے ایک طائفہ نے جس میں جوہری بھی شامل ہیں اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ فاعَلَ او تفاعَلَ کی طرح تبارك بمعنی بارَكَ ہے لیکن یہ فرق ہے کہ فاعَلَ متعدی ہوا کرتا ہے اور تفاعل نہیں ہوتا۔ مگر محققین کے نزدیک یہ قول غلط ہے وہ کہتے ہیں کہ تبارک لفظ برکۃ سے تفاعل ہی کے معنے میں ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ثنا کے موقع پر استعمال ہوتا ہے اور مقصود اس کا وہ وصف ہے جو ذات باری تعالیٰ کی

طرف راجع ہے جس طرح کہ لفظ تعالیٰ علو سے تفاعل کے وزن پر ہے۔ اسی اتحاد اشتقاق کی بنا پر اکثر یہ دونوں لفظ ساتھ ہی ساتھ موقع ثنا میں استعمال ہوتے ہیں جس طرح کہ دعائے قنوت میں تبارکت ربنا وتعالیت واقع ہوا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکثرت خیر ودوام ذات واجتماع صفات کمال ومرجع کل ہونے کی جانب رہبری کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی کل صفات صفات کمال اور کل افعال افعال حکمۃ ورحمۃ ومصلحۃ وخیرات ہیں۔ اور بیشتر اسی وجہ سے مواقع بیان جلالۃ وعظمۃ وربوبیۃ وکبریاء میں آیات قرآنی کی ابتدا اسی لفظ سے ہوتی ہے جس طرح کہ تبارک الذی نزل الفرقان اور تبارک الذی جعل فی السماء بروجا اور تبارک الذی لہ ملک السموات والارض وغیرہ میں وارد ہوا ہے۔ اسی قربت واتحاد معنوی کی بنا پر بموجب روایت ابوصالح حضرت ابن عباس رضؓ نے تبارک کی تفسیر تعالیٰ کے ساتھ فرمائی ہے۔ ابوالعباس تبارک کے معنے ارتفع کے اور مبارک کے معنے مرتفع بیان کرتے ہیں ابن انباری نے کہا ہے کہ تبارک کے معنے تقدس کے ہیں حسن نے اس کے معنے یہ بتائے ہیں کہ برکت اس کی جانب سے آتی ہے ضحاک کا مقولہ ہے کہ تبارک بمعنی تعاظم ہے خلیل بن احمد یمنی کہتے ہیں تبارک بمعنی تمجد ہے۔ حسین بن فضل نے یہ تصریح کی ہے تبارک فی ذاتہ وبارک فیمن شاء من خلقہ۔ (برکت والا اپنی ذات میں اور برکت دینے والا ہے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہئے) اس بارے میں یہی قول احسن اقوال ہے اس صورت میں یہ لفظ صفت ذات بھی ہے اور صفت فعل بھی اس لیے کہ تبارک اسم ربک میں تبارک کی اضافت اسم کی جانب اس قول کی دلیل صحت ہے ان سب اقوال سے ثابت ہے کہ جوہری کا تبارک کے معنے بارک بتانا صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تبریک بسبب اکمال معنے کے مستی لفظ کا ایک جزو ہے ابن عطیہ کہتے ہیں اس کے معنے یہ ہیں عظم وکثرت برکاتہ (وہ اپنی حیثیت میں بڑا ہوا اور اس کی برکتیں زیادہ ہوئیں) تبارک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی صفت میں مستعمل نہیں ہوتا۔ اور کلام عرب میں اس لفظ کی تصریف بھی نہیں ہے اس لیے کہ غیر اللہ کی صفت میں اس کا استعمال نہیں اور اللہ تبارک ازلی کے سبب سے تبارک مستقبل سے بے نیاز ہے۔ اسی بنا پر اس سے امر ونہی کے صیغہ بھی نہیں بنائے جاتے ابن قتیبہ وزمخشری ونضر بن شمیل وغیرہ نے اس لفظ کے متعلق جو کچھ موشگافیاں کی ہیں حسین بن فضل کا مقولہ ان سب پر حاوی ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ تبارک کا اشتقاق اگر بروک سے سمجھا جائے تو بھی ممکن وقریب قیاس ہے۔ اس صورت میں تبارک کے معنے ثبت ودوام ازلی وابدی کے ہونگے جو واجب الوجود کے لیے لازم ہے۔ اس تمام تنوع معانی کا سبب یہ ہے کہ یہ لفظ درحقیقت جامع معانی ہے اور قرآن پاک میں ہر جگہ معانی مناسب موقع کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے۔ جو موقع

جس شخص کے پیش نظر ہوا اور جو معنی وہاں پائے گئے اس نے وہی بیان کر دئے۔ یہ سب لفظی تحقیقات تھی مقصود کلام چونکہ اس برکت کا بیان ہے جو درود شریف میں مستدعی ہوتی ہے لہذا جاننا چاہیے کہ ابراہیم وآل ابراہیم کو جیسی خیر کثیر عطا فرمائی گئی تھی ویسی ہی خیر آپکو اور آپ کی آل کو عنایت کی جانے کے لیے یہ ایک دعا ہے جو امامت ونبوت وتضاعف وزیادت کو بھی متضمن ہے۔ اللہ تعالی نے جو برکت ابراہیم وآل ابراہیم کو عطا فرمائی تھی قرآن پاک میں اس کا جابجا ذکر ہے مثلاً وبارکنا علیہ وعلی اسحق یا آپ کے اہلبیت کے حق میں رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالی نے کلام پاک میں ابراہیمؑ واسحقؑ پر اپنی برکت نازل فرمانے کا ذکر کیا ہے اسمٰعیلؑ پر جو برکت نازل ہوئی اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور توراۃ میں جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ابراہیمؑ واسمٰعیل پر نزول برکات کی خبر ہے اسحقؑ کا مذکور نہیں ہے۔ تاکہ آل اسحقؑ اس برکت عظیم وخیر کثیر کو جو اسمٰعیلؑ واولاد اسمٰعیلؑ کے شامل حال کی گئی ہے نہ بھولیں خصوصاً وہ برکت اکمل واتم جو خاتمہ وزبدہ آل اسمٰعیلؑ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شامل حال ومآل ہے۔ اور آل اسمٰعیلؑ حضرت اسحقؑ اور ان کی آل کا جس میں موسیؑ وعیسیؑ وغیرہ اولوالعزم انبیا ہوئے ہیں احترام مد نظر رکھیں اور من حیث المجموع دونوں فریق کو اس خاندان نبوت کی توقیر وتعظیم ملحوظ خاطر رہے یہ نہو کہ ہم موسیؑ وغیرہ کی نسبت کہیں کہ وہ بنی اسحقؑ کے نبی تھے ہمیں ان سے کیا سروکار اور بنی اسحق حضرت اسمٰعیلؑ وجناب رسول اللہ صلے اللہ علیہما وسلم کے متعلق ایسا ہی خیال کریں ہماری کتاب میں آل اسحقؑ کی کتاب میں آل اسمٰعیل کی برکت دئے جانے کا تذکرہ اس بہترین حکمت پر مبنی ہے کہ ہر ایک فریق کا احترام دوسرے فریق پر حجت ہو جائے۔ لہذا اس نکتہ کے موافق ہم کو ان سب کا احترام وتوقیر مد نظر رکھنا اور ان پر ایمان لانا اور ان کی محبت وموالاۃ وثنا واجب ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین چونکہ یہ خاندان مبارک ومطہر اشرف خاندان ہائے عالم ہے اس لیے اللہ تعالی نے انکو چند صفات خاص سے ممتاز فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبوت وکتاب اس گھرانے کے لیے مخصوص کر دی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد آپ کی اولاد کے سوا کسی خاندان کا کوئی شخص تشریف نبوت ونزول کتاب سے سرفراز نہیں ہوا۔ ایک یہ کہ اس خاندان والوں کو اللہ تعالی نے امام بنایا ہے جو قیامت تک خدا کے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے رہیں گے۔ اولیاء اللہ میں سے جو شخص داخل جنت ہوگا وہ انھیں کی دعوت کے طفیل میں اور انھیں کے رستہ پر چلنے کے سبب سے ہوگا ایک یہ کہ اللہ تعالی نے اس خاندان میں سے اپنے لیے دو خلیل منتخب فرمائے ہیں ایک ابراہیم

علیہ السّلام دوسرے جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہلے خلیل کی خلّت کا اثبات اس آیت سے ہے
اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا اور دوسرے کے ثبوت خلت میں یہ حدیث وارد ہے ان اللہ اتخذنی
خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا ایک یہ کہ اس خاندان کی مورث اعلیٰ کو اللہ تعالیٰ نے سب کا امام
بنایا ہے جس کی طرف آیت واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما
میں اشارہ ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مورث کے ہاتھ سے اپنے گھر کی بنا مکمل کرائی جو سب کا
قبلہ۔ مقام حج۔ عبادت گاہ۔ ٹھیرایا گیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کے وارثان حقیقی پر
اپنے بندوں کو اس طرح درود پڑھنے کا حکم دیا جس طرح کہ ان کے مورث اور اس کے آل و اسلاف
پڑھا جاتا تھا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان سے دو بہت بڑی اُمتیں پیدا فرمائیں جو کسی
دوسرے خاندان میں پیدا نہیں ہوئی ہیں ایک تو امت موسوی دوسری امت محمدیہ صلے اللہ
علی صاحبہا یہ امت ستر اُمتوں کا تکملہ اور ان سب سے افضل واکرم ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا
میں ان کے لیے لسان صدق و ثنار حسن کا ہمیشہ کے لیے التزام فرما دیا ہے بغیر صلوٰۃ و سلام کے کبھی ان کا
ذکر نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد ہے وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علی ابراھیم کذلک نجزی المحسنین
ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان والوں کو تفاوت جذبات انسانی کا معیار بنایا ہے جو لوگ انکی
محبت و تبعیت کرنے والے ہیں وہ سعید ازلی ہیں اور جس گروہ کے دل میں اس خاندان کا بغض و
حسد جاگزین ہے وہ شقی ابدی ہے۔ جنت ان کے اور ان کے اتباع کے لیے ہے اور دوزخ ان
کے اعدا و مخالفین کے واسطے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ مقرون فرمایا ہی
یعنی جب کبھی کوئی ان کا ذکر کرتا ہے تو ابراہیم خلیل اللہ و رسول اللہ و نبی اللہ و محمد رسول اللہ نبی اللہ
خلیل اللہ و موسیٰ کلیم اللہ و عیسیٰ روح اللہ ہی کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
پر جو نعمتیں مبذول فرمائی ہیں ان کا ذکر کرکے ارشاد فرماتا ہے ورفعنا لک ذکرک ابن عباس رض اس
کی تفسیر میں فرماتے ہیں اذا ذکرت ذکرت معی (یعنی جب میرا ذکر کیا جائیگا تمھارا ذکر بھی اس کے ساتھ ہی
ہوگا) چنانچہ کلمۂ اسلام (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور کلمہ شہادت و اذان خطبات وغیرہ اس کے
شاہد ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی شقاوت سے رہائی دلانے کا انحصار اسی خاندان والوں
کے ہاتھ پر رکھا ہے اس صورت میں اہل عالم پر ان کی ایسی نعمت و منت ہے جس سے کسی طرح سبکدوشی
ممکن نہیں۔ اور نہ اس کا احصار و انحصار ممکن ہے ایک یہ کہ اعمال صالحہ و طاعت الٰہی کے باعث
سے صالحین کو جو اُجور عنایت ہوتے ہیں اُسی کی مثل ثواب ان کو بھی حاصل ہوتا ہے فسبحان الذی

یختص بفضلہ من یشاء من عبادہ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان جتنے طریقے وصول کے تھے سوائے اس طریقے کے جو اس خاندان والوں کا بنایا ہوا ہے بند فرما دیئے کوئی شخص کسی دوسرے راستے سے کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا جنید رح فرماتے ہیں یقول اللہ عزوجل لرسولہ صلے اللہ علیہ وسلم وعزتی وجلالی لو آتونی من کل طریق او استفتحوا من کل باب لما فتحت لھم حتی ید خلو اخلفک (اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پاک سے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے اگر لوگ کسی راستے سے میرے پاس آنا چاہیں گے یا کوئی سا دروازہ کھٹکھٹائیں گے میں انھیں نہیں آنے دوں گا جبتک کہ تمہارے پیچھے نہ آئیں) ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علم ذات و اسماء و صفات و احکام و افعال و ثواب و عقاب و شرع و ہدایت و مواقع رضا و موارد غضب و ملئکہ و دیگر مخلوقات سے جیسا اس خاندان والوں کو بالتخصیص ممتاز فرمایا ہے کسی دوسرے خاندان کو سرافراز نہیں کیا سبحان اللہ کیا شان معطیٔ و معطی لہ ہے کہ سب کچھ ایک ہی جگہ جمع فرما دیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی توحید و محبت و قربت و اختصاص کے ساتھ ایسا مختص فرمایا ہے کہ یہ شرف تخصیص کسی دوسرے خاندان کو نصیب نہیں ہوا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو روئے زمین کی امارت و خلافت عطا فرمائی ہے جس کے باعث سے اہل ارض کو ان کی اطاعت واجب ہے دوسرے اس انعام خاص سے محروم ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کی تائید و نصرت فرمائی ہے جس سے اور خاندان نے نصیب نہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے شرک و گمراہی کے آثار جس قدر نیست و نابود کرائے ہیں اور کسی کے ہاتھ سے اس قدر نہیں ہوئے ایک یہ کہ جس قدر ان کا اجلال و احترام اور تعظیم و محبت خدائے تعالیٰ نے مخلوق کے دلوں میں مرتکز کیا ہے کسی دوسرے کا نہیں کیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آثار کو بقائے عالم کا سبب بنایا ہے جب تک یہ آثار باقی ہیں اسی دم تک عالم کی بھی بقا ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی مدار دہے۔ آیت جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام والھدی والقلائد کی تفسیر میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ حج کرنا بالکل چھوڑ دیں تو ضرور ہے کہ آسمان پھٹ کر زمین پر گر پڑے (یعنی قیامت آجائے) اور بیت اللہ نظروں سے غائب ہو جائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آخر زمانہ (قرب قیامت) میں اللہ تعالیٰ اپنے گھر کو زمین سے اور اپنے کلام کو مصاحف و صدور رجال سے اُٹھا لیگا نہ حج کے لیے کوئی خدا کا گھر باقی رہے گا اور نہ پڑھنے کے لیے اُس کا کلام بس وہی زمانہ اس کارخانۂ ایجاد کی برہمی کا ہے۔ آج جو حالت دنیائے اسلام کی نظر آ رہی ہے کہ محض شریعت اسلام

وآثار نبوی کے ترک کر دینے کے باعث سے اس دُنیا والوں پر کیا کیا بلائیں نازل ہو رہی ہیں اور
اللہ تعالیٰ نے اس نافرمانی کی بدولت کس حد تک ان پر اعدائے دین کو مسلط کیا ہے اور اس کی شامتِ اعمال
کا کس طرح ان سے انتقام لے رہا ہے حتیٰ کہ جن مقامات سے آثار و سنن و شرائع نبوی صلے اللہ علیہ
وسلم کا ظہور و نفاذ ہوا تھا وہ بھی اس بلا سے مصئون و مامون نہیں ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ سب
مظلمہ و وبال اسے ترک سنن وآثار نبوت کا نتیجہ ہے اگر یہی لیل و نہار ہیں تو نہ معلوم آئندہ کیا نہ ہو کر
رہے گا اللہ تعالیٰ برائے نام مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ یہ سب خصائص اور اس سے بدرجہا
زاید اس خاندان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات کے موجب ہیں۔ اسی بنا پر جناب رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہمکو خود ذات پاک اور آپ کی آل کے لیے ایسی ہی برکت جیسی کہ
اس خاندان بزرگ کو دی گئی تھی خدا سے طلب کرنے کا حکم دیا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم
اجمعین۔ اس خاندان کے برکات و خصائص میں سے ایک تو یہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان
کے ذریعہ سے دین و دنیا کی اس قدر برکتیں ظاہر فرمائی ہیں جو کسی دوسرے کے واسطے سے ظاہر
نہیں ہوئیں دوسرے یہ کہ جو خصوصیتیں اس خاندان کے افراد کے ساتھ برتی ہیں وہ کسی دوسرے
خاندان کے افراد کے ساتھ نہیں برتیں۔ اسی خاندان میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل مقرر کیا۔
(ایک نہیں دو) اسی میں سے اپنا ذبیح بنایا (یہ بھی ایک نہیں دو ہیں حدیث انا ابن الذبیحین
حضرت ابراہیم و رسول اللہ ۔ حضرت اسمٰعیل ۔ حضرت اسمٰعیل و جد مقدس
اس کی شاہد ہے) اسی میں سے وہ ہیں جن کی نسبت کلمہ اللہ تکلیما وقربنٰہ نجیا ارشاد ہوا ہے۔
حضرت موسیٰ
اسی میں سے وہ ہیں جن کے متعلق آتاہ شطر الحسن وجعلہ من اکرم الناس علیہ کی خبر دی گئی ہے
حضرت یوسف
اسی میں سے وہ ہیں جو آتاہ ملکا لم یوت احدا کے انعام سے کامیاب ہوئے۔ اسی میں سے وہ
حضرت سلیمان
ہیں جن کا درجہ رفعناہ مکانا علیا سے بڑھایا گیا ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس خاندان اللہ
حضرت ادریس
کی ذریتہ کا ذکر فرمایا تو کلھم فضلنہ علی العالمین کی خبر سے سب کو اپنی برکات وکرامت میں محصور
فرما لیا تیسرے یہ کہ ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے عذاب عام کا قاعدہ جو دوسری امتوں میں نافذ
ساری تھا اٹھا لیا ورنہ پیشتر سے عادت اللہ یہ جاری تھی کہ جب کسی نبی کی امت اپنے نبی کی
تکذیب کرتی تھی تو سب لوگ عذاب عام میں گرفتار ہو جاتے تھے جیسا کہ نوح وہود وصالح و لوط
علیہم السلام کی امت کے ساتھ واقع ہوا ہے مگر توریت وانجیل وقرآن پاک نازل ہونے کے بعد
یہ تعمیم بالکل جاتی رہی بجائے عذاب عام کے منکرین و مخالفین پر جہاد کا حکم نافذ ہو (تاکہ آپ اپنی مدد
کرنے کا راستہ اہل دین کے لیے صاف ہو جائے اور شہادت کی بدولت اتباع حق درجات عالیہ حاصل

کریں اور ان کے دشمن انہیں کے ہاتھوں ہلاک ہوں باقی کو عبرت ہو۔ پس اس اہلبیت کا لوگوں پر حق ہے کہ ہمیشہ اپنی زبانیں ان پر صلوٰۃ وسلام وثنا سے تروتازہ رکھیں اور اپنے دلوں کو اُن کی محبت وتعظیم واجلال سے بھرلیں (خصوصاً ہمارے ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ان امور کے مستحق ہیں) ہر مصلی یہ سمجھ لے کہ اگر اپنی تمام عمر وہ صلوٰۃ وسلام میں ہی صرف کردے تو بھی جس قدر اُس پر حق تھا وہ اس کے عشر عشیر سے عہدہ برآ نہیں ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب سے ان کو اس خیر کثیر کی افضل جزا عطا فرمائے اور ملاء اعلیٰ میں ان کی تعظیم وتکریم وتشریف ان کے مراتب کے موافق بڑھا دے وصلی اللہ علیہم صلوٰۃ دائمۃ لا انقطاع لہا وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین۔

فصل نہم: درود شریف کا اختتام اللہ تعالیٰ کے جن دو ناموں (حمید ومجید) پر ہوا ہے ان کے معنے اور مناسبت کے بیان میں :- لفظ حمید کا اشتقاق فعیل کے وزن پر حمد سے ہوا ہے جس کے معنی محمود کے ہیں اگرچہ اس وزن پر اکثر اسماء سمیع وبصیر وعلیم وقدیر وحکیم وحلیم وغیرہ اسم فاعل کے معنے میں ہیں لیکن یہاں یہ وزن اسم مفعول کے معنے میں واقع ہوا ہے یہی حالت فعول کے وزن کی ہے کہ اس وزن پر بھی غفور وشکور وصبور وغیرہ کی مثل جو اسم ہیں وہ اسم فاعل ہی کے معنے میں ہیں مگر ودود کے لفظ میں اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے کہ یہ اسم فاعل کے معنے میں ہے اس حالت میں اس کے یہ معنے ہوں گے اپنے انبیاء ورسل واولیاء وعباد مومنین کو دوست رکھنے والا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ اسم مفعول کے معنی میں مودود کا مترادف ہے۔ جس کے معنے ایسا محبوب ہیں جو بندوں کو اپنی جان ومال اور ہر شے سے زیادہ محبوب ہو۔ بہرحال چونکہ حمید کے معنے محمود کے ہیں اس کو محمود پر ترجیح دیکر اس موقع میں استعمال کا یہ سبب ہے کہ لفظ محمود پر اس کو یک گونہ تفوق حاصل ہے وہ یہ کہ فعیل کا وزن ہمیشہ ذات مفعول میں اپنی صفت مصدری کے لزوم پر دلالت کیا کرتا ہے گویا کہ یہ صفت اس کے خصائل میں بطور جزو لاینفک داخل ولازم ہے جس طرح کہ شریف وظریف وکریم ورحیم کے الفاظ واسماء سے ظاہر ہے۔ لہذا چونکہ اس وزن کی بنا ابنیہ غرائز وسجایاء لازمہ سے ہے حبیب بمقابلہ محبوب زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ محبوب کی شان تو صرف یہی ہے کہ ایک محب اس کا چاہنے والا ہے اور حبیب کی یہ صفت ہے کہ اس میں وہ صفات جو چاہے جانے کے لیے لازمی ہیں موجود ہیں اگر اپنے عدم شعور یا کسی دوسرے مانع کی وجہ سے کوئی اس کو نہ چاہے تو یہ اور بات ہے۔ بجنسہ یہی حالت حمید کی ہے یعنی وہ اسباب جو مقتضی حمد ہیں اس کی ذات میں موجود ہیں۔ لفظ مجید کی بھی یہی حالت ہے کہ جس طرح کبیر وعظیم بکبر ومعظم

کے معنے میں بصفت مفعول واقع ہوتے ہیں وہ بھی مجّد کے معنے میں واقع ہوا ہے۔ حمد ومجد دونوں ایسے لفظ ہیں جن کو تمام کمالات کا جامع سمجھنا چاہیے اس لیے کہ حمد وثنا ومحبت محمود کی مستلزم ہے اگر کسی شخص میں صرف محبت محقق ہے اور وہ محمود کا ثنا خواں نہیں تو اس کو حامد نہیں کہا جاسکتا اسی طرح پر محض مداحی وثنا گوئی سے مداح میں محبت محمود کا وجود غیر محقق ہے۔ چنانچہ اکثر اغراض کی بنا پر مداحی کی جاتی ہے محبت کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ثنا ومحبت کا اجتماع اُسی وقت ہوتا ہے جب وہ اسباب جو اس کے مقتضی ہیں ذات محمود میں موجود ہوں اور یہ اسباب وہی صفات کمال ولغوت جلال واحسان وغیرہ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ اسباب جس قدر کسی ذات میں زیادہ ہونگے اتنی ہی اس کی ثنا ومحبت اتم واکمل ہوگی چونکہ ذات باری تعالیٰ ان سب صفات وکمالات کی جامع ہے اس لیے وہ ہی ہر طرح کی حمد کی مستحق بھی ہے کیا باعتبار ذات وصفات کے اور کیا بلحاظ افعال واسماء واحسان کے اسی طرح باعتبار اپنے موضوع کے جس کی صراحت لغوی معنے سے ہوتی ہے مجید بھی مستلزم عظمت وسعت وجلال مجّد ہے۔ پس حمید کی مدلول توصفات اکرام وکمال ہیں اور مجید کی صفات عظمت و جلال اسی مناسبت سے خدائے تعالیٰ کو ذوالجلال والاکرام کہا جاتا ہے اور یہی مناسبت کلمہ لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر میں مرعی ہے اس لیے کہ لا آلہ الا اللہ کا مدلول تو ذات باری کا تفرد و الوہیت ہے جو محبت تام کا مستلزم ہے اور واللہ اکبر کا مدلول اُس کی مجد وعظمت جو تجید وتعظیم وتکبیر کی مستلزم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اکثر ان دونوں صفات مجد واکرام کو قریب ہی قریب بیان فرماتا ہے مثلاً رحمتہ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید یا الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا یا تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام۔ مسند امام احمد وصحیح ابوحاتم میں بواسطہ انس رض روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے الظّوا بیاذا الجلال والاکرام۔ الظّو کے معنے الزموا۔ اور تعلقوا ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے اوپر لازم کرلو۔ اور جلال واکرام کے معنے مجد وحمد ہیں۔ (گویا یہ حدیث بھی اُسی اسلوب کلام پر واقع ہوئی ہے) اور یہی بات ان آیات قرآنی میں بھی پائی جاتی ہے۔ ان ربی غنی کریم + وکان اللہ عفوا قدیرا + واللہ غفور رحیم + وھو الغفور الودود ذو العرش المجید + ان آیات کے سوا اور بہت سی مثالیں اس رعایت کلام کی قرآن پاک واحادیث میں موجود ہیں (جن کا ذکر یہاں طول سے خالی نہیں) بہرحال درود شریف کا اختتام ان دونوں اسماء مبارک حمید ومجید پر اسی طرح واقع ہوا ہے جیسا کہ آیت رحمتہ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت کو جملہ انہ حمید مجید پر ختم فرمایا

گیا ہے اس لیے کہ صلوٰۃ کی حقیقت چونکہ ثنا و تکریم و رفع ذکر و زیادت و تقرب الی اللہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تو ظاہر ہے کہ صلوٰۃ حمد و مجد دونوں پر مشتمل ہے گویا مصلی جب درود صلوٰۃ کرتا ہے تو اس کی غایت و غرض اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب حمد و مجد ہوتی ہے جس سے ان اسمار کا اشتقاق ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ جن اسما یا الفاظ کو مضمون متذکرہ سے کچھ مناسبت ہوتی ہے انھیں پر بالا کثریت ختم کلام کیا جاتا ہے درود شریف کو بھی رعایت مذکورہ بالا کی وجہ سے ان دونوں اسمائے مبارک پر ختم کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان ؑ کی دعا رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب اور حضرت خلیل و اسمٰعیل ؑ کی دعا وتب علینا انک انت التواب الرحیم اور جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور اور آپ کا عایشہ رضؓ کو شب قدر کے لیے یہ دعا تعلیم فرمانا اللھم انت عفو تحب العفو فاعف عنا وغیرہ وغیرہ سب اسی حقیقت پر مشتمل ہیں کہ اختتام کلام مناسب مقام اسماء پر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں کتاب الروح والنفس میں ہم نے بہت شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کی ہیں۔ اس مناسبت کے سوا یہ ایک لطیفہ اس حقیقت میں اور بھی پایا جاتا ہے کہ جو حمد و مجد رسول پاک کے لیے طلب کی گئی اور وہ آپ کو حاصل ہوئی اُس دعا و طلب کا اختتام اُن اسمائے رب پر جو بطریق اولیٰ خود اس کے لیے متضمن حمد و مجد ہیں درحقیقت اس کی حمد و مجد کا اظہار و اقرار ہے۔ اس صورت میں گویا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے حمد و مجد طلب کی جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی ذات میں اس کے اثبات سے خبر دی جاتی ہے۔

فصل دہم: اس قاعدہ کی توضیح میں کہ جو دعا و اذکار مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف مواقع کے لیے روایت کیے گئے ہیں ان کے استعمال کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔

جس طرح استفتاح صلوٰۃ کی دعائیں (سبحانک اللھم وغیرہ جن سے نماز شروع کی جاتی ہے) اور نماز کے تشہد (التحیات) اور درمیان رکوع و سجود کے اوراد مختلف الفاظ سے وارد ہوئے ہیں اسی طرح درود شریف کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض دعاؤں کی نسبت بعض علمائے[1]

---

[1] نوذی رحمہ نے شرح مہذب میں الفاظ درود شریف یوں جمع کیے ہیں: اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ وذریاتہ کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریاتہ کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید۔ عراقی نے کہا ہے اس میں بھی بعض صحیح احادیث کے الفاظ باقی رہ گئے ہیں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

متاخرین نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جملہ الفاظ مختلفہ کو ایک ہی عبارت میں جمع کرلیا جائے اور اس باب میں قیل و قال سے وہ اس طریقے کو افضل سمجھتے ہیں مثلاً دعائے صدیق رضہ میں کثیراً اور کبیراً کو جمع کرکے اللھم ظلمت نفسی کثیرا کبیرا کہے اور درود شریف یوں پڑھے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی ازواجہ وذریتہ وارحم محمداً وآل محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم اسی طرح درود شریف کا دوسرا حصہ اللھم بارک کہکر تمام کرے اور دعائے استخارہ میں اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجل امری واجلہ ونحو ذلک کہے تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جن الفاظ کے ادا ہونے میں راوی حدیث نے شک کیا ہے یہ دعا یقیناً آپ کی زبان سے نکلے ہوئے اصلی الفاظ پر مشتمل ہوجائے۔ گر دوسرا گروہ علما اس ترکیب کا مخالف ہے اور وہ چند وجوہ سے اس کو ضعیف کہتا ہے **ایک** یہ کہ یہ طریقہ محدث نئی ایجاد ہے جسے ائمہ کبار نے اختیار نہیں فرمایا ہے۔ **دوسرے** یہ کہ اگر یہ طریقہ مستحسن سمجھا جائے تو اسی کی نظیر استفتاح صلوٰۃ کی دعا میں تشہدات صلوٰۃ۔ درمیان رکوع وسجود کے اوراد ہیں ان میں بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے حالانکہ ان سب کے جمع کرنے کی نسبت کسی ایک کی رائے نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا عمل ہے دو ہم شکل وہم حیثیت باتوں میں ایک جگہ کوئی قاعدہ اختیار کرنا اور دوسری جگہ عمل میں نہ لانا بالکل خلاف اصول ہے **تیسرے** یہ کہ بعینہ یہی حالت اختلاف قرأت کی ہے کہ تمام مسلمان حالت نماز یا غیر نماز میں قاری کے لیے ان سب کے جمع کرنے کو غیر مستحب سمجھتے ہیں بلکہ امر مستحب یہی ہے کہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں کبھی کوئی قرأت ادا کرے اور کبھی کوئی۔ امتحاناً حفظ یا جامعیت قاری کے لیے کبھی ایسا اتفاق ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ ایسی حالت میں اس پر مشق وتدریب کا اطلاق ہوگا تعبد پر محمول نہ کیا جائیگا۔ حالانکہ ایسی مشق کی نسبت بھی علمار کو بہت کچھ کلام ہے جس کی تشریح وتوضیح کا یہ موقع نہیں۔ حاصل کلام تلاوت کرنے والے کے لیے مشروع یہی امر ہے کہ جس قرأت سے چاہے تلاوت کیا کرے یا کبھی ایک قرأت سے تلاوت کرے اور کبھی دوسری سے ان دونوں میں سے جو شق اختیار کریگا وہ جائز ہوگی۔ اسی طرح دعائے صدیق رضہ میں کثیراً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱) لہذا یوں ہونا چاہیے۔ اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ امہات المومنین وذریتہ واہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ وذریاتہ کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید۔ قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ اگر کوئی سامی درود ناثورہ پڑھے تو بہتر ہے لیکن اس طرح جمع کرکے پڑھنا افضل واکمل ہے۔ غالباً مصنف رح کی دلائل پر انھوں نے نظر نہیں فرمائی ۱۲

کہے تو بھی درست ہے خواہ کبھی یہ کہے اور کبھی وہ یہی حالت درود شریف و دعائے استفتاح و تشہد کی بھی ہے خواہ ان میں سے کوئی درود و تشہد و دعائے استفتاح مخصوص وملازم کر لے یا کبھی ایک کا ورد کرے اور کبھی دوسرے کا انسان ہر طرح منصیب ہے۔ الفاظ موافق حدیث صحیح ہونا چاہئیں تشہدات ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمرو عائشہ و استفتاحات ابو ہریرہ و علی و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سب یکساں ہیں۔ اسی طرح رکوع سے کھڑا ہو کر اللھم ربنالک الحمد یا ربنا ولک الحمد جو کچھ کہیگا خواہ بصورت التزام ہو خواہ بطریق بدل درست و جائز ہے۔ کسی شخص کے لیے ان مواقع پر سب الفاظ کا جمع کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ تشہدات وادعیہ ماثورہ کی جو مختلف صورتیں آئی ہیں ان سب کے جواز پر اکثر ایمہ دین نے جن میں سے امام شافعی رح بھی ہیں بدلیل حدیث قرأت فیصلہ کیا ہے کہ انسان جو صورت چاہے اختیار کرے۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح وسنن نے روایت کیا ہے کہ انزل القرآن علی سبعۃ احرف (قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے) پھر آپ نے ہر قرأت کو جائز قرار دیکر ارشاد فرمایا انہ شاف کاف (وہ شافی وکافی ہے) پس جس طرح قرأت علی سبیل البدل ہے نہ کہ علی طریق الجمع وہی حالت ان اوراد و اذکار کی بھی سمجھنا چاہیے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی اسباب میں یہی طریق عمل تھا۔ چوتھے یہ کہ کسی موقع پر آن واحد میں ان الفاظ مختلفہ کا جمع فرمانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے الفاظ استفتاح و تشہد و اذکار رکوع و سجود کے متعلق حضور کا طرز عمل یہی پایا جاتا ہے کہ آپ کبھی ان میں سے کسی دعا کا ورد فرماتے تھے اور کبھی کسی کا اس لیے اقتضائے اتباع رسالت یہی ہے کہ ان میں جمع نہ کیا جائے۔ رہا شک راوی کا مسئلہ اُس کی کھلی ہوئی صورت یہ ہے کہ داعی جس جانب کو راجح سمجھے اُسے اختیار کرے اور جو مرجوح ہو اسے چھوڑ دے۔ اگر یہ تمیز مشکل ہے تو وہ مخیر ہے جمع کرنے پر مکلف نہیں۔ بلکہ جمع کا یہ تو ایک ایسا طریقہ ہے جس کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وافعال رہبری نہیں کرتے۔ حقیقۃً اگر دیکھا جائے تو یہ طرز عمل یعنی آن واحد میں سب الفاظ کا جمع کرنا مقصود داعی کو باطل کرتا ہے یعنی منظور تو اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے اور فعل اس سے وہ سرزد ہوا جو حضور اکرم کے عمل کے خلاف ہے۔ شک راوی کا مسئلہ تھوڑے ہی سے تامل و تدبر میں صاف ہو جاتا ہے مثلاً دعائے استخارہ میں راوی کو شک ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فرمایا ہے یا بجائے وعاقبۃ امری + وعاجل امری وآجلہ توجب مناسبت الفاظ و موقع پر غور کیا گیا تو فوراً معلوم ہو گیا کہ پہلا جملہ ہی ٹھیک ہے اس لیے کہ عاجل امری وآجلہ کے وہی معنے ہوتے ہیں جو دینی و معاشی و عاقبۃ امری کا مقصود ہیں کیونکہ معاش عاجل امر ہے اور عاقبۃ آجل امر اب اگر وہ جملہ کہنے کے بعد اس کا

اضافہ کیا جائے تو تکرار محض کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہے بخلاف ذکر معاش و عاقبۃ کے کہ اس میں تکرار نہیں ہے اور وہ دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔ اسی طرح مسلم شریف کی اس حدیث میں اختلاف رواۃ ہے انہ قال من قراء عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال بعض رواۃ نے اس حدیث میں اول سورۃ الکھف کہا ہے اور بعض نے آخر سورۃ الکھف اور چونکہ یہ دونوں صحیح ہی میں موجود ہیں تلاش راجح و مرجوح کی ضرورت پیش آئی اس بنا پر جب تتبع احادیث و آثار کیا گیا تو ظاہر ہو گیا کہ پہلی ہی روایت راجح ہے اس لیے کہ اسی صحیح مسلم میں بذکر قصہ دجال نواس بن سمعان کی یہ حدیث موجود ہے اذا رئیتموہ فاقرأ و علیہ فواتح سورۃ الکھف اور اس حدیث میں جس راوی نے عشر آیات من اول سورۃ کہا تھا معلوم ہوا کہ اس نے الفاظ حدیث یاد رکھے اور جس نے من آخر ہا کہا اس نے الفاظ اصلی کو بھلا دیا اس لیے کہ پہلے راوی کے قول کی تقویت دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ ان سب اوراد و اذکار سے مقصود قائل اصل معانی الفاظ و ماحصل عبارت ہے پس وہ جن الفاظ یا جس عبارت سے ظاہر ہو حاصل ہے (مصنف رح نے یہاں اختصار فرمایا ہے ورنہ مطلب یہ ہے کہ جن الفاظ یا عبارت ماثورہ سے ماحصل ثابت ہو۔ اگر اس جملہ میں تعمیم مد نظر رکھی گئی تو یہ امر خود ان کے معتقدات کے خلاف ہے) اس کے لیے عبارات مختلفہ کے جمع کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ چھٹے یہ کہ الفاظ ان مواقع میں ایک دوسرے کا بدل واقع ہوئے ہیں اور بدل و مبدل کا ایک ہی آن میں جمع کرنا مستحب نہیں ہے جس طرح کہ مبدلات صاحب ابدان کا جمع کرنا مستحب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوتھا باب

اس امر کی توضیح میں کہ درود شریف پڑھنے کی تاکید کس کس موقع میں بطور وجوب ہے اور کہاں کہاں بطریق استحسان

سب سے پہلا اور نہایت ہی اہم و موکد موقع اس کے پڑھنے کا نماز میں تشہد کے بعد ہے جس کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے مگر اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ علمار کا مثل طحاوی و قاضی عیاض و خطابی وغیرہ کے اس کے وجوب کا قائل نہیں ہے۔ اور واجب سمجھنے والوں کے قول کو شاذ و مخالف اجماع کہتا ہے۔ اکثر جماعت فقہار باستثنائے امام شافعی رح اسیطرف گئی ہے ابن منذر نے اس مسئلہ میں امام شافعی رح کا تفرد بیان کیا ہے۔ اس جماعت کے مذہب کا خلاصہ ہم قاضی عیاض کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ امام شافعی رح سے پیشتر سلف صالح میں سے کسی نے اس کو فرائض صلوٰۃ میں شامل نہیں کیا ہے

سب کا عدم وجوب پر اجماع تھا - امام موصوف نے جب مسئلہ وجوب بیان کیا تو ان پر تشنیع و انگشت نمائی کی گئی اس لیے کہ امام شافعیؒ نے با وجود تشہد ابن مسعود اختیار کرنے کے (جس میں تشہد پر نماز ختم ہو جانے کی صراحت ہے) وجوب صلوٰۃ پر جزم کیا ہے۔ حالانکہ اس میں کہیں صلوٰۃ کا ذکر نہیں ہے - اس کے سوا ابوہریرہ و ابن عباس و جابر و ابن عمر و ابوسعید خدری و ابوموسی اشعری و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی تشہد کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ ذکر صلوٰۃ سے خالی ہیں - ابن عباس و جابر رضہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو تشہد اسی طرح تعلیم فرماتے تھے جس طرح قرآن پاک کی سورت ابوسعید خدری رضہ سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے ابن عمر رضہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اعظم وفاروق اکبر رضہ منبر پر کھڑے ہو کر ہمکو تشہد کی تعلیم اسی طرح دیتے تھے جیسے تم بچوں کو پڑھاتے ہو لیکن ان سب احادیث میں صلوٰۃ کی تعلیم کا کہیں ذکر نہیں ہے - تمہید میں ابن عبد البر نے لکھا ہے جو لوگ نماز میں فرضیت درود کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے -

حدثنا الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرۃ اخذ علقمۃ بیدی کما اخذت بیدك فقال ان عبد اللہ اخذ بیدی وقال ان رسول اللہ اخذ بیدی کما اخذت بیدك فعلمنی التشھد فذکر الحدیث الی قولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ - قال فاذا قلت ذلك فقد قضیت الصلوٰۃ فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد -

قاسم بن مخیمرہ سے روایت ہے کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس طرح میں نے تمہارا ہاتھ پکڑا ہے اسی طرح عبد اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اسی طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا تھا پھر پوری التحیات اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ تک سنا کر کہا کہ جب تو نے یہ تشہد پڑھ لیا تو اپنی نماز ختم کر لی اس کے بعد اگر اٹھنا چاہے تو اٹھ کھڑا ہو اور بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہ۔

اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث نماز میں عدم وجوب صلوٰۃ کی حجت کاملہ ہے بلکہ اس کو سنت مسنونہ (موکدہ) بھی نہیں کہا جاتا اس لیے کہ ختم تشہد پر نماز کی تکمیل ہو جاتی ہے ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ اگر صلوٰۃ فرض یا سنت یا واجب ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر فرما دیتے ایک دلیل اس حدیث عبد اللہ بن عمرو رضہ سے جس کو ابو داود و ترمذی وطحاوی نے روایت کیا ہے اور ہم طحاوی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں پیش کی جاتی ہے قال رسول اللہ علیہ وسلم اذا رفع راسہ من آخر السجود فقد مضت صلوٰتہ اذا ھو احدث (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز کے آخری سجدے سے جب کسی نے

سر اُٹھالیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی خواہ اس کے بعد اسے حدث ہو جائے یعنی ریح وغیرہ نکل جائے یا قے آجائے تو نماز میں نقصان نہیں ہے) یہ حدیث تکمیل سجدہ آخری پر اتمام نماز کی دلیل ہے جس سے وجوب صلوٰۃ ساقط ہوتا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی رضہ کا ارشاد ہے اذا جلس مقدار التشہد ثم احدث فقد تمت صلوٰتہ (جب تشہد کے ختم کرنے تک کوئی نماز میں بیٹھا رہا اور پھر اسے حدث ہوگیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی) جسے عاصم بن ضمرہ نے حضرت علی رضہ سے روایت کیا ہے اس دعوے کا موید ہے ایک دلیل ابن مسعود رضہ کی وہ حدیث ہے جسے اعمش نے بواسطہ ابو وائل ان سے تشہد کے باب میں روایت کیا ہے اس حدیث میں وقال ثم لیتخیر من الکلام کے الفاظ ہیں اور صلوٰۃ کا ذکر نہیں ایک دلیل فضالہ ابن عبید کی یہ حدیث ہے

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمع رجلا یدعو فی صلاتہ و لم یحمد اللّٰہ و لم یصل علی النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم عجل ھذا ثم دعاہ فقال لہ ولغیرہ اذا صلے احدکم فلیبدا ء بحمد ربہ والثناء علیہ ثم یصل علی محمد وآل محمد ثم یدعو بما شاءہ

ایک شخص کو جس نے دعا مانگنے سے پہلے نماز میں خدا کی حمد نہیں کی اور درود شریف نہیں پڑھا دعا مانگتے ہوئے سُن کر رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے عجلت کی ہے پھر اس کو بلایا اور اس سے اور دوسروں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو چاہیے کہ پہلے خدا کی حمد وثنا کرے پھر محمد وآل محمد پر درود پڑھے اس کے بعد جو دعا چاہے وہ مانگے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے اگر صلوٰۃ فرض ہوتی تو جس طرح رکوع وسجود پورے نہ کرنے والے کو آپ نے اعادہ نماز کا حکم فرمایا تھا اس شخص کو بھی اعادہ کا حکم صادر ہوتا۔۔۔ تارک صلوٰۃ کو اعادۂ نماز کا حکم نہ دینا عدم فرضیت صلوٰۃ کی دلیل ہے ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث مسئی میں رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے جس طرح رکوع وسجود وطمانینت کی تعلیم فرمائی تھی درود کی تعلیم نہیں فرمائی اگر اس کا پڑھنا فرائض نماز میں داخل ہوتا تو اسی طرح اس کی تعلیم بھی ضروری تھی۔ ایک دلیل یہ ہے کہ فرائض کا ثبوت ہمیشہ ایسی دلیل صحیح سے جس کا کوئی معارض نہو اور ایسی جماعت کے اجماع سے جن کے اقوال مسلم طور پر قابل احتجاج مانے گئے ہوں ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں یہ صورت مفقود ہے۔ منکران وجوب کے جو بہترین دلائل ہوسکتے ہیں وہ یہی ہیں۔ اس کے مقابل میں قائلین وجوب جو نقلی وعقلی دلائل پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ امام شافعی رہ اور ان کے ہم مسلک علما پر شذوذ ومخالفت اجماع کی نسبت کرنا غیر صحیح وخلاف واقع ہے صحابہ کرام اور ان کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں (یعنی تابعین وتبع تابعین ان کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے چنانچہ عبد اللّٰہ بن مسعود رضہ (جن کی حدیث تشہد سے منکرین وجوب نے استدلال کیا ہے)

خود صلوٰۃ کو واجب سمجھتے تھے ابن عبدالبر نے ان کا قول و مذہب لا صلوٰۃ لمن لم یصل فیہا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (جو شخص نماز میں درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی) تمہید میں نقل کیا ہے اور صاحب تمہید کے سوا اور لوگ بھی اس حدیث کے ناقل و راوی ہیں۔ اسی طرح جماعت صحابہ میں سے ابو مسعود بدری رض کا بھی یہی مذہب روایت کیا گیا ہے

روی عثمان بن ابی شیبۃ وغیرہ عن شریک عن جابر الجعفی عن ابی جعفر محمد بن علی عن ابن مسعود قال ما اری ان صلوٰۃ لی تمت حتی اصلی فیہا علی محمد وعلی آل محمد ہ

ابو جعفر محمد بن علی ابو مسعود رض سے روایت کرتے ہیں کہ میں جبتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھوں اپنی نماز کو کامل نہیں کہتا۔

یہ حدیث اس سند اور ان الفاظ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ حدثنا عثمان ابن ابی شیبۃ قال ثنا شریک عن ابی جعفر قال قال ابو مسعود البدری ما اری ان صلوٰۃ لی تمت لا اصلی فیہا علی محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ حسن بن شبیب کی اس روایت کے موافق عبداللہ بن عمر کا بھی یہی مذہب ہے۔

ثنا علی بن میمون ثنا خالد بن حیان عن جعفر بن برقان عن عقبۃ[ملہ] بن نافع عن ابن عمر انہ قال لا یکون صلوٰۃ الا بقراءۃ وتشہد وصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان نسیت شیئا من ذلک فاسجد سجدتین بعد السلام۔

ابن عمر رض سے روایت ہے کہ نماز پوری نہیں ہوتی جبتک قراءۃ (فاتحہ) و تشہد ادا نہ کیا جائے اور درود شریف نہ پڑھا جائے اگر ان میں سے تو کچھ بھول جائے تو سلام کے بعد دو سجدے (سہو کے) کرنا چاہئیں۔

تابعین میں سے ابو جعفر محمد بن علی و شعبی و مقاتل و ابن حیان قائل وجوب ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین ارباب مذاہب میں سے امام اسحٰق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے وہ فرماتے ہیں ان ترکھا عمدا لم تصح صلوٰتہ وان ترکھا سھوا رجوت ان یجزیہ (اگر کوئی شخص عمداً درود ترک کرے تو اس کی نماز درست نہیں ہوتی البتہ

ملہ تہذیب و تقریب وغیرہ کتب رجال میں عقبہ بن نافع نامی کسی شخص کا ذکر نہیں پایا گیا جعفر بن برقان کے شیوخ دیکھے گئے تو ان میں بھی اس نام کا کوئی شخص نہیں ملا۔ نافع مولا ابن عمر جن سے بشتر ابن عمر رض کی احادیث مروی ہیں ان کے صرف ابو بکر و عمر دو بیٹے تھے عقبہ کسی کا نام نہ تھا۔ معلوم نہیں کہ ناقلین و ناسخ نے کیا سے کیا کر دیا ہے۔ البتہ ایک عقبہ جہنی جن کی کنیت ابن عامر اور نام عبدالرحمٰن یا عبیدہ ہے ضرور ابن عمر رض سے اخذ حدیث کرتے ہیں ممکن ہے کہ یہ اسی کی خرابی کی گئی ہو ۱۲

سہواً نہ پڑھے تو امید ہے کہ نماز صحیح ہو جائے) (مصنف رح) میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں اسحٰق سے دو قول مروی ہیں جن کا ذکر (ان کے شاگرد) حرب نے اپنی کتاب مسائل میں کیا ہے۔ اس کتاب کے باب الصلوٰۃ بعد التشہد میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسحٰق سے دریافت کیا کہ بغیر درود پڑھنے کے نماز کامل ہو جاتی ہے یا نہیں تو انھوں نے کہا کہ میری رائے میں حدیث ابن مسعود کے موافق نماز درست ہے اگرچہ امام شافعی رح درست نہیں بتاتے اس کے بعد میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ انسان امام ہو خواہ مقتدی جب تشہد سے فارغ ہو تو درود شریف پڑھے اس کے سوا کوئی صورت نماز درست ہونے کی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ تشہد میں سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہو چکا ہے لیکن صلوٰۃ کس طرح پڑھی جائے اور آیت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی تو جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ صلوٰۃ اس طرح پڑھا کرو۔ پس اس باب میں جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا ہے اس کا ادنیٰ حصّہ عمل کرنے کے لیے کافی ہے (یعنی صحابہ کا یہ کہنے کے بعد کہ سلام کا طریقہ ہمکو معلوم ہے جو قطعاً تشہد میں واقع ہوا ہے حضور ہم کو اس مامور بہ صلوٰۃ کی تعلیم فرمائیں۔ آپ کا الفاظ درود تعلیم فرمانا یہ ثابت کرتا ہے کہ نماز میں جو حالت تشہد وسلام کی واقع ہوئی ہو وہی درود شریف کی بھی ہے) تشہد وصلوٰۃ جلسۂ اخیرہ میں مساوی حیثیت رکھتے ہیں کسی شخص کو ان میں سے کسی ایک کا عمداً ترک کرنا روا نہیں ہے البتہ اگر بھول گیا ہے تو ممکن ہے کہ نماز درست ہو جائے باوجودیکہ بعض علماء حجاز سے ایسی حالت میں نماز کا درست نہونا منقول ہے اور اس صورت میں ان کے نزدیک اعادہ نماز ضروری ہے فقط تم قولہ۔ اسی طرح امام احمد رح سے بھی دونوں قول مروی ہیں۔

مسائل مروزی میں لکھا ہے کہ امام موصوف سے لوگوں نے کہا کہ ابن راہویہ (امام اسحٰق رح) کہتے ہیں جو شخص تشہد کے بعد درود شریف نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے آپ نے کہا کہ میں ایسا کہنے کی جرارت نہیں کرسکتا اور ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ یہ شاذ مذہب ہے۔ دوسری جگہ مسائل ابوذرعہ دمشقی میں یوں آیا ہے کہ امام احمد رح نے فرمایا ہے پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ بغیر درود شریف کے نماز ہو جاتی ہے مگر انکشاف حقیقت کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا پڑھنا واجب ہے۔ ظاہر آثار یہ ہے کہ امام موصوف نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمایا ہے (اس کے بعد منکرین وجوب سے مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے) تم جو عدم وجوب صلوٰۃ پر یہ دلیل پیش کرتے ہو کہ امام شافعی رح سے قبل سلف صالح کا یہ عمل نہ تھا اور ان کا عدم وجوب پر اجماع ہے اس سے تمھارا کیا مطلب ہے آیا تمھارا استدلال اُس زمانے والوں کے عمل سے ہے یا ان کے اقوال سے اگر عمل سے ہے تو یہ امر خود ہماری طرف سے تم پر حجت ہے نہ کہ تمھاری حجت ہم پر اس لیے کہ

قرناًبعدَقرنٍ وعصراً بعدعصرٍ خواہ امام ہوں یا ماموم منفرد ہوں یا باجماعت فرض پڑھنے والے ہوں یا نوافل ادا کرنے والے ہمیشہ امت کا یہی عمل رہا ہے کہ بعد تشہد درود پڑھا جائے حتیٰ کہ آج بھی کسی مصلّی سے دریافت کروکہ تم نے نماز میں درود پڑھا تھا یا نہیں تو اس کا جواب نفی میں نہیں مل سکتا اور اگر کوئی امام بغیر درود پڑھے ہوئے سلام پھیر دے اور مقتدیوں کو اس کا علم ہو جائے تو پھر دیکھو کیا لطف آجاتا ہے۔ یہ ایسی صاف ستھری حقیقت ہے جس سے کسی کا انکار کرنا قطعی ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ تمہاری حجت تو نہ ٹھیری ہماری سب سے قوی حجت تم پر ہوئی۔ اب رہا قول کا معاملہ وہ بھی ظاہر ہے کہ یہ امام مالک وامام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا رحمہم اللہ تعالیٰ مذہب ہے غایت الامر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔ لیکن جبکہ ان کے مقابل میں دوسرے ایمہ مذاہب مع جماعت تابعین و تبع تابعین اس کے خلاف بھی ہیں تو اجماع مسلمین کہاں رہا۔ اور عمل سلف صالح جس کے تم مدعی ہو کہاں گیا۔ آخر یہ بھی معمولی لوگ نہیں ہیں افضل صحابہ و ائمہ کبار میں شمار ہوتے ہیں (بعض صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے جس طرح بالصراحت وجوب منقول ہے غالباً عدم وجوب کے متعلق کسی روایت کا دستیاب ہونا مشکل ہے) بات یہ ہے کہ جو لوگ مذاہب مختلفہ ایمہ و علماء کا مطالعہ نہیں کرتے اور مواقع اجماع و نزاع کو نہیں پہچانتے وہ ایسے ہی بلا دلیل دعویٰ کر دیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تمہارا یہ کہنا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے امام شافعی رح پر تشنیع کی گئی ہے بہت ہی پُرلطف ہے سبحان اللہ کیا تشنیع ہے اور کیا خوب نفس مسئلہ کی شناعت یعنی جو مسئلہ امام موصوف کے مذہبی محاسن میں شمار کیے جانے کے قابل ہے تشنیع کرنے والوں کو اُس پر انگشت نمائی کرتے ہوئے غیرت نہ آئی۔ ایسے مسائل کی تلاش جن پر واقعی تشنیع ہو سکے اہل علم کا شیوہ نہیں ورنہ بعض اہل مذاہب کے سیکڑوں مسائل خلاف نصوص و اجماع و قیاس و مصلحت راجحہ ایسے ہیں کہ جن پر کافی تشنیع ہو سکتی ہے ان سب کو چھوڑ کر امام شافعیؒ پر اس پاکیزہ مسئلہ کی وجہ سے تشنیع کرنا واقعی نہایت ہی دلچسپ لطیفہ ہے کونسی کتاب کونسی سنت کونسا اجماع اس مسئلہ میں ان کے خلاف ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں مقتضی دلائل صحیحہ کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ بغیر درود شریف پڑھے ہوئے تکمیل صلوٰۃ میں تو گفتگو ہے ہی نہیں جو کچھ بحث ہے وہ اس کے تمام واجبات و تمام مستحبات میں ہے۔ لہٰذا بافضلٔ اولہ جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا اگر انھوں نے اس کو تمام واجبات میں شامل کیا تو کیا گناہ لازم آیا اور کس اجماع یا نص نے ان کے دعوے کو توڑ دیا جس سے ان پر تشنیع کی نوبت آئی ایسی شناعت تو لوٹ کے خود تشنیع کرنے والوں ہی پر جا پڑتی ہے۔ پھر رہا یہ قول کہ امام شافعی رح نے ابن مسعود رض کا تشہد اختیار کیا ہے یہ تو ان کے مختار مذہب کی عبارت کا نسخہ ہے (جو بطور بدل حاشیہ پر لکھدیا جاتا ہے) اصل

عبارت متن میں وانما اختار تشہد ابن عباس ہی ضبط ہے البتہ ابن مسعود رض کا تشہد مختار امام ابوحنیفہ وامام احمد رحمہم ضرور ہی اور امام مالک رح نے تشہد عمر رض اختیار فرمایا ہے۔ بہرحال اگر ایسا ہو بھی تو اس کا جواب کئی طرح پر ہے اول یہ کہ تمہارے ہی مذہب و دلیل کے موافق مقتضائے حدیث وجوب تشہد ہے نہ کہ نفی وجوب غیر اس لیے کہ حدیث میں صراحت یہ کہیں نہیں ہے کہ یہ تشہد واجبات ذکر کا منتہی ہے لہذا وجوب صلوٰۃ کی جو دوسری حدیثیں ہیں ان میں محض اس بنا پر کہ حدیث تشہد میں صلوٰۃ تشہد کی تعلیم نہیں فرمائی گئی ہے کچھ تعارض اس وجہ سے نہیں ہو سکتا **دوسرے** یہ کہ تم نماز کے بعد سلام واجب سمجھتے ہو حالانکہ احادیث تشہد میں اس کی تعلیم یا حکم کہیں ثابت نہیں ہے اگر تم پر کوئی اعتراض کرنے والا یہ ایراد کرے تو اس کا جواب تمہاری جانب سے یہ ہوگا کہ دوسری حدیث میں تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم (نماز تکبیر سے شروع اور سلام پر ختم ہوتی ہے) وارد ہوا ہے ہم اس کی بنا پر وجوب سلام کا حکم دیدیتے ہیں۔ پس اس صورت میں ہماری طرف سے بھی تمہارے اعتراض کا یہی جواب ہے کہ ہم بھی بعینہ اسی طور پر دوسرے دلائل مقتضیہ کے باعث سے وجوب صلوٰۃ کے مدعی ہیں۔ جب تنہا تعلیم تشہد وجوب سلام کی مانع نہیں تو وجوب صلوٰۃ کی مانع کس طرح ہو سکتی ہے۔ **تیسرے** یہ کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح لوگوں کو تشہد کی تعلیم فرمائی ہے ویسی ہی صلوٰۃ کی تعلیم فرمانا بھی ثابت ہے پس ایک جگہ تو آپ کی تعلیم وجوب پر دال ہو اور دوسری جگہ نہو یہ عجیب منطق ہے۔ اس موقع پر اگر تم یہ کہو گے کہ تشہد کی تعلیم تو نماز کے لیے مخصوص ہے اور صلوٰۃ کی تعلیم عام ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ جس صلوٰۃ کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے وہ بھی نماز ہی سے متعلق ہے جیسا کہ پہلے حدیث محمد بن ابراہیم تیمی میں گزر چکا ہے کیف نصلی علیك اذا نحن صلینا فی صلاتنا (جب ہم نماز میں درود پڑھنا چاہیں تو کیسے پڑھیں) دوسرے یہ کہ صحابہ کرام نے حضور انور سے جب تعلیم صلوٰۃ حاصل کرنا چاہی تو یہ درخواست کی۔ هذا السلام علیك قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ علیك اور یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ اس سلام سے مقصود ان کا وہی سلام تھا جو تشہد میں السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر پڑھا جاتا ہے تو مقتضائے عقل یہی ہے کہ صلوٰۃ بھی اسی سلام کے ساتھ مقرون ہے۔ انشاء اللہ اس کی پوری بحث آگے چلکر کی جائیگی۔ **چوتھے** یہ اگر کچھ دیر کے لیے احادیث تشہد کو وجوب صلوٰۃ کا منفی تسلیم لیا جائے تو دلایل وجوب اس صورت میں اسپر مقدم ہونگے اس لیے کہ نفی تو اپنی حالت اصلی پر باقی رہنے والی ہے اور وجوب اس کا ناقل ہے اور ناقل ہمیشہ منفی پر مقدم ہوا کرتا ہے پس تعارض کہاں ہے بیش از بیش یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادلہ وجوب تشہد اپنے غیر کے وجوب سے ساکت ہیں اور جو امر وجوب غیر سے ساکت ہو اس پر غیر کے دلائل وجوب کے

معارضہ کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے چہ جائیکہ اُن پر اس کو مقدم سمجھا جائے پانچویں یہ کہ تعلیم تشہد وجوب صلوٰۃ سے پہلے بلکہ غالباً اسی وقت سے ہے جبکہ نماز فرض ہوئی تھی۔ و تعلیم صلوٰۃ اُس سے بہت دنوں کے بعد جب آیت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی ہے فرمائی گئی ہے کیونکہ اس آیت کا نزول زمانہ غزوہ احزاب میں جبکہ آپ نے زینب رضؓ بنت جحش سے نکاح فرما لیا ہے اور واقعہ تخییر ازواج مطہرات گزر چکا ہے تب ہوا ہے۔ تو اس صورت میں اگر فرضیت تشہد کو نافی وجوب غیر تسلیم کر بھی لیا جائے تو ادلہ وجوب صلوٰۃ اس کی نفی کے ناسخ ہوں گے۔ اس لیے کہ متاخر ہمیشہ متقدم کا ناسخ ہوتا ہے۔ اس پانچویں اور اس سے پہلی یعنی چوتھی دلیل میں یہ فرق ہے کہ یہ تقدیم وتاخیر ادلہ وجوب پر مشتمل ہے اور اُس میں محض قوت و تقدیم دلیل کا بلا لحاظ تقدم و تاخر زمانی لحاظ کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کا یہ کہنا ھذا السلام علیک قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ علیک خود اس امر کی دلیل ہے کہ صلوٰۃ کا امر بعد وجوب تشہد واقع ہوا ہے اس لیے کہ نماز میں کوئی دوسرا اسلام جس کے معلوم ہونے کا صحابہ نے تذکرہ کیا ہے سوائے اس سلام کے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے نہیں ہے۔ اس کے بعد ابن مسعود رضؓ والی حدیث کی حالت جس کے جملہ فاذا قلت ذلك فقد قضیت الصلوٰۃ فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد سے تم عدم وجوب کا استدلال کرتے ہو دیکھنا چاہیے۔ اُس کی یہ صورت ہے کہ ائمہ و حفاظِ حدیث کی صراحت و تحقیق کے موافق یہ جملہ جزو حدیث نبوی صلعم نہیں ہے عبداللہ بن مسعود رضؓ کا قول ہے جو عبارت حدیث میں مدرج ہو گیا ہے دارقطنی نے کتاب العلل میں ضبط کیا ہے کہ یہ حدیث حسن بن حُر نے قاسم بن مخیمرہ سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبداللہ سے روایت کی ہے اور حسن سے محمد بن عجلان و حسین جعفی و زہیر بن معاویہ و عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان چار اشخاص روایت کرتے ہیں۔ ان میں سے ابن عجلان و حسین جعفی کی روایت تو ذکر شہادتین پر ختم ہو جاتی ہے اور زہیر کی روایت جو ان کے بعض شاگردوں کے واسطہ سے منقول ہے وہ جملۂ مدرجہ فاذا قلت ذلك کے آخر فقرہ پر ختم ہوتی ہے لیکن شبابہ بن سوار ان کے دوسرے شاگرد نے اپنی روایت میں عن زهير قال ابن مسعود (زہیر سے روایت ہے کہ ابن مسعود نے کہا) کہکر اس قول ابن مسعود و حدیث نبوی صلعم میں تفریق و تفصیل کر دی ہے اور یہی طریقہ حسن بن حُر سے روایت کرتے ہیں ابن ثوبان نے اختیار کیا ہے۔ پھر بھی دارقطنی کتاب السنن میں اس حدیث کو بواسطہ زہیر عن الحسن بن حُر معہ زیادت روایت کر کے کہتے ہیں کہ بعض شاگردان زہیر نے اُن سے روایت حدیث کرنے میں اس جملہ مدرجہ کو کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وصل کر دیا ہے۔ لیکن شبابہ نے اُس میں تفریق و تفصیل کی ہے جو قریب صواب ہے اس لیے کہ حسن بن الحر سے ابن ثوبان کی روایت بھی اسی طرح پر ہے اور حسین جعفی و ابن عجلان و محمد بن

ابان کی روایت بھی بالاتفاق تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس کے علاوہ اور جن راویوں نے عبداللہ بن مسعود رضؓ کی حدیث تشہد علقمہ کے واسطے سے یا دوسرے تابعین کے ذریعہ سے روایت کی ہے ان کی روایت بھی تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ شبابہ کی سند سے حدیث روایت کرکے اس کی توثیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روایت ادراج کرنے والوں کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ غسان بن الربیع نے بھی ابن ثوبان سے روایت کرلی ہے شبابہ کی متابعت کرکے کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکلام ابن مسعود رضؓ میں فصل کردیا ہے۔

ابوبکر خطیب نے بھی اپنی کتاب الفصل للوصل میں اس حدیث ابن مسعود رضؓ کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ جو لوگ اس حدیث میں قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قول ابن مسعود رضؓ کا فصل کرتے ہیں وہی حق بجانب ہیں۔ اور امر صواب یہی ہے کہ یہ زیادت مدرج ہے۔ یہاں ہم پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وجوب صلوٰۃ کے بارے میں انھیں ابن مسعود رضؓ کے ایک قول کو مستند سمجھنا اور اس زیادت کو اس بنا پر کہ ان کا قول ہے رد کرنا عجیب بات ہے اگر وہ کلام نبی علیہ السلام کا ٹکڑا ہے تب تو تم پر نص ہے اور جو اس کو ابن مسعود رضؓ کا مقولہ سمجھتے ہو تو ایک قول کو اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑنا کونسا اصول ہے۔ بلکہ امر واقعی اگر یہی ہے کہ یہ ابن مسعود رضؓ کا مقولہ ہے تو اس سے وہ ان کا دوسرا قول جس کو تم نے ثبوت وجوب صلوٰۃ میں پیش کیا ہے باطل ہوا جاتا ہے۔ اس کا جواب چند وجوہ پر ہے ایک تو یہ کہ قاضی ابوالطیب نے فاذا قلت ھذا فقد قضیت صلوٰتک کے معنے قاربت التمام کے بتائے ہیں اور اس پر یہ دلیل ہے کہ نماز کے تمام نہ ہونے پر ہمارا سب کا اجماع ہے۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے اس لیے کہ اس جملے کی اخیر میں اختیار قیام وقعود کے متعلق جو الفاظ ہیں وہ اس مدعا کو بالکل ختم کیے دیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا موضوع صرف تعلیم تشہد ہے اس لیے کہ اس سے پہلے صحابہ رضؓ نماز میں السلام علی اللہ کہا کرتے تھے انھیں ان اللہ ھو السلام (سلام اللہ ہی کا نام ہے) سمجھا کر تشہد کی تعلیم دی گئی تاکہ آیندہ نماز میں وہ پہلا جملہ نہ کہیں اور بجائے اس کے یہ سکھایا ہوا تشہد پڑھا کریں۔ اس کے بعد فاذا قلت ذالک فقد تمت صلوٰتک کے یہ معنے ہوں گے کہ جب صلوٰۃ کے تمام واجبات قرأت رکوع وسجود وتسلیم وغیرہ تشہد کے ساتھ ملائے گئے تو نماز تمام ہوگئی کیونکہ اس میں سلام کی بھی جو فرائض صلوٰۃ سے ہے صراحت نہیں ہے اس کی مثال بعینہ انھا توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم صدقہ والی حدیث ہے یعنی فقراء میں وہ آٹھوں قسمیں مستحقین کی جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے شامل ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی دوسری مثال اس کی نماز میں بھول جانے والے کی حدیث ہے جس میں پہلے اس سے ارشاد فرمایا ارجع فصل فانک لم تصل پھر آپ نے جو کچھ وہ بھول گیا تھا اس کے ادا کرنے کا حکم صادر کیا اس کے بعد اذا قمت الی الصلوٰۃ فرما کر جو امور قابل تعلیم تھے وہ تعلیم فرمائے مگر تشہد وتسلیم کا ذکر نہ فرمایا۔ اگر مرف

اسی حدیث کے مذکورہ ارکان پر مدار کار رکھا جائے تو تشہد و تسلیم میں سے بھی کسی کا وجوب باقی نہیں تھا لیکن ایسا نہیں کیا جائیگا بلکہ اس کے مقابلہ میں وجوب تشہد و تسلیم کے لیے دوسری احادیث سے ثبوت پیش کیا جائیگا پس وہی حالت یہاں مسئلہ زیر بحث میں اس مقولے کی ہے یعنی جب اس حدیث کے مقابل میں اثبات وجوب تشہد کے لیے دوسری احادیث پیش کی جاسکتی ہیں تو مذکورہ بالا حدیث تشہد کے مقابلہ میں احادیث وجوب صلوٰۃ پیش کرنے سے کون امر مانع ہے۔ اسی طرح قائلین اذا قعد مقدار التشہد فقد تمت صلوٰتہ اور اذا رفع راسہ من السجدۃ الآخرۃ فقد تمت صلوٰتہ کی تردید دعوی میں آخر مدعیان فرضیت تشہد حدیث ابن مسعود رضہ پیش کرتے ہیں یا نہیں پھر اگر ہم بھی ان کے مقابلہ میں احادیث وجوب صلوٰۃ اسی طور سے پیش کریں تو کیا بیجا ہے اور کیا وجہ ہے کہ ان کا دعوے قابل قبول ہو اور ہمارا نہو جس طرح دوسری حدیث کی وجہ سے ان احادیث کے مفہوم پر اتمام نماز کا حصر نامکمن ہے اور اس حدیث کو ان کا متمم سمجھا جائیگا اسی طرح وہ قول جس کو ہم استدلالاً پیش کرتے ہیں اس دوسرے قول کا متمم ہے اور آپس میں کچھ تعارض نہیں۔ پھر یہ کہ ہمارا استدلال جو کتاب اللہ و سنت رسول و قرناً بعد قرنٍ عمل امت کے مطابق ہے تمھارے اس استدلال سے ہر طرح قوی ہے اور جو بعض فقہاء اس باب میں ہمارے مخالف ہیں ان کی مخالفت ایسی ہی ہے جیسی کہ بعض کی وجوب تشہد کے بارے میں لیکن حق اسی کی طرف ہے جس کے پاس دلیل ہو تیسرا جواب یہ ہے یہ اثر خواہ مرفوع ہو یا موقوف اس سے استدلال کرکے ہم پر حجت قایم کرنا کسی کے بوتے کا روگ نہیں ہے اس لیے کہ اذا قلت ہذا ہذا فقد تمت صلوٰتک کے مفہوم کو یا تو تم مقتصر مانوگے یا جملہ واجبات کی طرف مضاف پس اگر مقتصر مانتے ہو تو یہ امر محال و باطل ہے اور اگر مضاف سمجھتے ہو تو ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا کیونکہ مضاف ہونا کسی ایک یا چند امور کی جانب ان سے غیر کی جانب مضاف ہونے کا جس کے وجوب میں فضلاً عن النفی فقہا کا اختلاف ہے مانع نہیں ہے۔ دیکھو سلام اور تشہد کے لیے بیٹھنا امام مالک رح کے نزدیک تمام صلوٰۃ اور اس کے واجبات میں سے ہے لیکن اس اثر میں ان دونوں کا کہیں ذکر نہیں ہے اسی طرح اگر نماز میں کسی سے سہو ہوجائے تو اس کا پورا کرنا بھی واجبات صلوٰۃ سے ہے اس کی بھی توضیح اس اثر میں نہیں ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تشہد فرض نہیں ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ جب انسان بقدر قرأۃ تشہد بیٹھا رہا تو نماز پوری ہوگئی خواہ تشہد پڑھا یا نہیں پڑھا اور یہ ابن مسعود رضہ کی حدیث بغیر تشہد کے نماز کامل نہ ہونے کی دلیل ہے تو اس موقع پر اگر تمھارا یہ استدلال اس حدیث سے صیحح ہے کہ تشہد سے نماز مکمل ہوجاتی ہے درود شریف کی حاجت باقی نہیں رہتی تو جہاں تم عدم وجوب

تشہد کے قائل ہو وہاں یہی حدیث اُلٹی تم پر حجت ہو جاتی ہے اور اگر تمہارا یہ استدلال صحیح نہیں تو دوسرا قول
در باب معارضہ و نفی وجوب تشہد باطل ٹھیرتا ہے۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں تمہارا ہی قول باطل ہوا۔
اگر اس الزام سے مفر تلاش کر کے یہ کہتے ہو کہ قد تمت صلوٰتہٗ سے مقصود تمام استحباب ہے اور تمام وجوب
جلوس پر ختم ہو گیا تو یہ قول بھی قائلین نفی صلوٰۃ و قائلین وجوب صلوٰۃ کے باہمی تنازع میں فاسد ہے اس لیے
کہ نفی دوسری چیز ہے اور تمام استحباب و تمام وجوب کی بحث امر آخر ہے نفی کا معارضہ تمام استحباب و تمام
وجوب کے ساتھ نہیں ہو سکتا لہٰذا کسی طرح بھی تمہارا استدلال اس حدیث سے ہمارے مقابلے میں ٹھیک
نہ ٹھیرا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عمرو والی حدیث سے جسے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے جو عدم
وجوب صلوٰۃ پر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں اذا رفع راسہٗ من السجدۃ فقد مضت صلوٰتہٗ
واقع ہوا ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث معلول ہے اور اس میں چند علّتیں ہیں ایک تو یہ کہ ترمذی
نے اس کی نسبت لیس اسنادہ بالقوی وقد اضطربوا فی اسنادہ لکھا ہے دوسرے یہ کہ اس
حدیث کی روایت عبد الرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کے واسطے سے کی گئی ہے جنھیں بہت سے
ائمہ فن نے ضعیف کہا ہے تیسرے یہ کہ بکر بن سوادہ جو عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں ان کی
ملاقات عبد اللہ سے ثابت نہیں ہے اس بنا پر سند منقطع ہے چوتھے یہ کہ مضطرب الاسناد ہے
جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے پانچویں یہ کہ مضطرب المتن بھی ہے اس لیے کہ ایک جگہ تو اذا رفع راسہٗ
من السجدۃ فقد مضت صلوٰتہٗ وارد ہوا ہے اور ابو داؤد و ترمذی کی روایت میں اذا احدث الرجل
وقد جلس فی آخر صلوٰتہٖ کے الفاظ ہیں اور طحاوی نے اذا قضی الامام الصلوٰۃ فقعد فاحدث ھو
واحد ممن اتم الصلوٰۃ معہ قبل ان یسلم الامام فقد مضت صلوٰتہٗ فلا یعود فیھا کے الفاظ میں
روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اس طرح پر بھی روایت کی گئی ہے اذا رفع المصلی راسہٗ
من آخر صلوٰتہٖ وقضی تشہدہٗ ثم احدث فقد تمت صلوٰتہٗ ان سب روایتوں کا مدار افریقی پر
ہی ہے جن میں غالباً سوء حفظ کی وجہ سے انھوں نے گڑبڑ کی ہے۔ تیسری دلیل جو حضرت علی رضؓ کی
حدیث اذا جلس مقدار التشہد تمت صلوٰتہٗ سے پیش کی جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن
سعید نے اپنے مسائل میں لکھا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحؒ سے مسئلہ تشہد دریافت کیا تو انھوں
نے فرمایا اگر کوئی شخص تشہد بھول جائے تو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے میں نے کہا کہ حضرت علی رضؓ کی حدیث
میں تو صرف بقدر تشہد بیٹھنے کا ذکر ہے انھوں نے جواب دیا کہ وہ حدیث اور عبد اللہ بن عمرو رضؓ والی
حدیث دونوں صحیح نہیں ہیں، چوتھی حدیث عبد اللہ بن مسعود رضؓ کا جسے اعمش نے بواسطہ ابو وائل

اس طرح روایت کیا ہے ثم قال نو لیتخیر من الکلام۔ یہ جواب ہے کہ اس حدیث کو بھی بیان وجوب صلوٰۃ سے ساکت کہا جاسکتا ہے نہ کہ ان احادیث کا جن میں بیان وجوب ہے معارض۔ پانچویں فضالہ بن عبید والی حدیث درحقیقت نفی وجوب کی دلیل نہیں ہے بلکہ ہماری طرف سے اثبات وجوب میں نمبر حجت ہے اس لیے کہ اس میں صلوٰۃ کا امر بعینہ امر تشہد کی طرح وجوب کے لیے ہے ایک جگہ امر کو وجوب کے لیے ماننا اور بالکل ویسے ہی دوسرے مقام پر نہ ماننا دھاندلی ہے۔ اب اگر تشہد کے وجوب سے بھی انکار کرو تو ہم کہیں گے کہ یہی حدیث تشہد و صلوٰۃ دونوں کے وجوب کی حجت ہے۔ اور جب دلیل موجود ہے تو اس کا اتباع لازم ہے۔ اس کے بعد تمہارا یہ کہنا کہ اگر صلوٰۃ واجب ہوتی تو جس طرح مسئی کو اعادۂ صلوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اس کو بھی دیا جاتا اس کا یہ جواب ہے کہ اس شخص کو اعادہ کا حکم نہ دینے اور آیندہ کے لیے متنبہ فرما دینے سے ظاہر ہے کہ یہ شخص مسائل متعلقہ سے جاہل تھا بوجہ جہل اس کو معذور متصور فرما کر مستقبل کے لیے ہدایت فرما دی گئی اس حدیث سے دو مسئلوں کا استنباط ہوتا ہے ایک یہ کہ جاہل بوجہ جہل معذور ہے دوسرے یہ کہ امر سے مستقبل کے لیے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ آخر مسئی کو بھی تو کل گزشتہ نمازوں کے اعادہ کا حکم نہیں صادر فرمایا تھا صرف اُس ایک نماز کے دہرانے کا جو اُس نے آپ کے سامنے غلط طریقہ پر پڑھی تھی حکم فرمایا اس لیے کہ ابھی اس نماز کا وقت باقی تھا۔ پس اس کو گزشتہ نمازوں کے اعادہ کا حکم نہ دینا اور جلدی کرکے بلے ترتیب دعا مانگنے والے کو باترتیب اعادہ کا حکم نہ دینا دونوں کی حالت یکساں ہے۔ رہے احکام احادیث وہ آیندہ کے لیے دونوں پر واجب العمل ہیں۔ لہٰذا اس ہماری مستدلہ حدیث میں آپ کا امر صلوٰۃ وجوب کے لیے محکم و ظاہر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص نے حکم وجوب سنکر بغیر ارشاد نبوی صلعم خود نماز کا اعادہ کر لیا ہو یا یہ کہ نماز نفل ہو جسکا اعادہ واجب نہیں۔ یا اس کے سوا کوئی اور امر ہو بہر حال کسی محتمل و مشتبہ امر کی وجہ سے امر ظاہر محکم الدلیل ترک نہیں ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو تم مشترک الدلالہ کہہ سکتے ہو مگر پھر بھی ہماری طرف سے راجح الدلالہ ہو گی جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر مشترک الدلالہ ہے تو بھی تمہاری طرف سے حجت نہیں اور اگر ہماری جانب سے راجح الدلالہ ہے تو بھی تمہارے لیے مفید نہیں۔ رہا یہ استدلال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئی کو اس کی تعلیم نہیں فرمائی تھی اگر صلوٰۃ فرض ہوتی تو اس کی تعلیم فرمانا ضروری تھا اس کا جواب بھی کئی طرح پر ہے اول یہ کہ متاخرین علما جس جس امر کے منکر وجوب ہیں وہ سب یہی حدیث تائید میں پیش کرتے ہیں۔ یہی حدیث ہے جس سے نفی وجوب فاتحہ و تسلیم و صلوٰۃ و اذکار رکوع و سجود و ارکان اعتدال و تکبیرات انتقال پر حجت پیش کی جاتی ہے پس چاہیے کہ ان سب امور کو غیر واجب سمجھو مگر ایسا ہرگز نہیں کروگے۔ بات یہ ہے کہ اس قسم کا استدلال اس حدیث سے محض تساہل و استرسال کی بنا پر ہی امر واقعی

یہی ہے کہ یہ حدیث ان باتوں میں سے کسی ایک کی نفی وجوب کی حجت نہیں ہے ۔ غایت ما فی الباب یہ
ہے کہ اس کو ادلۂ وجوب سے ساکت کہا جا سکتا ہے اور ادلۂ وجوب سے ساکت ہونا ادلۂ وجوب کا تعارض
نہیں ہے اگر یہ کہا جائے کہ ضرورت کے موقع پر تاخیر بیان ناجائز ہے اور یہاں مقام بیان میں تاخیر واقع
ہوئی ہے جو مستلزم عدم وجوب ہے تو یہ بھی کسی کے کہنے کی بات نہیں اس لیے کہ اس کلیہ کے مطابق تشہد
وجلوس وسلام ونیت وقرأۃ واستقبال قبلہ اور اوقات مقررہ پر نماز پڑھنا جن جن امور کی صراحت حدیث
زیر بحث میں نہیں ہے سب کا وجوب ساقط ہوا جاتا ہے ۔ پھر بھی اگر ہٹ دھرمی سے باز نہ آؤ تو
ہم کہیں گے بہت بہتر ہے جس جس امر کا وجوب تم مانتے ہو اور اس کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے ۔ یہی
حدیث مُسئ اس وجوب کی نفی کی نص حجت ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث فضالہ رض میں صلوٰۃ کا حکم
وجوب کی دلیل ظاہر ہے برخلاف اس کے حدیث مُسئ میں اس کی تعلیم نہ فرمانا کئی امور پر محتمل ممکن ہے کہ مُسئ درود
پڑھنا خود نہ بھولا ہو یا یہ کہ اس وقت اس کا وجوب ہی نہ ہوا ہو یا یہ کہ جو اہم و معظم ارکان تھے ان کی تعلیم
آپ نے فرما دی باقی امور کی تعلیم کو اپنے طریقہ ادائے نماز کے مشاہدے یا تعلیم صحابہ پر موقوف رکھا ہو
جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم ایک دوسرے کو تعلیم مسائل کیا کرتے تھے یا خود حضور ہی کسی کو دوسروں کی
تعلیم پر مامور فرما دیتے تھے ان جملہ امکانات واحتمالات کی موجودگی میں اس حدیث کو مشتبہ مجمل ماننا
لازمی ہے اور کوئی مشتبہ مجمل اصولاً صریح محکم کا معارض یا اس پر مقدم نہیں ہو سکتا لہٰذا یوں بھی تمہارا
استدلال ٹھیک نہ ہوا ۔ اس کے بعد اپنے آخری مقولے کے متعلق جس میں تم نے کہا ہے کہ فرائض کا ثبوت
ہمیشہ دلائل صحیحہ سے جن کا اسی درجے میں کوئی معارض نہ ہو اور اجماع کامل سے ہوا کرتا ہے ہمارے دلائل
تو یہ کو بنظر انصاف دیکھو اور اقرار کرو کہ کہاں تک ہم حق بجانب ہیں پہلی دلیل اس مسئلہ میں آیت
ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہے اس لیے کہ اس
آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین عباد کو اپنے حبیب پاک پر صلوٰۃ وتسلیم کا حکم عام صادر فرمایا ہے
اور پھر امر جب تک کہ اس کی مخالف کوئی دلیل صحیح نہ ہو مستلزم وجوب ہے ۔ احادیث سے یہ ثابت ہو چکا
ہے کہ نزول آیت کے بعد جب صحابہ کرام نے یہ کہکر کہ سلام تو ہمکو معلوم ہے صلوٰۃ مامور بہا کس طور پر ادا کی
جائے آپ سے اس کی تعلیم حاصل کرنا چاہیے تو آپ نے اللھم صل علی محمد الخ ان کو تعلیم فرمایا اور
یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ اس سے پہلے جس سلام کی ان کو تعلیم فرمائی گئی تھی وہ وہی سلام ہے جو تشہد میں
پڑھا جاتا ہے پس دونوں امر اور دونوں تعلیم اور دونوں محل کا ایک ہی مخرج ہونا اپنی مشابہت تامہ
کی وجہ سے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جس صلوٰۃ وسلام کا حدیثوں میں ذکر ہے وہ وہی صلوٰۃ

بسلام ہے جس کا نماز سے تعلق ہے۔ ورنہ اس سلام کی تعلیم اگر عام اور ہر موقع کے لیے ہوتی تو ضرور تھا کہ صحابہ کرام رضو وفت حضوری السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا جملہ استعمال فرمایا کرتے حالانکہ سلام دخول کسی ایک موقع پر بھی سوائے السلام علیکم یا السلام علی رسول اللہ یا السلام علیک یا رسول اللہ کے ان الفاظ میں ادا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ صدر اسلام سے یہی مذکورہ جملے سلام کے لیے مستعمل تھے۔ اس سے زاید جو کچھ تعلیم فرمائی گئی (اور غیر نماز میں اس کا استعمال نہیں ہوا) وہ ہر طرح نماز ہی کے لیے مخصوص ثابت ہوتی ہے۔ اور پھر ابو اسحٰق کی روایت میں کیف نصلی اذ انحن صلینا علیک فی صلوٰتنا کا جملہ اس امر کو صاف کیے دیتا ہے کہ یہ صلوٰۃ نماز ہی سے متعلق ہے۔ اس جملے کی صحت پر ابن خزیمہ وابن حبان و حاکم و دارقطنی و بیہقی کے مانند حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے اس پر جو کچھ اعتراض اور ان کے جوابات ہیں وہ ابتدائے کتاب میں مفصل مذکور ہو چکے ہیں۔ پس جب یہ امر ہر طرح ثابت ہے کہ جس صلوٰۃ کے لیے صحابہ کرام نے استفسار کیا تھا اس کا نماز ہی سے تعلق ہے تو آیت کلام اللہ میں اس کے ساتھ امر ہر طرح مستلزم وجوب ہے۔ خصوصاً جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کے ساتھ ضم کر دئے جائیں امر وجوب زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام احمد رح نے بعد تامل اپنے پہلے مذہب سے باقرار وجوب رجوع کیا ہے۔ ہمارے اس استدلال پر چند اعتراض وارد ہوتے ہیں پہلا یہ کہ آپ کا ارشاد السلام کما علمتم دو باتوں کا محتمل ہے ایک تو یہ کہ اس ارشاد سے آپ کی مراد وہ سلام ہو جو نماز میں پڑھا جاتا ہے دوسرے یہ کہ حسب قول عبدالبر اس سلام سے نفس نماز کا سلام اخیر مقصود ہو دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اقتران وجوب سلام تشہد کی وجہ سے وجوب صلوٰۃ کے حکم میں دلالت اقترانی ہے اور دلالت اقترانی ہمیشہ ضعیف ہوا کرتی ہے تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ہم نہ وجوب سلام کے قائل ہیں اور نہ وجوب صلوٰۃ کے اس حالت میں تمہارا یہ استدلال ہم پر کیا حجت ہے یہ توجب ہی درست ہو سکتا ہے کہ ہم وجوب سلام کے قائل ہوں۔ ان اعتراضات کے یہ جواب ہیں پہلا اعتراض بالکل فاسد ہے اس لیے کہ الفاظ حدیث خود اپنے مفہوم کی صراحت کرتے ہیں بخاری شریف کی روایت میں قالوا ھذا السلام علیک یا رسول اللہ قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ علیک وارد ہوا ہے اور یہی مضمون ابوسعید رض کی حدیث کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آیت میں جس صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے سائل کا سوال اس کے متعلق تھا کہ نماز میں کیفیت سلام ہے۔ دوسرا اعتراض ایسے شخص کا ہے جو خود استدلال کو نہیں سمجھا ہے ہم نے دلالت اقتران کی بنا پر احتجاج نہیں کیا ہے بلکہ ہمارا استدلال حکم قرآن کی بنا پر ہے ذکر صلوٰۃ سے یہاں صرف اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ جس درود کی تعلیم سائلین نے آپ سے حاصل کرنا چاہی تھی وہ

نماز کا درود تھا۔ تیسرا اعتراض سب سے زیادہ ناقص وغیر قابل التفات ہے اس لیے کہ ادلہ کتاب وسنت کو لوگوں کے اقوال نہیں توڑا کرتے بلکہ وہ خود ان سے پاش پاش ہوجایا کرتے ہیں۔ جب صریح حدیث موجود ہو تو تم کو بغیر تسلیم وجوب چارہ کار ہی کیا ہے۔ **دوسری دلیل** ہماری اس مسئلہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشہد میں درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ہم کو حکم ہے کہ جس طرح تم ہمکو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح پڑھا کرو پس یہی دونوں حدیثیں اس کے وجوب کی دلیل ہیں پہلی حدیث کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس طریقہ سے روایت کیا ہے۔

عن ابراھیم بن محمد حدثنی سعد بن اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول فی الصلوٰۃ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم وبارك علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انك حمید مجید ٥

کعب بن عجرہ رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز میں یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھو متن حدیث)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ ابراہیم بن ابی یحیٰی کی نسبت کچھ کلام کیا جاتا ہے مگر ان کی توثیق ایک جماعت نے کی ہے جن میں سے امام شافعی وابن اصبہانی وابن عدی وابن عقدہ کی مثل بڑے بڑے لوگ ہیں دوسری حدیث بخاری شریف کی یہ روایت ہے۔

عن مالك بن الحویرث قال اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن شببۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ فظن انا اشتقنا الی اھلنا وسألنا عمن ترکنا فی اھلنا فاخبرناہ وکان رفیقاً رحیماً فقال ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم ومروھم وصلوا کما رأیتمونی اصلی واذا حضرت الصلوٰۃ فلیوذن احدکم ولیؤمکم اکبرکم ٥

مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی ہم عمر ونوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوکر بیس راتیں آپ کے مہمان رہے۔ آپ نے یہ خیال فرماکر کہ شاید ہم اہل وعیال سے ملنے کے مشتاق ہوں ان کے حالات ہم سے دریافت فرمائے ہم نے جو کیفیت تھی عرض کی آپ چونکہ طبعاً نہایت ہی شفیق ومہربان تھے ہم کو واپسی کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم لوگ وطن پہنچکر اپنے متعلقین کو (فوائد اسلام) کی تعلیم دو اور جس طرح ہمکو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

اسی طرح نماز پڑھا کرو۔ جب نماز کا وقت ہو تو ایک شخص
اذان دے اور جو سب میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

تیسری دلیل وہی فضالہ رض کی حدیث ہے جس کا ابتدائے باب میں ذکر کیا گیا ہے اس حدیث کو
امام احمد رح اور اہل سنن نے روایت کیا ہے ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اس استدلال
پر بھی چند اعتراض کیے جاتے ہیں پہلا اعتراض تو وہی ہے جو مع اپنے جواب کے گزر چکا ہے یعنی یہ کہ آپ
نے مصلی کو اعادۂ صلوٰۃ کا حکم نہیں فرمایا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ترمذی کی روایت سے اس شخص کے
دعا مانگنے کا واقعہ خارج از صلوٰۃ معلوم ہوتا ہے اور تمہارا استدلال نفس صلوٰۃ میں درود شریف پڑھنے کی
بابت ہے لہذا اس سے استدلال ٹھیک نہ ہوا جامع ترمذی کی وہ حدیث جو رشدین کے واسطے سے
روایت کی گئی ہے یہ ہے۔

بینا رسول اللہ قاعد اذ دخل رجل فصلی فقال اللھم اغفر لی وارحمنی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایھا المصلی اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ کما ھو اھلہ وصل علی ثم ادعہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر نماز پڑھی اور پھر اللھم اغفرلی وارحمنی کہا آپ نے فرمایا اے مصلی جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو خدا کی ایسی تعریف کر جس کا وہ سزاوار ہے پھر مجھ پر درود پڑھ اس کے بعد دعا مانگ۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ رشدین کو ابوزرعہ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے ضعیف راوی کا قول بجائے خود حجت
نہیں ہوتا چہ جائیکہ ثقات رواۃ کے مخالف ہو پھر ثقہ راوی کی روایت میں سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم
رجلا یدعو فی صلوتہ کے الفاظ ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ رشدین نے ہی یہ کب کہا ہے کہ اس دعا مانگنے
والے نے نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی تھی اس حدیث کا کونسا لفظ اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے فصلی
فقال اللھم اغفر لی کے یہ معنے کہ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی کسی صورت سے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ نفس
مضمون حدیث خود اس امر پر دال ہے کہ اس کو جو کچھ حکم دیا گیا تھا وہ حالت نماز ہی کے واسطے تھا
فلیبدء بتحمید اللہ کے الفاظ خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم نبوی صلعم نماز میں داخل ہونے کے متعلق
ہے نہ کہ خارج از صلوٰۃ حالت کے واسطے خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود حضور اکرم کی عام دعائیں
بحالت دخول فی الصلوٰۃ ہی ہوا کرتی تھیں جیسا کہ احادیث ابوہریرہ و علی و ابوموسی و عائشہ و ابن
عباس و حذیفہ و عمار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور ان کے خلاف کسی صحیح حدیث میں
آپ کا خارج از صلوٰۃ یہ دعائیں مانگنا ثابت نہیں صدیق رض نے بھی جب اپنے واسطے تعلیم دعا کا سوال

کیا تھا تو ان کے الفاظ یہی تھے یدعو بہ فی صلوٰتہ (ایسی دعا تعلیم فرمایئے جو میں نماز میں مانگا کروں) اس دعا مانگنے والے سے بھی جس کا حدیث میں ذکر ہے آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ سلام پھیر کر دعا مانگے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ فاحمد اللہ بما ھو اھلہ کا جملہ خود یہ ثابت کرتا ہے کہ اس سے مقصد اور اس کا موقع تشہد ہے اس لیے کہ اس سے پہلے اذ اصلیت فقعدت واقع ہوا ہے نماز کی حالت میں بیٹھنے اور خدا کی حمد کرنے کا سوائے قاعدہ تشہد اور التحیات پڑھنے کے کوئی دوسرا موقع ہی نہیں ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ صلوٰۃ و دعا حکم حمد و ثنا کے بعد غیر معین ہے تم بعد التشہد کی قید کہاں سے لگاتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں سوائے تشہد اخیر کے کوئی ایسا موقع ہی نہیں ہے جہاں بعد ثنا و حمد صلوٰۃ و دعا بالترتیب مشروع ہو چونکہ قیام و رکوع و سجود میں بالاتفاق یہ امور مشروع نہیں ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ اس کا موقع کل ارکان ختم کرنے کے بعد نماز میں جلسہ تشہد ہی کے اندر ہے۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے درود کے بعد دعا کا حکم دیا ہے اور دعا واجب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اسی کی طرح درود بھی واجب نہیں ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر دو باتوں کا حکم دیا جائے اور ان میں سے ایک کا عدم وجوب ثابت ہو تو کسی طرح بلا دلیل وہ دوسرے کے عدم وجوب کی مستلزم نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ حمد و ثنا کا وجوب قبل دعا ہے جس کا موقع سوائے تشہد کے دوسرا نہیں ہے آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور صحابہؓ نے اس کے فرض ہونے کی خبر دی ہے پس جبکہ حکم دعا کا اس سے اقتران اس کے وجوب کا مسقط نہیں ہے تو وجوب صلوٰۃ کا مسقط کس طرح ہو گا تیسرا جواب یہ ہے کہ تمھارا یہ کلیہ ہی کہ دعا واجب نہیں ہے سرے سے باطل ہے بہت سی دعائیں بیشک واجب ہیں اور بہت سی واجب نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من لم یسئل اللہ یغضب علیہ (جو خدا سے دعا نہ مانگے خدا اس پر ناراض ہوتا ہے) خدا کی ناراضی ترک واجب پر ہوتی ہے یا ارتکاب جرم پر۔ اس بنا پر دعائے توبہ و استغفار و ہدایت و عفو کو واجب سمجھا گیا ہے۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اگر نماز میں درود پڑھنا فرض ہوتا تو اس کا اظہار ایسے موقع کے لیے کہ ایک شخص کو آپ نماز میں بے درود پڑھے ہوئے دعا مانگتے ہوئے ملاحظہ فرما کر ہدایت فرمائیں موقوف نہ رکھا جاتا پہلے ہی سے سب کو اس کے وجوب کا علم ہونا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب مدعی ہیں کہ اس واقعہ یا اس حدیث سے صلوٰۃ کا وجوب ہوا ہے۔ اگر حدیث مسئی کے بھی یہی معنے لیے جائیں کہ اتمام رکوع و سجود و طمانیت کا حکم اس سے پہلے امت کو نہیں دیا گیا تھا تب تو تمھارا اعتراض درست ہو سکتا ہے ورنہ ہیچ ہے ان دونوں حدیثوں میں یہ موقع اس اعرابی اور اس مسئی کو تنبیہ کا ہے نہ کہ ابتدائے وجوب کا چھٹا

اعتراض یہ ہے کہ ابو داود و ترمذی نے حدیث فضالہ رضہ کو بالفاظ فقال لہ او لغیرہ روایت کیا ہے اگر صلوٰۃ ہر مکلف پر واجب ہوتی تو حرف ا و کے ساتھ حدیث میں اس کا بیان نہ ہوتا اس لیے کہ یہ حرف شک کے واسطے آتا ہے۔ یہ اعتراض چند وجوہ سے فاسد ہے اوّل یہ کہ ابن خزیمہ وابن حبان کی روایت صحیحہ میں آو نہیں ہے واؤ عاطفہ ہے۔ احمد و دارقطنی وبیہقی نے بھی واؤ عاطفہ ہی کے ساتھ روایت کیا ہے دوسرے یہ کہ اگر آو ہی تسلیم کیا جائے تو یہاں یہ حرف تخئیر کے لیے نہیں ہے تقسیم کے واسطے ہے جس طرح قرآن شریف کی اس آیت میں واقع ہوا ہے فلا تطع منهم آثما او کفورا یعنی آثم و کفور دونوں کی اطاعت نہ کر نہ یہ کہ ایک کی اطاعت نہ کر اور دوسرے کی کر۔ تیسرے یہ کہ حدیث اپنے عموم میں آپ کے ارشاد اذا صلے احدکم فلیبدا ء بتحمید اللہ کے موافق صریح ہے چوتھے یہ کہ نسائی وابن خزیمہ کی روایت میں ثم علمهم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور یہ اپنے حکم میں عام ہے۔

چوتھی دلیل ہماری تین حدیثیں ہیں جو اکٹھی ہو کر ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ دارقطنی کی حدیث ہے۔

حدثنا عمرو بن شمر عن جابر هو الجعفی عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا بریدة اذا صلیت فی صلوتك فلا تترکن التشهد والصلوٰة علیّ فانها زکوٰة الصلوٰة وسلم علی جمیع انبیاء اللہ ورسله وسلم علی عباد اللہ الصالحین ٥

(بریدہ کے بیٹے اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بریدہ جب تو نماز پڑھے تو تشہد اور درود کبھی ترک نہ کرنا اس لیے کہ مجھ پر درود پڑھنا نماز کی زکوٰۃ ہے اور تمام انبیاء و مرسلین وعباد صالحین پر سلام کہنا یعنی جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک وصاف ہو جاتا ہے ایسا ہی درود سے نماز کا تزکیہ ہو جاتا ہے)

دوسری حدیث بھی دارقطنی ہی کی ہے جسے وہ بطریق عمرو بن شمر جابر سے یوں روایت کرتے ہیں۔

قال الشعبی سمعت مسروق بن الاجدع یقول قالت عایشة رضی اللہ عنها سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم یقول لا یقبل اللہ صلوٰة الا بطهور وصلوٰة علیّ۔

(شعبی کہتے ہیں کہ میں نے مسروق کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ عایشہ رضہ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ خدا بغیر طہارت اور مجھ پر درود پڑھنے کے کوئی نماز قبول نہیں فرماتا۔)

عمرو بن شمر و جابر کی روایتیں اس قابل نہیں ہیں کہ اُن سے احتجاج کیا جا سکے اگرچہ جابر کو عمرو پر گونہ تفوق حاصل ہے تیسری حدیث بھی دارقطنی کی ہے جس کو اس طرح روایت کیا گیا ہے۔

حدثنا عبد المهیمن بن عباس بن سہل بن سعد عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یصل علی نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم۔	عبدالمہیمن اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص مجھپر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

طبرانی نے اس حدیث کو عبدالمہیمن سے بھی روایت کیا ہے اور ان کے بھائی اُبّی بن عباس سے بھی اگرچہ اُبّی ثقہ ہیں جن سے بخاری رح احتجاج کرتے ہیں لیکن یہ حدیث زیادہ تر عبدالمہیمن ہی کی روایت سے مشہور ہے اُبّی سے روایت ثابت نہیں اور یہ عبدالمہیمن غیر قابل احتجاج ہیں (یہ تینوں حدیثیں چونکہ باعتبار سند ضعیف ہیں ان میں سے کوئی ایک تنہا حجت مستقلہ نہیں البتہ ایک دوسری سے ملکر اصولا قابل اعتضاد واستدلال ہوسکتی ہیں) **پانچویں دلیل** ہماری یہ ہے کہ احادیث ابن مسعودؓ وابن عمرؓ و ابومسعودؓ انصاری سے جو پہلے گزر چکی ہیں وجوب صلوٰۃ ثابت ہے ان کے مقابلہ میں کسی صحابی سے کوئی قول عدم وجوب کے متعلق ثابت نہیں اور یہ امر مسلمہ ہے کہ صحابی کا قول جبتک کہ کوئی ویسا ہی قول اس کے مخالف نہو حجت ہے۔ خصوصًا اہل مدینہ واہل عراق (امام مالک وامام اعظم رح) کے اصول کے مطابق **چھٹی دلیل** ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک امت کا یہی عمل رہا ہے کہ بغیر درود نماز نہیں پڑھی جاتی اگر فی الحقیقت نماز میں آپ پر درود پڑھنا واجب نہوتا تو ہر زمانے اور ہر ملک میں اس کے پڑھنے پر ایسا اتفاق کامل ممکن نہ تھا۔ مقاتل رح نے جن کی نسبت امام احمد رح کا یہ مقولہ ہے کہ فن تفسیر میں تمام علما مقاتل کے عیال ہیں آیت الذین یقیمون الصلوٰۃ کی تفسیر میں کہا ہے۔

اقامتہا المحافظۃ علیہا وعلی اوقاتہا والقیام فیہا والرکوع والسجود والتشہد والصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی التشہد الاخیر۔	اس آیت میں اقامت کے معنے نماز اور اس کے اوقات اور پھر اس میں قیام ورکوع وسجود وتشہد کی اور جلسہ تشہد اخیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی پابندی ومحافظت کے ہیں۔

جو علماء درود پڑھنے کو واجب سمجھتے ہیں ان کا قول ہے کہ جب درود کا پڑھنا اقامت صلوٰۃ میں داخل اور مامور بہا ہے تو اُس کے واجب ہونے میں کیا شک باقی رہتا ہے پھر اس قول کی تائید میں چند عقلی دلائل بھی پیش کیے ہیں جن کے ذکر کی یہاں حاجت نہیں ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم اپنے مخالفوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے جو بہت سی باتیں بلا دلیل کامل نماز کے لیے واجب ٹھیرا رکھی ہیں تمہارے پاس ان کا کیا جواب ہے۔ دیکھو امام ابوحنیفہ رح وتر کو واجب فرماتے ہیں کیا اُن کی دلیل ہمارے ادلّہ

وجوب صلوٰۃ سے افضل یا ان کی برابر ہے پھر ایک حدیث مرسل کی بنا پر ان کے نزدیک قہقہہ لگانے سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ کیا ایک حدیث مرسل سے استدلال ہمارے ان دلائل کا مقاوم وحریف ہے اسی طرح قی اور نکسیر اور حجامت کے بعد امام صاحب موصوف کے نزدیک وجوب وضو کے جو دلائل ہیں ان میں سے کیا کوئی دلیل ہمارے دلائل کثیرہ و قویہ وجوب صلوٰۃ کا لگّا کھاتی ہے امام مالک رح ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز میں بعض باتیں فرائض و مستحبات کے درمیان ہیں جن کو فرض تو نہیں کہا جا سکتا مگر مستحبات سے ان کا درجہ بڑھا ہوا ہے جیسے سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کی قرارت تکبیرات انتقال و جلسہ اولی و جہر و اخفا وغیرہ جس کی تفصیل کتب مذہب میں مرقوم ہے ان امور میں سے کسی ایک کے ترک پر ان کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے۔ ان کے اصحاب ان امور کو سنت کہتے ہیں اور امام احمد رح نے ان کا نام واجب رکھا ہے۔ ان کے نزدیک بھی ان واجبات کے ترک پر سجدہ واجب ہے۔ اس حالت میں انصاف کرنا چاہیے کہ ان امور میں سے اکثر کے دلائل وجوب سے ہمارے دلائل وجوب صلوٰۃ اگر قوی نہیں ہیں تو اُن سے کمتر و ضعیف بھی نہیں ہیں۔ اس مسئلہ میں یہ دونوں فریق کے دلائل ہیں جن کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ امام شافعی رح پر اس باب میں جس کی تائید دلائل قویہ و آثار صریحہ سے ہوتی ہے تشنیع کرنا کسی طرح حق بجانب نہیں بلکہ سراسر باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل - دوسرا موقع درود شریف پڑھنے کا تشہد اول ہے۔ لیکن یہ موقع مختلف فیہ ہے۔ کتاب اُم میں امام شافعی رح سے یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی التشھد الاول کا حکم منقول ہے یہ ان کا مشہور مگر جدید مذہب ہے لیکن اس موقع پر درود پڑھنے کو وہ مستحب فرماتے ہیں واجب نہیں بتاتے۔ حسب روایت مُزنی ان کا قدیم مذہب یہ تھا کہ صرف تشہد پر اقتصار کیا جائے۔ یہی امام احمد و امام ابوحنیفہ و امام مالک رح کا مذہب ہے کہ قاعدہ اولے میں صرف تشہد پڑھنا چاہیے۔ امام شافعی رح کے قول ثانی کی تائید میں دارقطنی کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حدثنا موسی بن عبیدۃ عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشھد = التحیات الطیبات الزاکیات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ	ابن عمر رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ تشہد تعلیم فرماتے تھے پھر اپنے اوپر آپ درود پڑھتے تھے۔ (یعنی تنہا ذات مبارک پر بغیر ذکر آل وغیرہ کے جیسا کہ اس موقع کے لیے اس جماعت کا مذہب ہے)

فان محمداً عبدہٗ ورسولہ - ثم یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم-

اس کے سوا دارقطنی کی وہ دوسری حدیث بھی جس کو انھوں نے بریدہ سے روایت کیا ہے اور ابھی بیان کی گئی ہے اس قول کی مؤید ٹھیرائی جاتی ہے اس لیے کہ اس میں اذا صلیت فی صلوتک فلا تترکن الصلوٰۃ علیّ فیھا کا جملہ جلسہ اول وآخر دونوں کے لیے عام ہے ایک یہ دلیل قایم کی جاتی ہے کہ جس موقع پر سلام مشروع ہے وہاں صلوٰۃ بھی مشروع ہے - صحابہ کرام رضؓ نے جب آپ سے عرض کیا کہ سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے لیکن درود آپ پر کس طرح پڑھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سلام کے ساتھ مقرون ہے، اور جب وہ مقرون ہے تو ساتھ ہی ساتھ ہونا چاہیے - دوسرے یہ کہ جہاں آپکا ذکر ہو وہاں صلوٰۃ مستحب ہے اور تشہد اول آپ کے ذکر سے خالی نہیں اس لیے وہاں بھی صلوٰۃ مستحب ہونا چاہیے - اس کے علاوہ محمد بن اسحٰق کی حدیث میں کیف نصلّی علیک اذا نحن جلسنا فی صلوتنا کا جملہ ہر جلسہ کے لیے عام ہے - دوسرا فریق اس استدلال کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے نزدیک تشہد اول میں تخفیف جلوس مشروع ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلد اس جلسہ کو ختم فرماتے تھے کہ حدیث میں اس کی نسبت اذا جلس فیہ کانہ علی الرضف (آپ اس طرح بیٹھتے تھے کہ گویا گرم کنکریوں پر جلوس فرما رہے ہیں) وارد ہے پھر پہلے جلسے میں کہیں آپکا درود پڑھنا ثابت نہیں اور نہ امت میں سے کسی کو اس کی تعلیم فرمانا ثابت ہے اور نہ صحابہ رضؓ میں سے کسی نے اس کو مستحب کہا ہے - اگر صورت واقعہ تمھارے قول کے موافق ہوتی تو ضرور تھا کہ اس موقع پر بھی جلسہ اخیرہ کی طرح درود واجب ہوتا اور پورا درود شریف جس میں ذکر آل وبرکت وابراہیم وآل ابراہیم سب متعلقات شامل ہیں پڑھا جاتا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وغیر نماز جس جگہ کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی ہے ہر تعلیم میں آل کو اپنے ذکر کے ساتھ شامل فرمایا ہے کہیں تنہا ذات مبارک پر درود پڑھنے کا حکم نہیں دیا پھر حدیث فضالہ رضؓ کے موافق اُس کے آخر میں دعا بھی مشروع ہوتی اور تشہد اول وتشہد اخیر میں کوئی فرق نہ ہوتا - جن احادیث سے تم استدلال کرتے ہو اول تو موسیٰ بن عبیدہ وعمرو بن شمر وجابر جعفی کی روایت کی وجہ سے وہ ضعیف ہیں دوسرے تشہد اول کی ان میں کہیں صراحت نہیں - بلکہ ان کا تعلق امعان نظر سے جلسہ اخیرہ ہی کے ساتھ پایا جاتا ہے -

فصل - تیسرا موقع درود شریف پڑھنے کا آخر قنوت ہے - امام شافعی رحؒ اور ان کے ہم خیال اصحاب نسائی شریف کی اُس حدیث سے جس میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے چند کلمات تعلیم فرمائے اور یہ کلمات اللھم اھدنی

ضمن حدیث سے شروع ہو کر تبارکت ربنا وتعالیت وصلے اللہ علی النبی پر ختم ہوتے ہیں۔ استدلال استحباب کرتے ہیں۔ اس دعا کی تعلیم قنوت وتر کے لیے تھی مگر جس طرح قیاساً قنوت وتر سے صلوٰۃ فجر کی طرف منتقل کر لیا گیا ہے یہ دعا بھی قنوت فجر کی جانب منتقل کر لی گئی ہے۔ یہ حدیث ابو اسحٰق نے بھی بواسطہ ابو الحوراء حضرت حسن رضہ سے روایت کی ہے مگر اس میں وصلے اللہ علے النبی کا جملہ نہیں ہے۔ اور ابن وہب کی ایک بہت بڑی روایت کے موافق جس میں ماہ مبارک رمضان میں حضرت عمر رضہ کا مسجد میں رات کو تشریف لانا اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرما کر اُبی ابن کعب رضہ کو سب کی یکجاے جماعت کا امام بنانا پورا واقعہ ابتدائے جماعت تراویح کا اور اس کے نصف میں کفار پر بد دعا و لعنت اور مسلمانوں کے لیے دعا کرنے کا مذکور ہے۔ قنوت رمضان کے آخر میں فعل صحابہ سے صلوٰۃ کا استحباب ثابت ہے اور اسمٰعیل بن اسحٰق کی ایک روایت سے بھی جس کو وہ بسند متصل روایت کرتے ہیں یہ ثابت ہے کہ معاذ رضہ آخر قنوت میں صلوٰۃ پڑھتے تھے۔

فصل۔ چوتھا موقع درود شریف پڑھنے کا نماز جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد ہے جس کی مشروعیت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ بے درود کے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں یعنی واجب ہے یا مستحب امام احمد و امام شافعی رح کا مذہب یہ ہے کہ بغیر درود شریف کے نماز صحیح نہیں ہوتی چند احادیث عبادہ بن ثابت رضہ وغیرہ کی بنا پر ان کے نزدیک اس نماز میں درود پڑھنا واجب ہے۔ اور امام مالک و امام ابوحنیفہ رحمہا اللہ اس کو واجب نہیں فرماتے ان کے نزدیک صرف مستحب ہے۔ بعض اصحاب شافعی رح کا بھی یہی مذہب ہے قائلین وجوب کا استدلال ان احادیث سے ہے۔

انا مطرف بن مازن عن معمر عن الزھری قال اخبرنی ابو امامۃ بن سھل انہ اخبرہ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقراء بفاتحۃ الکتاب بعد التکبیرۃ الاولی سراً فی نفسہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یخلص الدعاء للجنازۃ فی التکبیرات لا یقراء فی شئ منھن ثم یسلم سراً فی نفسہ۔ (مسند امام شافعی)

ابو امامہ بن سہل رضہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی نے مجھے خبر دی ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام تکبیر کہکر آہستہ سورہ فاتحہ پڑھے پھر درود شریف پڑھے پھر اخلاص کے ساتھ مردے کے لیے دعا کرے گو ہر بار تکبیر کہتا جائے پھر آہستہ سے سلام پھیر دے اور ان تکبیرات میں کچھ قرآن شریف نہ پڑھے۔

دوسری حدیث = ثنا محمد بن المثنیٰ ثنا عبد الاعلی ثنا معمر عن الزھری قال سمعت ابا امامۃ بن سھیل بن حنیف یحدث عن سعید بن المسیب قال ان السنۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ان یقرء بفاتحۃ الکتاب ثم یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یخلص الدعاء للمیت حتی یفرغ ولا یقرء الا مرۃ واحدۃ ثم یسلم فی نفسہ =

= کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلعم لاسمعیل بن اسحٰق =

یہ وہی پہلی حدیث ہے اُس میں ابو امامہ رضہ نے جن صحابی سے حدیث سُنی تھی ان کا نام مبہم تھا اگرچہ صحابی کے نام کا ابہام اصولاً صحت حدیث میں مخل نہیں لیکن اس دوسری روایت کی سند میں وہ ابہام بھی باقی نہیں رہا۔ فالحمد للہ۔

ابو امامہ رضہ خود بھی صحابی ہیں مگر اس حدیث کو وہ دوسرے صحابی سے روایت کرتے ہیں اس صورت میں یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے = مترجم

صاحب مغنی نے اپنی کتاب میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضہ نے مکہ میں ایک جنازہ کی نماز پڑھانے میں تکبیر اولے کے بعد جہر سے قرأۃ فرمائی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر میت کے لیے اچھی طرح دعا کرنے کے بعد نماز ختم کردی۔ تیسری حدیث موطا یحییٰ بن بکیر کی۔

ثنا مالک بن انس عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سال ابا ھریرۃ کیف نصلی علی الجنازۃ فقال ابو ھریرۃ رضہ انا لعمر اللہ اخبرک اتبعھا من اھلھا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ تعالیٰ وصلیت علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم اقول اللھم انہ عبدک وان عبدک کان یشھد ان لا الٰہ الا انت وان محمداً عبدک ورسولک وانت اعلم بہ اللھم ان کان محسناً فزد فی احسانہ وان کان مسیئاً فتجاوز عن سیئاتہ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہٗ =

سعید بن ابو سعید مقبری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضہ سے دریافت کیا کہ ہم جنازے کی نماز کس طرح پڑھا کریں انھوں نے کہا بیشک میں تمھیں بتاتا ہوں اس لیے کہ میں دوسروں سے اس کا زیادہ جاننے والا ہوں جب جنازہ تیار ہوکر رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہکر خدا کی حمد کرتا ہوں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں پھر یہ دعا مانگتا ہوں = یا اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا تیری وحدت اور تیرے رسول کی رسول کی رسالت پر گواہی دیتا تھا۔ تو اس کے حال سے خوب واقف ہے۔ اے اللہ اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی بھلائیوں میں اضافہ فرما اور اگر گنہگار ہے تو اس کی خطائیں معاف فرما اے اللہ ہمکو اس غم کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے مرنے کے بعد ہمکو فتنے میں مبتلا نہ فرما۔

چوتھی حدیث بروایت ابوذر ہروی۔

انا ابوالحسن بن ابی سھل السرخسی انا ابوعلی احمد
بن رزین ثنا علی بن حشرم ثنا انس بن عیاض
عن اسمٰعیل بن رافع عن رجل قال سمعت
ابراھیم النخعی یقول کان ابن مسعود اذا اُتی
بجنازۃ استقبل الناس وقال یا ایّھا الناس
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
لکل مائۃ امۃ ولم یجتمع مائۃ لمیت فیجتھدون
له الدعاء الا وھب اللہ ذنوبه وانکم جئتم
شفعاء لاخیکم فاجتھدوا فی الدعاء ثم یستقبل
القبلۃ فان کان رجلا قام عند راسه وان
کانت امرأۃ قام عند منکبیھا ثم قال اللھم
عبدك وابن عبدك انت خلقته وانت ھدیته
للاسلام وانت قبضت روحه وانت اعلم
بسریرته وعلانیته جئنا شفعاء له اللھم انا
نستجیر بحبل جوارك له فانك ذو وفاء وذو
رحمة اعذہ من فتنة القبر وعذاب جھنم
اللھم ان کان محسنا فزد فی احسانه وان
کان مسیئا فتجاوز عنه سیئاته اللھم نور له
فی قبرہ والحقه بنبیه قال یقول ھذا کلما کبّر
واذا کانت التکبیرۃ الآخرۃ قال مثل ذلك
ثم یقول اللھم صل علی محمد وبارك علی محمد

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ابن مسعود رض نماز جنازہ پڑھانے
سے پیشتر حاضرین کی جانب مخاطب ہوکر کہا کرتے تھے
ایہا الناس میں نے سَو آدمیوں کی نسبت جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت فرماتے ہوئے
سُنا ہے[ل]۔ (یعنی سَو انسانوں کی جماعت پر لفظ امت
کا اطلاق ہے) جب سَو آدمی جمع ہوکر کسی میّت کے
لیے دعا کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان کی سفارش سے
اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ تم لوگ اپنے بھائی
کی شفاعت کے لیے جمع ہوئے ہو لہذا خوب دل لگا کر
اس کے لیے دعا کرو۔ اس کے بعد اگر میّت مرد ہوتا تو اس کے
سر کے مقابل اور جو عورت ہوتی تو اس کے کندھوں کے سامنے
قبلہ رُخ کھڑے ہوکر کہتے تھے کہ یا اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے
بندے کا بیٹا ہے تو نے ہی اس کو پیدا کیا تھا اور تو نے ہی
اس کو اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور اب تو نے ہی
اس کی روح قبض فرمائی ہے اور تو ہی اس کی کھلی ڈھکی
باتوں سے واقف ہے۔ ہم تیرے دربار میں اس کی
شفاعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ تیرا جوار جو اس کو
حاصل ہونے والا ہے اس کے واسطہ سے تجھ سے التجا
کرتے ہیں اس لیے کہ تو بڑا ہی بات کا دھنی اور وعدے
کا سچا رحمت والا ہے کہ فتنہ قبر اور عذاب جہنم سے اس
کو پناہ دے اگر یہ نکوکار ہے تو اس کی نیکیاں بڑھا دے

ملہ یہ اشارہ ہے اس ارشاد نبوی صلعم کی طرف ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلھم یشفعون له
الا شفعوا فیه۔ (کسی میت پر مسلمانوں کی ایک امت جس کی تعداد سَو نفوس پر پہنچے نماز پڑھ کر اس کے لیے شفاعت نہیں
کرتی کہ اس کی شفاعت قبول نہ کی جاتی ہو) رواہ مسلم ۱۲

كما صليت وبارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید اللهم صل علی اسلافنا وعلی افراطنا اللهم اغفر للمسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات الاحیاء منهم والاموات۔ ثم ینصرف ۵

اور اگر گنہگار ہے تو اس کے گناہ معاف فرما۔ یا اللہ اس کی قبر کو نورانی کردے اور اس کو اس کے نبی پاک کی قربت نصیب فرما۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ ہر تکبیر کے ساتھ یہ دعا شامل کرتے تھے اور آخری تکبیر میں اس دعا کے ساتھ یہ درود پڑھتے تھے (جو عبارت متن میں لکھا ہوا ہے) پھر سلام پھیر دیتے تھے۔

ابراہیم رح کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضہ نماز جنازہ اسی طریقہ سے تعلیم فرماتے تھے اور مجلس (نام کتاب) میں روایت ہے کہ ابن مسعود رضہ سے دریافت کیا گیا۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، بعد دفن قبر پر قیام فرما کر کوئی دعا مانگتے تھے انھوں نے کہا ہاں جب دفن سے فراغت ہوجاتی تھی تو آپ قیام فرما کر یہ دعا مانگتے تھے۔

اللهم نزل بك صاحبها وخلف الدنیا وراء ظهره ونعم المنزول به اللهم ثبت عند المسألة منطقه ولا تبتله فی قبره بما لا طاقة له به اللهم نور له قبره والحقه بنبیه صلی الله علیه وسلم۔

یا اللہ یہ قبر والا دنیا کو پیچھے چھوڑ کر تیرا مہمان ہوا ہے۔ کیا ہی اچھا اس کا میزبان ہے۔ یا اللہ سوال (نکیرین) کے وقت اس کی زبان کو (صحیح جواب دینے کے لیے) ثابت رکھ اور جو امور اس کی طاقت سے زیادہ ہیں ان کے ساتھ اس کو قبر میں تکلیف نہ دے۔ اس کی قبر روشن فرما دے اور اس کو اس کے نبی صلعم کے روزمرہ میں داخل فرمانا۔

ان تمام آثار و اخبار سے واضح ہے کہ جس طرح تشہد اخیر میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اسی طرح نماز جنازہ میں اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ مسائل عبداللہ بن احمد میں ان کے والد (امام احمدؒ) کا یہ قول منقول ہے کہ نماز جنازہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ملائکہ مقربین پر درود پڑھا جائے۔ قاضی (کہتے ہیں کہ اس موقع پر یوں کہنا چاہیے۔ اللهم صل علی ملئکتك المقربین وانبیائك والمرسلین واهل طاعتك اجمعین من اهل السموات والارضین انك علی كل شئ قدیر ۵

فصل پانچواں موقع درود شریف پڑھنے کا جمعہ و عیدین و استسقاء وغیرہ کے خطبات ہیں۔ ائمہ کبار کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ خطبے بغیر درود شریف کے درست ہوتے ہیں یا نہیں بقول امام

لعہ غالباً قاضی ابوالحسین کی جانب اشارہ ہے جو اصحاب امام احمدؒ میں سے ہیں اور ان کے مسائل کے جامع و مدون بھی ہیں ۱۲

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رح کے مشہور مذہب کے موافق کوئی خطبہ بغیر صلوٰۃ درست نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رح و امام مالک رح کے نزدیک درست ہے امام احمد رح کا دوسرا قول اس مذہب کا مؤید ہے قائلین وجوب کی دلیل آیت الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظھرك ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر میں ابن عباس رض کا یہ قول ہے رفع اللہ ذکرہ فلا یذکر الا ذکر معه (خدا نے آپ کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی ہے جب خدا کا ذکر ہو آپ کا ذکر اس کے ساتھ ضروری ہے) مگر یہ دلیل کلام سے خالی نہیں اس لیے کہ کلمات شہادت میں جن میں خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ساتھ ہی ساتھ ہے یہ بات حاصل ہے اگر کہا جائے کہ کسی خطبہ میں کلمات شہادت ادا نہ کیے جائیں تو وہاں درود اس تفسیر کا منشاء پورا کریگا۔ تو یہ دفع دخل بھی ٹھیک نہیں اس لیے کہ شہادت خطبات کے لیے قطعی واجب بلکہ ان کا رکن اعظم ہے۔ حدیث ابوہریرہ رض میں جس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے آپ کا یہ ارشاد موجود ہے کل خطبة لیس فیھا تشھد فھی کالید الجذماء (ہر ایسا خطبہ جس میں کلمہ شہادت نہ ہو کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے) اس مقولہ ابن عباس رض کو جو فی الحقیقت وجوب تشہد کی دلیل ہے اس موقع پر وجوب صلوٰۃ کی دلیل سمجھنا بالکل ضعیف ہے۔ یونس نے بواسطۂ شیبان قتادہ سے اس آیت کی یہ تفسیر روایت کی ہے رفع اللہ ذکرہ فی الدنیا والآخرۃ فلیس خطیب ولا متشھد ولا صاحب صلوٰۃ الا ینادی بھا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ (خدائے تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ہر جگہ آپ کا ذکر بلند کیا ہے کوئی خطیب کوئی شہادت کہنے والا کوئی نماز پڑھنے والا ایسا نہیں ہے جو ان مواقع میں کلمہ شہادت نہ پڑھتا ہو) عبد بن حمید بسند عمرو بن عون عن ہشیم عن جویبر اس آیت کی تفسیر میں ضحاک کا یہ قول روایت کرتے ہیں اذا ذکرتُ ذکرتَ معی ولا یجوز خطبة ولا نکاح الا بذکرك (جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ضرور کیا جائیگا کوئی خطبہ کوئی نکاح بغیر تمہارے ذکر کے جایز نہیں ہے) مجاہد رض کا قول بھی جس کو عبد الرزاق نے ابن جریج سے

---

[۵] ابن جریر نے ورفعنا لك کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے حدثنی یونس اخبرنا ابن وھب اخبرنا عمرو بن الحرث عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انه قال اتانی جبریل فقال ان ربی وربك یقول کیف رفعت ذکرك قال اللہ اعلم قال اذا ذکرتُ ذکرتَ معی (ابوسعید خدری رض سے روایت ہے وہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میرے پاس آکر کہا کہ میرا اور آپکا رب فرماتا ہے تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ خدا ہی جاننے والا ہے۔ (بقیہ حاشیہ بصفحہ آیندہ)

بواسطہ ابن عنیا اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے اسی کے قریب ہی وہ فرماتے ہیں لا اذکر الا ذکرت معی الاذان اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ارسول اللہ (میرا ذکر کہیں نہ ہوگا کہ تمہارا ذکر اس کے ساتھ نہ کیا جائے اس سے مراد وہ تشہد ہے جو اذان میں پڑھا جاتا ہے) ان سب اقوال و تفاسیر سے ظاہر ہے کہ یہ خطبات میں تشہد کے ضروری و واجب ہونے پر دال ہیں جو خطبہ کا رکن اعظم ہے نہ کہ وہاں وجوب صلوٰۃ پر۔ البتہ مشروعیت صلوٰۃ کی دلیل یہ حدیث ہوسکتی ہے جسے عبد اللہ بن احمد نے اپنے پدر بزرگوار امام احمدؒ سے روایت کیا ہے۔

حدثنا منصور بن مزاحم ثنا خالد حدثنی عون بن ابی جحیفۃ کان ابی من شرطی وکان تحت المنبر فحدثنی انہ صعد المنبر یعنی علیاؓ فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر والثانی عمرؓ وقال یجعل اللہ الخیر حیث یشاءہ

عون بن ابی جحیفہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ حضرت علی رضؓ کی صاحب شرطہ (محافظ سپاہ ست دین یعنی محتسب) تھے ان کی جائے قیام منبر کے قریب ہوا کرتی تھی انھوں نے کہا کہ حضرت علی رضؓ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر کہا کہ بہترین امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضؓ تھے ان کے بعد عمرؓ کا درجہ ہے۔ پھر خیر کا تعین کسی کے واسطے نہیں ہے خدا جسے جیسا چاہے ویسا رتبہ دے۔

دوسری حدیث بروایت محمد بن الحسن بن جعفر الاسدی ؛

ثنا ابو الحسن علی بن محمد الحمیدی ثنا عبد اللہ بن سعید الکندی ثنا عبید بن عبد الرحمٰن الرواسی قال سمعت ابی یذکر عن ابی الاسحٰق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ انہ کان یقول

ابو الاحوص سے روایت ہے کہ عبد اللہ رضؓ خطبہ صلوٰۃ سے فارغ ہوکر (یعنی آخر خطبہ میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ ایمان کو ہمارا محبوب بنا دے اور بہترین طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٨٩) انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی یہ صورت ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی کیا جائیگا۔ چنانچہ اذان اقامت و خطبات جمعہ و عیدین و نکاح و ایام تشریق و رمی جمار و صفا و مروہ پر ایسا ہی ہوتا ہے اور قرآن میں اکثر مواقع پر ایسا ہی واقع ہوا ہے۔ اس حدیث کو ابو یعلی و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و ابن مردویہ و ابو نعیم نے بھی اپنی اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ ماخوذ از ابن کثیر و فتح البیان ١٢

بعد ما یفرغ من خطبة الصلوٰة ویصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم اللھم حبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون اللھم بارک لنا فی اسماعنا وابصارنا وازواجنا وقلوبنا وذریاتنا۔

اس کو ہمارے دلوں میں جاگزین فرما اور نافرمانی اور بری باتوں اور گناہ کی نفرت ہم میں پیدا کر دے (جو لوگ ایسے ہیں) وہی اچھا رتبہ پانے والے ہیں اے اللہ ہماری سماعت ہماری بصارت ہمارے ازواج ہمارے دلوں ہماری اولاد میں برکت دے۔

تیسری حدیث بروایت دارقطنی ابن لہیعہ کی سند سے۔

عن الاسود بن المالک الحضرمی عن یحیی بن ذاخر المعافری قال رکبت انا ووالدی الی صلوٰة الجمعة فذکر حدیثا وفیہ فقام عمرو بن العاص المنبر فحمد اللہ واثنے علیہ حمدا موجزا وصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ووعظ الناس فامرھم ونھاھم۔

یحیی بن ذاخر معافری نے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ (اپنے مسکن سے شہر میں) نماز جمعہ پڑھنے کے لیے آیا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے تھے وہ بیان کرکے کہا۔ عمرو بن عاص رض نے خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر چڑھکر خدا کی حمد و ثنا نہایت جامع الفاظ میں کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر لوگوں کو وعظ و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماکر خطبہ تمام کیا۔

اس باب میں ایک حدیث ضبہ بن محسن رض کی بھی روایت کی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو موسی اشعری رض نے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھکر حضرت عمر رض (خلیفہ وقت) کے لیے دعا کی ضبہ رض نے تنہا خلیفہ وقت کے لیے بغیر ابو بکر رض کا ذکر کئے ہوئے دعا مانگا اچھا نہ سمجھکر ان پر اعتراض کیا جب باہم تصفیہ نہ ہوا تو اس جھگڑے کا مرافعہ حضرت عمر رض کے سامنے کیا گیا۔ آپ نے ضبہ رض کے حق میں فیصلہ فرماکر کہا انت اوثق وارشد (تم راہ راست پر ہو اور ٹھیک کہتے ہو) ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خطبات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اُس زمانے میں عام طور پر رائج اور صحابہ کرام رض کا معمول تھا مگر اثبات وجوب کے لیے اس سے زیادہ زبردست دلیل کی ضرورت ہے۔

فصل۔ چھٹا موقع درود شریف پڑھنے کا اذان کا جواب دینے اور اقامت صلوٰة کے بعد ہے۔ پہلی شق کا ثبوت عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث میں جس کو مسلم رح نے روایت کیا ہے موجود ہے (یہ حدیث چونکہ باب اول میں گزر چکی ہے اس لیے یہاں اعادہ نہیں کیا گیا) دوسری شق کی دلیل حسن

بن عرفہ کی روایت ہے۔

حدثنی محمد بن یزید الواسطی عن العوام بن حوشب ثنا منصور بن زاذان عن الحسن قال من قال مثل ما یقول المؤذن فاذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ قال اللھم رب ھذہ الدعوۃ الصادقۃ والصلوٰۃ القائمۃ صل علی محمد عبدک ورسولک وابلغہ درجۃ الوسیلۃ فی الجنۃ = دخل فی شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

منصور بن زاذان حسن سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص موذن کے کلمات اذان (اقامت کے وقت) سُن کر اعادہ کرے اور قد قامت الصلوٰۃ سُننے کے بعد یہ دعا مانگے (دیکھو متن حدیث) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہوگا۔

دوسری روایت یوسف بن اسباط۔

بلغنی ان الرجل اذا اقیمت الصلوٰۃ فلم یقل اللھم رب ھذہ الدعوۃ المستمعۃ للستجاب صل علی محمد وزوجنا من الحور العین = قالن الحور العین ما ازھدک فی الدنیا ہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب اقامت کہی جائے اور کوئی شخص یہ دعا (دیکھو متن حدیث) نہ مانگے تو حوریں اس سے کہتی ہیں تو کس قدر دنیا میں مشغول ہے (یعنی اپنی جانب اُس کی لاپرواہی سے تعجب کرتی ہیں)

اجابت موذن (موذن کے کلمات سُن کر دوہرانے) کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ سنتیں مروی ہیں۔ جن میں سے تین کا ذکر عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں ہے (یعنی اذان سُن کر کلمات اذان کا دوہرانا۔ درود شریف پڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے وسیلہ مانگنا) چوتھی سنت حسب حدیث سعد بن وقاص رض جس کو امام مسلم رح نے روایت کیا ہے کلمہ شہادت کا پڑھنا اور رضا کا اقرار ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من قال حین یسمع المؤذن = اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ رضیت باللہ رباً وبمحمد رسولاً وبالاسلام دینا۔ الا غفر لہ ذنبہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اذان سُن کر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباً وبمحمد رسولاً وبالاسلام دینا۔ کہیگا خدا اس کے گناہ معاف کردیگا۔

پانچویں سنت اجابت ودرود و دعائے وسیلہ کے بعد اپنے لیے دعا مانگنا ہے۔ سنن ابوداؤد ونسائی میں عبداللہ بن عمرو رض سے مروی ہے۔

ان رجلاً قال یارسول اللہ ان المؤذنین یفضلوننا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قل کما یقولون فاذا انتھیت فسل تعطہ ۵	ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ موذن لوگ (ثواب اذان کی بدولت) ہم سے بڑھ جاتے ہیں آپ نے فرمایا تو بھی وہی کہو جو موذن کہتا ہے اور جب تمام کرلے تو دعا مانگ جو قبول ہوگی۔

اس بارے میں عبداللہ بن جابر رضؓ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جس کو مسند میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من قال حین ینادی المنادی اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ القائمۃ والصلوٰۃ النافعۃ صل علےٰ محمد وارض عنہ رضیً لا سخط بعدہ استجاب اللہ لہ الدعوۃ ۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص موذن کی اذان سن کر (کلمات متن حدیث) کہے اس کی دعا خدا قبول فرماتا ہے۔

ایک اور بھی حدیث ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں ابوامامہ رضؓ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا سمع الاذان قال: اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ المستجابۃ المستجاب لھا دعوۃ الحق و کلمۃ التقوی توفنی علیھا واحینی علیھا واجعلنی من صالحی اھلھا عملاً یوم القیامۃ ۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذان سنکر (کلمات مندرجہ متن حدیث) فرمایا کرتے تھے۔

فصل ساتواں موقع درود شریف پڑھنے کا دعا مانگنے کا وقت ہے۔ اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ حمد خدا کے بعد دعا سے قبل پڑھے دوسری یہ کہ اول و آخر و وسط دعا میں تین جگہ پڑھے تیسری یہ کہ دعا کو درمیان میں رکھکر اول و آخر دعا میں پڑھے پہلی صورت کی دلیل فضالہ بن عبید کی حدیث کا جو پہلے باب میں مذکور ہے یہ آخری جملہ ہے۔ اذا دعا احدکم فلیبدا بتحمید اللہ والثناء علیہ ثم لیصل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم لیدع بما شاء (ترجمہ حدیث کے مقابل باب اول میں دیکھو) اس کے بعد یہ ترمذی شریف کی حدیث بھی اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

حدثنا محمود بن غیلان ثنا یحیےٰ بن آدم ثنا ابوبکر بن عیاش عن عاصم عن زر عن عبداللہ	عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر و عمر

قال کنت اصلی والنبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر معہ فلما جلست بدأت بالثناء علی اللہ ثم بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم دعوت لنفسی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سل تعطہ ٥

رضی اللہ عنہما کے تشریف رکھتے تھے جب میں بیٹھا تو خدائے تعالیٰ کی تعریف شروع کر کے آپ پر درود پڑھا اس کے بعد اپنے لیے دعا مانگی آپ نے ارشاد فرمایا سوال کر (یعنی دعا مانگ) دیا جائیگا (یعنی دعا قبول ہوگی)

عبدالرزاق نے بھی اس بارے میں حدیث روایت کی ہے۔

انا معمر عن ابی اسحٰق عن ابی عبیدۃ عن عبداللہ بن مسعود قال اذا اراد احدکم ان یسأل اللہ فلیبدأ بحمدہ والثناء علیہ بما ھو اھلہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسأل بعد فانہ اجدر ان ینجح او یصیب ٥

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب کوئی انسان دعا مانگنے کا قصد کرے تو چاہیے کہ خدا کی الٰہی حمد و ثنا سے ابتدا کرے جس کا وہ اہل ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اس کے بعد دعا مانگے (اگر ایسا کریگا تو) کاربرآری یا مطلب پر فائز ہونے کا وہ سزاوار ہے (راوی کو شک ہوا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے کونسا لفظ سنا تھا اس لئے دونوں بیان کر دئے)

اس حدیث کو شریک نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی سند اس طرح پر ہے۔ عن ابی اسحٰق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ۔ (چونکہ دوسری صورت کے مقابلے میں بربنائے روایات تیسری صورت اہم ہے لہذا مصنف اس کو مقدم فرما کر لکھتے ہیں) تیسری صورت کی دلیل جابر بن عبد اللہ رض کی حدیث ہے جس میں لا تجعلونی کقدح الراکب کے بعد وقال اجعلونی فی وسط الدعاء وفی اولہ وفی آخرہ کے الفاظ ہیں (یہ حدیث بروایت احمد بن عمرو پہلے باب میں گزر چکی ہے یہاں مصنف رح نے اس کو بروایت عبدالرزاق اس سند سے نقل فرمایا ہے فقال عبد الرزاق عن الثوری عن موسی بن عبیدہ عن محمد بن ابراھیم التیمی عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ جس کا متن بخیال تکرار حذف کیا گیا پھر صورت اول کی تائید میں فرماتے ہیں) حضرت علی رض کی حدیث ما من دعاء الا بینہ وبین اللہ حجاب حتی یصلی علی محمد صلعم اور عمر رض کا ارشاد والدعاء موقوف بین السماء والارض لا تصعد منہ شئ حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گزر چکا ہے۔ ایک حدیث عبد اللہ بن بسر رض کی یہاں تحریر کی جاتی ہے جسے احمد بن علی بن شعیب نے روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن حفص ثنا الجراح بن یحیی حدثنی عمرو بن عمرو قال سمعت عبد اللہ بن بشر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء کلہ محجوب حتی یکون اولہ ثناء علی اللہ عز وجل و صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یدعو یستجاب لدعائہ ٥

عمرو بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن بشر رض کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر دعا محجوب ہوتی ہے (یعنی باب اجابت تک نہیں پہنچتی) جبتک کہ اس سے پیشتر خدائے تعالیٰ کی ثنا نہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے (اگر ایسا کیا تو جو) دعا کی جائے گی قبول ہوگی۔

یہ عمرو بن عمرو احموسی ہیں عبد اللہ بن بشر رض سے انھوں نے دو حدیثیں سُنی ہیں ایک تو یہی ہے دوسری وہ ہے جسے طبرانی نے معجم کبیر میں یوں روایت کیا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استفتح اول نہارہ بخیر وختمہ بالخیر قال اللہ عز وجل لملٰئکتہ لا تکتبوا علیہ ما بین ذلک من الذنوب ٥

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص صبح کو اُٹھکر اور شام کے وقت دعائے خیر[1] مانگے خدائے تعالیٰ اُس کی نسبت اپنے فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ جو گناہ ان دونوں اوقات کے درمیان اس سے سرزد ہوئے ہیں وہ نامۂ اعمال میں نہ لکھو۔

بہرحال درود شریف دعا کے لیے ایسا ہی ضروری ہے جیسی کہ نماز کے لیے سورۃ فاتحہ۔ جس قدر دعا کے موقع بیان کیے گئے ہیں ان سب میں قبل دعا درود شریف مشروع ہے اور جس طرح طہور (یعنی وضو وغسل) نماز کی کنجی ہے اسی طرح درود کو دعا کی کنجی سمجھنا چاہیے فصل اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیماً۔

دوسری صورت کی دلیل یہ احمد بن ابی الحوار کی روایت ہے۔

سمعت ابا سلیمان الدارانی یقول من اراد ان یسأل اللہ حاجتہ فلیبدأ بالصلوٰۃ علی النبی

جو شخص اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگنا چاہے اُسے چاہیے کہ پہلے درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے پھر بعد ختم دعا درود

---

[1] یہ اشارہ ہے ان دعاؤں کی جانب جن میں صبح وشام کے وقت طلب خیر کی جاتی ہے مثلاً صبح کو اُٹھکر اللھم اسألک خیر ھذا الیوم وخیر ما فیہ واعوذ بک من شر ھذا الیوم وشر ما فیہ اور شام کے وقت بجائے ہذا الیوم = ھذہ اللیلۃ اور بجائے فیہ = فیہا = دونوں جگہ کہے۔ یہ دعائیں مختلف الفاظ وعبارات میں وارد ہوئی ہیں اور علاوہ کتب حدیث کے حصن حصین وعمل الیوم واللیلہ وغیرہ کتب اذکار میں یکجائی منقول ہیں ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم ویسأل حاجتہ ویختم بالصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فان الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم مقبولۃ واللہ اکرم ان یردما بینھما۔

شریف پڑھے اس لیے کہ درود شریف مقبول ہوا کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی شان کرم سے یہ امر بعید ہے کہ جو دعا ابین دو درودوں کے ہو اُسے قبول نہ فرمائے۔

(چونکہ یہ روایت صرف ایک بزرگ کا قول ہے جو کسی حیثیت سے احادیث مرفوعہ و موقوفہ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اس وجہ سے خلاف ترتیب اس کو آخر میں تحریر کیا گیا ہے)

فصل - آٹھواں موقع درود شریف پڑھنے کا مسجد میں جاتے اور مسجد سے نکلتے وقت ہے۔ اس بارے میں ابوہریرہ رضی کی حدیث جس کو ابن خزیمہ وابو حاتم وابن حبان نے روایت کیا ہے اور فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی روایت پہلے باب میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے (بنظر اختصار اعادۂ حدیث حذف کیا گیا)

فصل نواں موقع درود شریف پڑھنے کا صفا و مروہ پہنچنے کے وقت ہے۔ اسمٰعیل بن اسحٰق نے اس بارے میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

حدثنا ھدبۃ ثنا ھمام بن یحیےٰ ثنا نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یکبر علی الصفا ثلاثا یقول لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ثم یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یدعو ویطیل القیام والدعاء ثم یفعل علی المروۃ مثل ذالک ۵

نافع حدیث بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کوہ صفا پر (بزمانہ حج) پہنچکر تین تکبیریں کہتے تھے (جن کے ساتھ) لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر کہا جاتا تھا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر بہت دیر تک قیام کرکے دعا مانگتے رہتے تھے اس کے بعد کوہ مروہ پر پہنچکر ایسا ہی کرتے تھے۔

درحقیقت اس موقع پر درود شریف پڑھنا توابع دعا سے ہے (یعنی قبولیت دعا کے لیے پڑھا جاتا ہے محض درود شریف پڑھنے کی یہ دلیل نہیں ہے) دوسری روایت جعفر بن عون کی بھی ایسی ہی ہے۔

عن زکریا عن الشعبی عن وھب بن الاجدع قال سمعت عمر بن الخطاب رضہ یخطب الناس بمکۃ یقول اذا قدم الرجل منکم حاجاً فلیطف بالبیت سبعاً ولیصل عند المقام رکعتین ثم یستلم الحجر الاسود ثم یبدء بالصفا فیقوم علیھا

یہ حدیث دوسری سند سے مع ترجمہ باب دوم کے اخیر میں گزر چکی ہے لہذا مکرر ترجمہ کی حاجت نہیں البتہ صرف بعض الفاظ مترادف کا متن میں فرق ہے وہ پہلے ترجمہ کے خلاف نہیں۔

ویستقبل البیت فیکبر سبع تکبیرات بین کل
تکبیر تین حمدًا للہ عز وجل وثناء علیه وصلوٰۃ
علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ومسالۃ لنفسه
وعلی المروۃ مثل ذالک ٥

پوری سند اس حدیث کی یہ ہے حدثنا ابوذر عن زاهد عن محمد بن المسیّب عن عبد اللہ بن خفیف
عن جعفر اور بزّار نے اس کو اس سند سے روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن سلیمان عن عبد اللہ بن
محمد بن المسور عن سفیان عن مسعر عن فراس عن الشعبی باقی سند وہی ہے جو شعبی سے اوپر
مذکور ہے۔

فصل ۔ دسواں موقع درود شریف پڑھنے کا کسی مجلس میں جمع ہونے کے بعد اُٹھنے سے پہلے
ہے ۔ اس باب میں کئی طریقہ سے احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم قبل ازیں ابواب گزشتہ میں
تحریر ہو چکی ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ یہ ایک روایت عبد اللہ بن ادریس اودی
کی قابل ذکر ہے۔

عن هشام ابن عروۃ عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنها قالت زینوا مجالسکم بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ٥	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنی مجلسوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے زینت دو۔

بعض لوگ بجائے عن عائشہ اس روایت عن عمر بن الخطاب رضہ کہتے ہیں۔

فصل ۔ گیارہواں موقع درود شریف پڑھنے کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہے۔
علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب اسم مبارک زبان پر آئے یا سُنے انسان کو درود پڑھنا واجب
ہے یا صرف ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی ہے ۔ ابو جعفر طحاوی وابو عبد اللہ الحلیمی رح کا یہ مذہب ہے کہ
ہر مرتبہ پڑھنا چاہیے ان کے سوا دوسرے ائمہ وعلماء ہر بار پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں فرض نہیں سمجھتے جس کا
تارک گنہگار ہو ۔ پھر یہ حضرات بھی باہم مختلف ہیں ان میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ
عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لینا واجب ہے اس لیے کہ امر مطلق مقتضی تکرار نہیں ہے ۔ ایک مرتبہ کسی حکم
عام کی تعمیل فریضہ سے سبکدوشی کا باعث ہے ۔ امام اعظم ابو حنیفہ وامام مالک و ثوری واوزاعی رحمہم اللہ
سے یہی مذہب منقول ہے ۔ جس کی نسبت قاضی عیاض وابن عبد البر کا یہ دعوی ہے کہ جمہور امت کا یہی
قول ہے دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ ہر نماز کے تشہد اخیر میں واجب ہے یہ امام شافعیؒ کا اور امام احمدؒ کا آخری

قول ہے۔ ان کے سوا اور لوگ بھی اس طرف گئے ہیں۔ تیسرا گروہ جس میں ابن جریر وغیرہ کی ایک جماعت شامل ہے یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم۔ حکم استحباب ہے حکم وجوب نہیں ابن جریر اپنے اس قول پر اجماع کے مدعی ہیں مگر یہ دعوی باطل اور یہ اجماع اسی قسم کا ہے کہ جب لوگوں نے کسی امر پر کسی جماعت کو متفق دیکھا اجماع کہدیا۔ واجب کہنے والے اس کے وجوب پر چند دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی دلیل۔ ابوہریرہ رضہ کی حدیث ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی اس حدیث کی صحت حاکم نے اور تحسین ترمذی نے کی ہے (حدیث باب اول میں ہے) اس میں رغم انف کا جملہ بد دعائیہ ایسا جملہ ہے جو مذمت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے تارک مستحب چونکہ مستحق مذمت و بد دعا نہیں اس لیے لامحالہ درود پڑھنے کو مافوق مستحب تسلیم کرنا لازم ہے۔ دوسری دلیل۔ ابوہریرہ رضہ کی وہ دوسری حدیث ہے جس میں چند بار آپ کے آمین آمین فرمانے کا مذکور ہے اور جس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور جس میں من ذکرت عندہ فلم یصل علیك فمات فدخل النار فابعدہ اللہ قل آمین فقلت آمین کا جملہ واقع ہوا ہے۔ یہ حدیث اور اس کے ہم معنی و ہم مضمون جابر بن سمرہ وکعب بن عجرہ ومالک بن الحویرث وانس بن مالک رضہ کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں کوئی شک نہیں کہ متعدد طرق اور متعدد ذرایع سے ان احادیث کی روایت ہر طرح سے ان کی صحت کی مستلزم ہے اور ان میں سے ہر حدیث اس باب میں ایک مستقل حجت ہے۔ تیسری دلیل حسب روایت نسائی انس بن مالک رضہ کی حدیث ہے جس میں البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی فانہ من صلی علی مرۃ صلے اللہ علیہ عشرا وارد ہوا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حکم وجوب اس سے ثابت ہے چوتھی دلیل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے ابن حبان وحاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اور نسائی و ترمذی نے اپنے اپنے سنن میں روایت کیا ہے اس حدیث کا جملہ ان البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی مفید وجوب ہے ابن حبان نے کہا ہے کہ جو احادیث حضرت حسین رضہ سے روایت کی جاتی ہیں ان میں یہ حدیث زیادہ تر قابل وثوق ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر کچھ کم سات سال کی تھی۔ اور جو کچھ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے تھے اپنے حافظہ کی وجہ سے اور نیز اس سبب سے کہ عربی ان کی مادری زبان تھی بخوبی یاد رکھتے تھے۔ اس حدیث کے ہم معنے جس قدر حدیثیں ہیں اور ان میں جو کچھ قیل وقال ہے وہ سب اس سے پیشتر بیان ہو چکی ہے اُن کے علاوہ ابونعیم نے ایک بہت بڑی حدیث عوف بن مالک الاشجعی رضہ کی

اس سند سے روایت کی ہے حدثنا احمد بن عبد اللہ ثنا الحارث بن محمد ثنا عبید اللہ ابن عامر ثنا حماد عن ابی ھلال العنزی قال حدثنی رجل فی مسجد دمشق عن عوف بن مالک الاشجعی اور اس حدیث میں یہ جملہ مذکور ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی دوسری حدیث حسن رح کی ہے جسے قاسم بن اصبغ نے یوں روایت کیا ہے۔ ثنا محمد بن اسمٰعیل الترمذی ثنا نعیم بن حماد ثنا عبد اللہ بن المبارک ثنا جریر بن حازم قال سمعت الحسن یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحسب المومن من البخل ان اذکر عندہ فلا یصلی علی تیسری حدیث انھیں حسن[1] رح کی جسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے ثنا ھشیم عن ابی حرۃ عن الحسن قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفی بہ شحًا ان اذکر عندہ فلا یصلی علی ان سب احادیث پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے کہ جو شخص آپ کا نام نامی لیکر یا سُن کر درود نہ پڑھے وہ بخیل ہے اور اس پر اس صفت بخل کے اطلاق کی وجہ سے ہمارے دعوے وجوب کا استدلال دو طریق سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ بخل ایسی صفت مذمومہ ہے کہ تارک مستحب اس کا مستحق نہیں ہے اللہ تعالی آیت واللہ لا یحب کل مختال فخور الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل میں بخل کو اختیال (اترانا) اور فخر (شیخی مارنا) کے ساتھ ہی ساتھ بیان فرماتا ہے ان صفات کا اس کو ناپسند ہونا ان کے مذموم ہونے کی دلیل ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے ای داء ادواء من البخل پس جب صورت حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ جب کسی شے کے تارک کو کسی صفت مذموم سے یاد کیا جائیگا تو شے متروکہ کا درجہ استحباب سے بڑھا ہوا ہوگا۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ بخیل وہ انسان ہے جو ادائے واجب کا مانع ہو اور

---

[1] یہ حسن رح ابن ابو الحسن بصری تابعی ہیں اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث کو انھوں نے مرسلاً روایت کیا ہے ائمہ کبار میں شمار کیے جاتے ہیں ان کی مراسیل کو حجت نہیں سمجھا جاتا۔ مگر ابن المدینی کہتے ہیں کہ اگر ان سے بعد کے راوی ثقہ ہیں تو ان کی مرسل حجت ہوگی۔ یونس بن عبید نے کہا ہے کہ میں نے ان سے مرسل احادیث روایت کرنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسے زمانے اور ایسے لوگوں کے درمیان ہوں جہاں سخت احتیاط کی ضرورت ہے (حجاج ثقفی عامل تھا) لہذا جب کہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو سمجھ لو کہ میں حضرت علی رض کے واسطے سے روایت کرتا ہوں۔ ان کے نام کی تشریح اس وجہ سے کی گئی کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام کے ساتھ کسی کو التباس نہ ہو۔ خلاصہ۔ ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے جہاں حدثنا کا نام ظاہر کر دیا ہے وہاں سمجھ لو کہ صرف انھیں سے یہ حدیث سُنی ہے اور جہاں حدثنا نہیں ہے وہاں سمجھ لینا چاہیے کہ ستر یا اس سے زیادہ اساتذہ سے حدیث سُنی ہے اس صورت میں کس کس کا نام بتایا جا سکتا ہے۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار بحث منقطع م

جو ادائے واجب سے سبکدوش ہے وہ بخیل نہیں ہے لہذا بخیل وہ ہے جو تارک واجب اور جس شے کا بذل و عطا کرنا چاہئے اس کا مانع ہے وہو المدعا

پانچویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پر صلوٰۃ و سلام کا حکم ہے اور حکم مطلق کے لیے غیر مستلزم تکرار ہونا لازمی نہیں ہے اس لیے کہ یہ تو کہا ہی نہیں جاتا کہ تکرار ایک ہی موقع پر واقع ہو بلکہ تکرار کے اوقات و شروط و اسباب ہیں جہاں ان کا وجود محقق ہوگا تکرار بھی محقق ہوگی اس میں ایک وقت کو دوسرے وقت پر اولویت نہیں ہے پس جو نصوص و احکام پہلے بیان کیے گئے ہیں ان کی رو سے جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو وہی تکرار مامور بہا (درود پڑھنے) کا وقت ہے یہ بات ذہن نشین کرنے کے لیے تین مقدمات پیش نظر رکھنا ضروری ہیں پہلا صلوٰۃ مامور بہا میں حکم مطلق ہے دوسرا حکم مطلق میں تکرار ناجائز نہیں ہے اگرچہ ایک طائفہ فقہاء و اہل اصول کا منکر تکرار ہے مگر دوسرا فریق ثابت کرتا ہے۔ اور تیسرا اگر وہ بلحاظ اوقات و شروط امر مطلق و امر معلق کی تفریق کرکے معلق میں تکرار کا مثبت ہے مطلق میں تسلیم نہیں کرتا۔ یہ تینوں قول امام احمد و امام شافعی رح کی کتب اصول و مذہب میں منقول ہیں لیکن یہ گروہ بھی تکرار ہی کو راجح سمجھتا ہے اس لیے کہ عام احکام شرع میں تکرار ہی ثابت ہے۔ قرآن پاک کی یہ آیتیں اور الفاظ اس دعویٰ کی دلیل ہیں۔ آمنوا باللہ ورسولہ ÷ ادخلوا فی السلم کافۃ ÷ واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واتقوا اللہ ÷ واقیموا الصلوٰۃ و آتو الزکوٰۃ ÷ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا ÷ خافونی ÷ اخشونی ÷ واعتصموا باللہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ÷ اوفوبعہد اللہ ÷ اوفوا بالعقود ÷ اوفوا بالعہد ÷ یتامی کے متعلق وارزقوا ھم منہ واکسوھم نماز جمعہ کے متعلق اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ÷ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم ÷ وان کنتم جنباً فاطھروا ÷ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ÷ اوفوا الکیل والمیزان ÷ واذا قلتم فاعدلوا ÷ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے احکام قرآن پاک میں اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کا احصار و انحصار امر محال ہے ان احکام کے مقابلے میں جہاں اوامر الٰہی و احکام رسالت پناہی میں تکرار واقع نہیں ہوئی ہے وہ داخل نادرات ہیں اور ہمارے لیے غیر مفید نہیں۔ اگر کسی حکم میں تکرار ثابت نہ ہو تو اس کی وجہ سے ہر حکم میں تکرار نہ ہونے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ امر واضح یہ ہے کہ شریعت میں درحقیقت عرف خطاب اسی طور پر واقع ہوتا ہے گو لغتہً کسی لفظ امر سے بر بنائے وضع لفظ وجوب تکرار ثابت نہ ہو لیکن مقصود قایل اس سے تکرار ہی ہوتی ہے۔ یہ بات بعینہٖ ویسی ہی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے یہ کہا تھا کہ امر مقتضی وجوب ہے اور نہی مقتضی فساد اس لیے کہ خطاب شارع کا سیاق اسی اسلوب پر واقع ہوتا ہے اور گویا جملہ مصادر و

موارد کلام میں یہ صاحب شرع کا لغۃً و عرفاً ہے۔ اگرچہ بلحاظ وضع لفظ لغۃً ایسا نہو یہی حالت افراد امت میں سے کسی ایک کی جانب خطابات شارع علیہ السلام کی ہے کہ گو مخاطب اس میں فرد خاص ہوتا ہے لیکن مرجع خطاب سب امت کی طرف عام ہے۔ بروئے لغت کسی لفظ کے اقتضا و عدم اقتضا میں بحسب عرف شرع و معمول خطاب اُس کے اقتضا و عدم اقتضا سے بھی یہی فرق ہے۔ تیسرا مامور بہ کی تکرار ہمیشہ خاص اسباب کی بنا پر اور خاص اوقات کے لحاظ سے ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرا ذکر جس شخص کے سامنے ہو اور وہ مجھپر درود نہ پڑھے اس کی ناک خاک آلودہ ہو یا یہ کہ وہ بخیل ہے یا اور اسی قسم کے جملے یہ تمام اخبار اس امر کے مقتضی ہیں کہ جب ذکر شریف ہو مامور بہا کی تکرار کی جائے اس لیے کہ سب سے بڑا سبب مقتضی تکرار صلوٰۃ جناب والا کا ذکر ہے۔ اس کے بعد یہ واجب سمجھنے والا گروہ کہتا ہے کہ ہمارے دعوی کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اظہار شرف و علوِ مرتبت کے لیے آپ پر اپنے اور فرشتوں کے ادائے صلوٰۃ سے خبر دیکر اپنے بندوں کو آپ پر صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا ہے اس آیت شریفہ میں یصلّون کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے صرف ایک بار اس فعل کا وقوع ہوا ہے اور جب وہاں اس فعل کا انقطاع نہیں ہے تو مامورین کے لیے انقطاع کیونکر ہو سکتا ہے پھر یہ کہ الفاظ مامور بہا یعنی صلّے و سلّم خود مقتضی تکرار ہیں اس لیے کہ فعل مشدّد کی بنا تکرار فعل و مبالغہ کے لیے ہے جس طرح کسّر الخبز و قطّع اللحم و علّم الخیر و شدّد وغیرہ کے الفاظ سے ظاہر ہے پھر یہ کہ آپ نے اپنی تعلیم خیر و ارشاد ہدایت وغیرہ سے جو احسانات امت پر فرمائے ہیں اور امت کو آپ کی خیر و برکت سے جو سعادت دارین حاصل ہوئی ہے اس کے واجبات تشکّر سے یک گونہ سبکدوشی حاصل کرنے کے لیے امت کو آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم ہوا ہے اس صورت میں کیا ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اتنے بڑے تفضل و کرم کا بدلہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لینا ہو سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اگر ان احسانات عظیم کے مقابلے میں انسان اپنی ہر سانس میں درود شریف کا ورد جاری رکھے تو بھی ان کے بار سے سبکدوشی محال ہے پھر یہ کہ معمولی حالات کے مطابق یہ روزانہ پیش آنے والی باتیں ہیں کہ اگر کسی شخص کے ساتھ کسی نے کوئی دنیاوی احسان کیا ہے اور یہ شخص اپنے محسن کے تذکرے کے وقت اس کے احسان کا اعتراف نہ کرے یا اُس کو بھلائی سے یاد نہ کرے تو ہر انسان اس کو لئیم و احسان فراموش کہتا ہے۔ پس اُس سب سے بڑے محسن و منعم واجب الاکرام کے احسانات دنیوی و اُخروی کے مقابلے میں جس کے انعامات و احسانات کی حقیقت کا دل میں اندازہ کرنا ہی ناممکن ہے چہ جائیکہ ان سے سبکدوشی حاصل کی جائے اگر اُس کا نام سُن کر کوئی شخص درود پڑھنے میں

امساک کرے تو اس سے زیادہ بخیل ولئیم واحسان فراموش کون ہے یہی وہ امر ہے جس کے باعث سے آپ نے احادیث میں ایسے اشخاص کی نسبت الفاظ بخیل وغیرہ استعمال فرمائے ہیں۔ حقیقۃً ایسا محسن اس امر کا مستحق ہے کہ جب اس کا ذکر ہو انسان اپنی تمام طاقت وکوشش اس کی مدح وثنا میں خرچ کر دے درود شریف پڑھ لینا تو ادنیٰ درجہ ہے۔ پھر یہ کہ ایسے شخص کے حق میں جو آپ کا ذکر سُن کر درود نہ پڑھے آپ نے ناک خاک آلودہ ہونے کی بددعا فرمائی ہے جس کا اقتضا اس کا کمال ذلت وخواری ہے۔ اس ذلت و خواری سے انسان اسی وقت محفوظ رہ سکتا ہے جبکہ تعمیل حکم کرکے اپنے آپ کو اس سے بچائے پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً میں ممانعت فرمائی ہے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو نام لیکر بلاتا یا پکارتا ہے حضور اقدس میں یہ رویہ اختیار نہ کیا جائے بلکہ اس موقع پر خاص الفاظ تعظیم وتکریم کی ضرورت ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضؓ وقت مخاطبت یا رسول اللہ یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس حکم کی تعمیل کا مقتضی یہ ہے کہ آپ کے ذکر واعادۂ اسم میں عوام کے ذکر واسم سے الفاظ صلوٰۃ وسلام کی تخصیص کے ساتھ فرق کیا جائے۔ اگر اس موقع پر ان الفاظ کا وجوب تسلیم نہ کیا جائیگا تو آپ میں اور دوسروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی آپ کے ذکر اور نام لینے کے وقت حفظ مراتب کا خیال کرکے عامۃ الناس کی طرح مخاطبۃ نہ کی جائے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جب کسی کو طلب فرمائیں تو اسے فوراً حاضر ہونا چاہیے آپ کی تعمیل طلب میں کوئی شغل کوئی کام سدِراہ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ مطلوب اگر نماز میں مشغول ہو تو اس کو بفور طلب نماز توڑ کر حاضر ہونا لازمی ہے اور نماز تمام کر لینے کا خیال داخل نافرمانی۔ جب نماز جیسے شغل کا عذر اس باب میں نہیں چل سکتا تو اور اشغال کا کیا ذکر ہے۔ اس قول کے مطابق دعاء کی اضافت فاعل کی جانب ہے اور برطبق قول اول مفعول کی طرف ان دونوں قولوں کے علاوہ ایک تیسرا قول اور بھی ہے جو ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دعا کی اضافت نہ فاعل کی جانب کیجائے اور نہ مفعول کی۔۔۔۔ طرف بلکہ اس اضافت کو اضافت محض کے قبیل سے سمجھا جائے جس کے یہ معنے ہونگے لا تجعلوا الدعاء المتعلق بالرسول المضاف الیہ کدعاء بعضکم بعضا (اس طلب کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہے اور آپ کی جانب مضاف ہے عام لوگوں کی سی طلب نہ سمجھو) اس صورت میں دونوں پہلے معنی ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں یعنی نہ تو آپ کو معمولی طور پر صرف نام لیکر عام لوگوں کی طرح سے بلاؤ اور نہ جب آپ طلب فرمائیں حاضری میں تاخیر جائز رکھو۔ بہر حال کوئی سے معنے لیے جائیں ہمارا یہ مقصود ہر طرح حاصل ہے کہ آپ کے ذکر میں دوسروں

کے ذکر سے صلوٰۃ وسلام کے ساتھ امتیاز ہونا چاہیے۔ پھر یہ کہ حدیث شریف میں آچکا ہے کہ جو شخص وقت ذکر مبارک درود نہ پڑھے وہ جنت کا راستہ بھولا دینے والا ہے اگر آپ کے ذکر کے وقت صلوٰۃ واجب نہوتی تو اس کے تارک کی نسبت ایسا سخت جملہ کہ وہ جنت کا راستہ بھولا دینے والا ہے استعمال نہ فرمایا جاتا۔ یہ حدیث اگرچہ مراسیل محمد بن حنیفہ میں سے ہے اور ہم اس علت ارسال کی بنا پر اس سے استدلال نہ کرتے لیکن دوسری حدیثیں جو باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں اس کی شاہد ہیں پھر یہ کہ دوسری جگہ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہوا یا ذکر کیا اور اس نے درود نہ پڑھا تو آپ کے ساتھ جفا (غداری) کی کیا کسی مسلم کی یہ شان ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کر کے مسلمان باقی رہے۔ یہاں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ آپ کے ذکر کے وقت درود نہ پڑھنا جفا ہے دوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ جفا آپ کے کمال محبت کی منافی ہے پہلی بات کی دلیل یہ سعید بن اعرابی کی روایت ہے۔

ثنا اسحق بن ابراہیم ثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلے علیّ۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ جفا ہے کہ میرا ذکر کسی کے سامنے ہو اور وہ مجھپر درود نہ پڑھے۔

اگر صرف یہی ایک حدیث اس مضمون کی ہوتی تو ہم اس میں علت موجود ہونے کے سبب سے اس سے استدلال نہ کرتے مگر ہمارا استدلال تو اصول وشواہد کی بنا پر ہے جو اس سے پہلے تارک صلوٰۃ کی نسبت استعمال الفاظ بخیل وشحیح یا اس پر بددعا فرمانے کے بارے میں گزر چکے ہیں اور وہ سب موجبات جفا ہیں۔ دوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ کی محبت حسب فرمان الٰہی یہ ہے کہ انسان مومن آپ کو اپنے جان ومال سے اولیٰ ومقدم سمجھے حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان مومن نہیں ہوتا جبتک کہ آپ اس کی جان ووالد وولد ہر شئے سے زیادہ اس کو محبوب نہوں جیسا کہ حدیث عمر رضہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

انہ قال یارسول اللہ واللہ انت احب الیّ من کل شئی الا من نفسی قال لا یاعمر حتی اکون احب الیک من نفسک قال فواللہ لانت احب الیّ من نفسی قال الآن یاعمر ہ

عمر رضہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ سوا میری جان کے آپ مجھے ہر شئے سے زیادہ محبوب ہیں آپ نے فرمایا نہیں اے عمر ایمان تو یہ ہے کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب رکھو عمر رضہ عرض کیا کہ یہ بات ہے تو یارسول اللہ خدا کی قسم اب آپ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں آپ نے

فرمایا تو اب ٹھیک ہے۔

صحیح بخاری میں آپ کا دوسرا ارشاد یوں وارد ہوا ہے لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یہ مختصر جملہ محبت کی تینوں قسموں پر شامل ہے اس لیے کہ ایک محبت تو محبت اجلال وتعظیم ہے جیسی کہ اولاد کو ماں باپ کی محبت اور ایک محبت لطف ودلبستگی کی ہے جیسی کہ والدین کو اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک محبت احسان وصفات کمال کی جوان اسباب کے ماتحت بعض میں بعض کی نسبت پائی جاتی ہے پس ایمان اُسی وقت کامل ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی محبت ان تینوں قسموں پر شامل اور سب کی محبت پر غالب ہو (اللھم ارزقنا من محبتہ حظاً شاملاً وکاملاً) اگر ایسا نہیں ہے تو ایمان درست نہیں نیز جو کچھ اس کے برعکس ہے ظاہر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ جفا ہے پھر یہ کہ جب مومنین پر سب کی محبت سے زیادہ آپ کی محبت کرنا فرض ہے اور آپ کی تعظیم و توقیر وطاعت اور اپنے نفس پر تقدیم یہاں تک کہ اپنی جان کو آپ کی راہ میں فدا کر دینا اس محبت کے توابع میں سے ہی تو آپ کے ذکر کے وقت آپ پر درود پڑھنا کیونکر ان توابع سے خارج ہو سکتا ہے اور چونکہ توابع فرائض بھی فرائض ہی ہوا کرتے ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ یہ صلوٰۃ بھی فرض ہے علاوہ ازیں آپ کے ذکر کے وقت جب سامعین پر وجوب صلوٰۃ ثابت ہو چکا ہے تو خود ذکر کرنے والے پر ثابت نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ تلاوت قرآن کے وقت سامع پر اگر وجوباً یا استحباباً (دونوں قول کے موافق) سجدہ ضروری ہے تو قاری پر کیوں ضروری نہیں۔

ملہ احوال واوضاع حب میں نظر کرنے سے محبت کی ایک قسم اور بھی پائی جاتی ہے جس کی شان ان تینوں قسموں سے جدا ہے اس لیے کہ ان تینوں قسموں میں فیما بین محب ومحبوب جس طرح کے تعلقات موجود ومحقق ہیں وہ اس میں نہیں پائے جاتے بلکہ اس میں محب کو محبوب کے ساتھ جو کچھ تعلق ہے وہ اپنی ہی ذات یا صفات کی وجہ سے ہے مثلاً ایک مصور یا ایک خوشنویس نے ہزارہا تصویریں بنائی ہیں بے تعداد تعلیمیں (وصلیاں) لکھی ہیں۔ روزانہ بناتا لکھتا رہتا ہے مگر وہ مصور اپنی بنائی ہوئی ایک تصویر کو یا خوشنویس اپنی لکھی ہوئی ایک تعلیم کو سب تصویروں یا سب تعلیموں سے زیادہ اس بنا پر کہ وہ خود اس کے کمال صورتگری یا خطاطی کا ایک اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ ہے عزیز ومحبوب رکھتا ہے۔ اس صورت میں اس کی یہ محبت در حقیقت اپنی ہی ذات یا صفات کی محبت ہی۔ چنانچہ مترجم ناچیز کے نزدیک درمیان خدائے پاک ورسول اکرمؐ جو حب ومحبت کا علاقہ وواسطہ ہے وہ اسی قسم کا ہے اس لیے کہ جن اسباب کے ماتحت وہ تینوں قسمیں محقق ہوتی ہیں وہ اس محبت میں پائے جاتے ہیں ۱۲ ؎ بصورت تو کسے کمتر آفرید خدا * تراکشیدہ ودست از قلم کشید خدا۔

فصل منکرین وجوب کے دلائل۔ پہلی دلیل سلف صالح کے تعامل سے جو ہمارے پیشوا تھے اور جن کا نقش قدم ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے ظاہر ہے کہ ان کے خطابات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ بالفاظ یا رسول اللہ ہوا کرتے تھے۔ دفاتر حدیث اِس امر کی شہادت سے بھرے پڑے ہیں یہ کہیں ثابت نہیں کہ صحابہ کرام وقت مکالمت اس جملے کے ساتھ صلے اللہ علیک بھی کہا کرتے ہوں۔ پس اگر صلوٰۃ کی تکرار نام کے ساتھ واجب ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ خود ایسا نہ کرتے یا ان کو ان کے فعل پر تنبیہ نہ فرمایا جاتا۔ دوسری دلیل کوئی دلیل بیّن وبیان شافی وجوب صلوٰۃ کی بابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے تیسری دلیل صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین میں سے کسی ایک کا قول وجوب صلوٰۃ کے متعلق مشہور نہیں ہے بلکہ اس امر پر اجماع نقل کیا جاتا ہے کہ صلوٰۃ خود نماز ہی کے فرائض میں سے نہیں ہے چہ جائیکہ نماز سے خارج میں اس کو فرض سمجھا جائے چوتھی دلیل اگر صلوٰۃ ہمیشہ آپ کے ذکر کے ساتھ واجب ہوتی تو ضرور تھا کہ موذن بھی اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہا کرتے حالانکہ یہ صورت کسی طریقہ میں بھی مشروع نہیں ہے پانچویں دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سامع کو حکم دیا ہے کہ موذن جو کچھ کہے وہ بھی ویسا ہی کہے اگر اذان سننے والے پر جواب اذان دینے کے وقت درود پڑھنا واجب ہوتا تو آپ اس کے لیے بھی حکم فرماتے چھٹی دلیل تشہد اول بالاتفاق کلمہ اشہدان محمداً عبدہ ورسولہ پر ختم ہوجاتا ہے اور مشروعیت صلوٰۃ کے متعلق علما وائمہ دین کے تین مختلف قول ہیں ایک یہ کہ تشہد اخیر میں مشروع ہے دوسرا یہ کہ پہلے میں بھی مشروع ہے تیسرا یہ کہ صلوٰۃ صرف آپ کے لیے مشروع ہے آل کے لیے نہیں ہے۔ ان اقوال کے علاوہ کوئی قول تشہد اول میں وجوب صلوٰۃ کے متعلق منقول نہیں ہے (یعنی مشروعیت دوسری چیز ہے اور وجوب امر آخر ہے اور اگر اس موقع پر وجوب صلوٰۃ کوئی اختلافی مسئلہ ہوتا تو وہ بھی اسی طرح بیان کیا جاتا) ساتویں دلیل اسلام لانے والے کے واسطے شہادت واجب ہے اشہدان محمداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہنا ثابت نہیں آٹھویں دلیل تمام خطیب جمعہ وعیدین وغیرہ کے خطبات میں نفس تشہد پر اقتصار کرتے ہیں اس کے ساتھ کوئی درود نہیں پڑھتا اگر آپ کے ذکر کے ساتھ وہ واجب ہوتا تو خطیب وہیں فوراً صلے اللہ علیہ وسلم بھی کہدیا کرتے۔ اگر کوئی کہے کہ صلوٰۃ خود مستقل خطبہ کا ایک جزو ہے اور وہ اس مدعا کو پورا کرتا ہے تو یہ جواب قابل اطمینان نہیں اس لیے کہ تم جس شے کے مدعی ہو یعنی صلوٰۃ ہر مرتبہ نام کے ساتھ واجب ہے وہ ثابت نہ ہوئی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ بہت سے مضامین کے بعد خطبے میں صلوٰۃ واقع ہوتی ہے اور اچھا خاصہ فاصلہ پیدا ہوجاتا ہے۔

نویں دلیل اگر صلوٰۃ آپ کے ذکر کے ساتھ واجب ہوتی تو ہر قاری پر واجب تھا کہ نماز میں یا خارج از نماز جہاں اسم مبارک آتا قطع قرأۃ کر کے صلے اللہ علیہ وسلم کہہ لیا کرتا اس لیے کہ کوئی واجب منافی نماز مبطل نہیں ہے اور تمام صحابہ کرام و سلف صالحین کا یہی عمل ہونا چاہیے تھا۔ **دسویں دلیل** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر عظمت و محبت اکرام و اجلال جو کچھ ہے وہ خدائے پاک کی محبت و اجلال و عظمت وغیرہ کی تابع ہے اس صورت میں یہ عجیب بات ہو گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت تو صلوٰۃ و تسلیم واجب ہو اور خدائے تعالیٰ کے نام کے ساتھ سبحانہ و تعالیٰ شانہ یا عزوجل یا تبارک و تعالیٰ وغیرہ الفاظ کا استعمال فرض نہو مرسل کی یہ قدر اور مرسل سے یہ لاپرواہی نئی بات ہے اللہ تعالیٰ نے آیات من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور ان الذین یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ میں آپ کی اطاعت و بیعت و محبت کو اپنی اطاعت و بیعت و محبت کا تابع فرمایا ہے تم اس کے خلاف کس طرح ثابت کرنا چاہتے ہو **گیارھویں دلیل** ایک شخص کسی مجمع میں محمد رسول اللہ یا اللھم صل علی محمد کا ورد کر رہا ہے اور بہت سے انسان سن رہے ہیں اس موقع پر تم کیا کہو گے اگر یہ کہو کہ سب سننے والے اپنا مقصود و مطلوب چھوڑ کر درود پڑھتے رہیں تو یہ بہت بڑی اور ایسی مشقت نیز دوسری ضروریات سے ایسے تعطل کا باعث ہے جس کی تکلیف شریعت غرا نے نہیں دی ہے اور اگر یہ کہتے ہو کہ اس حالت میں جملہ سامعین پر درود پڑھنا واجب نہیں تو یہ خود اپنے مذہب سے انکار ہے۔ اور اگر یہ کہتے ہو کہ ہر شخص پر ایک مرتبہ یا بتکرار واجب ہے تو یہ بلا دلیل اور تمہارے مطلوب کے خلاف ہے۔

بارھویں دلیل درود شریف کے مقابلے میں شہادت رسالت ہر طرح زیادہ اہمیت رکھتی ہے حتیٰ کہ بغیر اس کے ادا کیے ہوئے انسان مسلمان نہیں ہو سکتا کلمۂ اخلاص کے بعد سب سے بڑا فریضہ شہادت رسالت ہے۔ اس لیے کہ اس کے زبان پر آتے ہی فوراً موجبات شہادت کی جانب انتقال ذہنی ہو جاتا ہے لیکن آپ کے ذکر کے بعد وہ موکد و واجب نہیں ہے اس صورت میں صلوٰۃ کا وجوب جو اس سے کم درجہ رکھتی ہے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ **مصنف** رحؒ دونوں فریق اپنے مخالف گروہ کے اقوال پر جو اعتراض کرتے ہیں یا اس کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں ان میں سے بعض قطعی ضعیف ہیں اور بعض محتمل اور بعض قوی صاحب نظر کو غور کرنے سے جن کی حالت کا اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔

مترجم چونکہ کوئی نص قطعی و صریح فریقین میں سے کسی کے پاس نہیں ہے اور دوسرے مسائل اجتہادیہ کی طرح یہ بھی ایک اجتہادی مسئلہ ہے دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے مزعومات کے موافق عالمانہ

جولانی طبع کی داد دی ہے کسی دوسرے کو ان میں سے کسی پر ایراد کا کوئی حق نہیں یہ دوسری بات ہے کہ انسان خود جو راستہ چاہے اختیار کرے ؎ وللناس فیما یعشقون مذاھب -

فصل - بارھواں موقع درود شریف پڑھنے کا (موسم حج میں) تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد ہے - دارقطنی نے روایت کی ہے -

ثنا محمد بن مخلد ثنا علی بن زکریاء التمار ثنا یعقوب بن حمید ثنا عبد اللہ بن عبد اللہ الاموی قال سمعت صالح بن محمد بن زایدۃ یحدث عن عمارۃ بن خزیمۃ ابن ثابت عن ابیہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من التلبیۃ سال اللہ تعالیٰ مغفرتہ و رضوانہ و استعاذ برحمتہ من النار قال صالح سمعت القاسم بن محمد یقول کان یستحب للرجل اذا فرغ من التلبیۃ ان یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ٥

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تلبیہ (لبیک کہنا) سے فارغ ہوتے تھے تو خدائے تعالیٰ سے مغفرت و رضوان کا (اپنے لیے) سوال فرماتے تھے اور اس کی رحمت کے ساتھ دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔ صالح کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ تلبیہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا انسان کے لیے مستحب سمجھتے تھے -

مصنّف رح ہماری رائے میں یہ موقع بھی توابع دعا سے ہے واللہ اعلم

فصل - تیرھواں موقع درود شریف پڑھنے کا حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت ہے - ابوذر ہروی نے روایت کی ہے -

ثنا محمد بن بکران اخبرنا ابو عبد اللہ بن مخلد ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ ثنا عون بن سلام ثنا محمد بن مہاجر ثنا نافع کان ابن عمر رض اذا اراد ان یستلم الحجر قال اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک وسنۃ نبیک . صلے اللہ علیہ وسلم ٥

نافع رح نے حدیث بیان کی ہے کہ ابن عمر رض جب حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتے تھے تو یہ کہتے تھے - اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک وسنۃ نبیک صلے اللہ علیہ وسلم -

(یہاں استدلال آخر کلمہ دعا سے ہے)

فصل - پندرھواں[1] موقع درود شریف پڑھنے کا بازار یا کسی دعوت وغیرہ میں جانے کے وقت ہے

[1] غیرہ کے بعد چودہ ہونا چاہیے تھا مگر کتاب میں اسی طرح لکھا ہے خواہ چودھواں موقع (بقیہ حاشیہ بصفحہ آیندہ)

ابن ابی حازم نے روایت کی ہے۔

ثنا ابو سعید بن یحیی بن سعید القطان ثنا محمد بن بشر ثنا مسعر ثنا عامر بن شقیق عن ابی وائل ما رأیت عبد الله جلس فی مادبة ولا جنازة ولا غیر ذلک فیقوم حتی یحمد الله ویثنی علیه ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویدعو بدعوات وان کان یخرج الی السوق فیاتی اغفلها مکاناً فیجلس فیحمد الله ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویدعو بدعوات ٥

ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کو کسی جلسہ دعوت یا جنازہ وغیرہ میں بیٹھکر اُٹھتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک وہ خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا نہ کر لیتے ہوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھ لیتے ہوں اور پھر دعائیں نہ مانگتے ہوں اور اگر بازار کو جاتے تھے تو اُس کے کسی گوشہ میں بیٹھکر خدا کی حمد کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے پھر دعائیں مانگتے تھے۔

فصل - سولھواں موقع درود شریف پڑھنے کا رات میں سونے سے اُٹھنے کے وقت ہے۔ نسائی نے سنن کبیر میں روایت کی ہے۔

اخبرنی علی بن محمد بن علی ثنا خلف یعنی ابن تمیم ثنا ابو الاحوص ثنا شریک عن ابی اسحٰق عن عبیدة عن عبد الله بن مسعود رض قال یضحک الله عز وجل الی رجلین رجل لقی العدو وهو علی فرس من امثل خیل اصحابه فانهزموا وثبت فان قتل استشهد وان بقی فذلک الذی یضحک الله الیه ورجل قام فی جوف اللیل لا یعلم به احد فتوضاء فاسبغ الوضو ثم حمد الله ومجده وصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم واستفتح القرآن فذلک الذی یضحک الله الیه یقول انظروا الی عبدی قائماً لا یراه احد غیری ٥

عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ خدائے تعالیٰ دو انسانوں کے حال پر ہنستا ہے ایک وہ آدمی جس نے (جہاد میں) دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کے پاس بھی ویسا ہی گھوڑا ہے جیسے کہ اس کے رفیقوں کے پاس ہیں مگر رفیق بھاگ گئے اور یہ اپنی جگہ قایم رہا پھر اگر مارا گیا تو شہید ہے اور جو زندہ بچ رہا تو خدا اس پر (یعنی اس کے ثبات وقیام پر خوش ہوکر) ہنستا ہے اور ایک وہ آدمی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۰) کسی کاتب صاحب کی خطائے کتابت سے رہگیا ہو یا ترتیب میں سہو ہوا ہو بہرحال کوئی دوسرا نسخہ موجود نہونے کے باعث بیان سوائے تقلید کے اور تقلید بھی کس کی ایک ایسے صاحب کی جن کے نیک وبد دیانت وعدم دیانت کا کچھ پتہ نہیں چارہ کار نظر نہیں آتا ناظرین معاف فرمائیں اور قسمت سے کوئی صحیح نسخہ دستیاب ہوجائے تو اس کی تصحیح فرمالیں خود کسی قسم کا تصرف کرنے سے بحالہ رکھنا بہتر معلوم ہوا ۱۲

جو رات کو ایسی حالت میں کہ کسی کو اُس کے حال کی خبر نہیں
ہے سوتے سے اُٹھا اور اچھی طرح وضو کر کے خدا کی حمد و تمجید کی
پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور قرآن
پاک کی تلاوت میں مشغول ہوگیا خدا (اس کی عبادت سے
خوش ہو کر) ہنستا ہے اور (مقربین ملائکہ) سے فرماتا ہے میرے
بندے کو اس وقت قیام کی حالت میں دیکھو جسے میرے
سوا کوئی نہیں دیکھتا ۔

اس حدیث کو عبدالرزاق (صاحب مصنف) نے اس سند سے روایت کیا ہے عن معمر عن ابی اسحٰق عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعود رض

فصل سترھواں موقع درود شریف پڑھنے کا ختم قرآن کے بعد ہے۔ اس لیے کہ یہ محل۔ محل دعا ہے ابوالحارث کی روایت کے موافق امام احمد رح سے ختم قرآن کے بعد دعا کرنا اس بنا پر کہ انس رض وقت ختم قرآن پاک دعا کے لیے اپنے اہل وعیال کو جمع فرما لیا کرتے تھے منصوص ہے۔ اور یوسف بن موسیٰ کی یہ روایت ہے کہ امام موصوف سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ختم قرآن کے وقت دعا کے لیے لوگوں کو جمع کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے معمر رح کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حرب نے کہا ہے کہ وقت ختم قرآن لوگوں کو جمع کر کے دعا کرانا امام موصوف مستحب سمجھتے تھے (ابوالحارث یوسف و حرب رح امام صاحب کے شاگردان خاص ہیں) ابن ابی داؤد نے فضائل قرآن میں حکم سے روایت کی ہے کہ مجاہد نے مجھے بلایا ان کے پاس ابن ابی لبابہ پہلے سے موجود تھے اور کہا کہ آج ہم قرآن پاک ختم کرنا چاہتے ہیں اس لیے تمہیں بلایا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور دعائیں مانگتے تھے۔ ایسی ہی ان کی دوسری روایت ابن مسعود رض سے یہ ہے کہ جو شخص قرآن ختم کر کے دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ فضائل قرآن میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص اپنے دوستوں کو پورا قرآن شریف سنایا کرتا تھا۔ ابن عباس رض اپنی طرف سے چند آدمیوں کو وہاں اس غرض سے متعین کر دیتے تھے کہ جب ختم کا دن ہو تو وہ آپ کو اس کی اطلاع دیں اور آپ ختم میں شریک ہوں۔ امام احمد رح نے نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد دعا کرنے کو مستحب فرمایا ہے۔ حنبل کہتے ہیں کہ جب میں نے امام موصوف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

الناس قل اعوذ برب الناس کی قرأۃ سے فارغ ہو کر قبل رکوع ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے تو میں نے دریافت کیا کہ اس کی کیا دلیل ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے اہل مکہ کو معہ سفیان بن عیینہ کے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ عباس بن عبد العظیم کہتے ہیں کہ میں نے بھی بصرہ اور مکہ والوں کا یہی عمل دیکھا ہے۔ اہل مدینہ سے بھی اس باب میں بہت سی روائتیں منقول ہیں اور حضرت عثمان رضہ سے بھی یہی عمل روایت کیا گیا ہے فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں جس روز قرآن شریف ختم کرنے والا تھا اس روز میں نے ابو عبد اللہ رح سے دریافت کیا کہ ختم تراویح میں کرنا چاہیے یا وتر میں انھوں نے فرمایا کہ تراویح میں ختم کرو تاکہ دعا دو نمازوں کے درمیان واقع ہو میں نے پھر دریافت کیا کہ دعا کا کیا طریقہ ہے فرمایا کہ جب تم قرآن پاک ختم کر لو تو رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر سب کے ساتھ دعا مانگو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور وہ میرے پیچھے کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے رہے چونکہ یہ موقع دعا کے ضروری مواقع میں سے ہے جس میں اکثر دعا قبول ہوتی ہے اس لیے اس کو ضروری مواقع صلوٰۃ سے بھی سمجھنا چاہیے۔ ف[۱]

ف[۱] اس فصل میں تمام تر استدلال اقوال و آثار موقوفہ سے کیا گیا ہے یا بعض ایمہ کا مذہب بیان فرمایا ہے کوئی حکم یا فعل کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں کیا گیا۔ لہذا اس موقع پر بیہقی کی ایک روایت کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہیں ہے جو شعب الایمان سے نقل کی جاتی ہے اور جس سے دعا و صلوٰۃ دونوں کا اثبات ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔ ابو جعفر رض روایت فرماتے ہیں کہ ان کے پدر بزرگوار علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب ختم قرآن فرماتے تھے کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی بہت سی حمد و ثنا فرماتے تھے اور پھر یہ دعا مانگتے تھے۔ الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون لا الٰہ الا اللہ وکذب المشرکون باللہ من العرب والمجوس والیہود والنصاری والصابئین ودعا اللہ ولدا او صاحبۃ او نداً او شبیھا او مثلاً او سمیا او عدلا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا والحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا قیما لینذر باسا شدیدا من لدنہ ویبشر المومنین الذین یعملون الصالحات ان لھم اجرا حسنا ماکثین فیہ ابدا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لھم بہ من علم ولا لآباءھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ الحمد للہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔ الحمد للہ فاطر السموات والارض وجاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنی وثلث ورباع یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہ (بقیہ حاشیہ بصفحہ آیندہ)

فصل :- اٹھارواں موقع درود شریف پڑھنے کا جمعہ کا دن ہے۔ اس باب میں ایک مفصل حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی جس میں آپ نے اکثروا علیّ من الصلوٰۃ فی کل یوم الجمعۃ ارشاد فرمایا ہے اور دوسری حدیث ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی جس کے الفاظ یہ ہیں اکثروا علیّ من الصلوٰۃ یوم الجمعۃ بروایت بیہقی پہلے باب میں لکھی جا چکی ہیں ان دونوں حدیثوں میں آپ پر امت کی صلوٰۃ پیش کی جانے کا مذکور ہے اُن میں کی دوسری حدیث اسمعیل بن رافع کی روایت سے ہے جو قابل حجت نہیں ہیں مگر یعقوب بن سفیان نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ ان کی روایتیں متابعت وشہادت کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ تیسری حدیث یہ ہے جسے ابن عدی نے روایت کیا ہے :-

ثنا اسمٰعیل بن موسیٰ الحاسب ثنا جبارۃ بن مغلس ثنا ابو اسحٰق الحمیسی عن یزید الرقاشی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فان صلوٰتکم تعرض علیّ ٥

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

یہ حدیث بھی اگرچہ سنداً ضعیف ہے مگر فی الجملہ متن محفوظ ہونے کے سبب سے شواہد میں پیش کی جانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی باب دوم میں گزر چکی ہے اور ایک ابن وضاح نے اس سند سے روایت کی ہے۔

ثنا ابن مروان البزار ثنا ابن المبارک عن ابن شعیب قال کتب عمر بن عبد العزیز ان انشروا العلم یوم الجمعۃ فان غایلۃ العلم النسیان واکثروا الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ٥

ابن شعیب سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد حکومت میں) حکم جاری کر دیا تھا کہ جمعہ کے دن دینی مذاکرات سے علم کی نشر واشاعت کی جائے اس لیے کہ نسیان علم کے لیے آفت ہے اور جمعہ کے دن رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰) من بعدہ وھو العزیز الحکیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی آللہ خیر عما یشرکون بل اللہ خیر وابقیٰ واحکم واکرم واعظم عما یشرکون فالحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون صدق اللہ وبلغت رسلہ الکرام وانا علی ذٰلک من الشاھدین اللھم صل علی جمیع الملٰئکۃ والمرسلین وارحم عبادک المومنین من اھل السموات والارضین واختم لنا بخیر وبارک لنا بخیر وبارک لنا فی القرآن العظیم وانفعنا بالآیات والذکر الحکیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ٥

صلے اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ پڑھا جائے

فصل :- اُنیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا کسی مجلس سے اُٹھتے وقت ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ اس بارے میں صرف یہی ایک اثر ملا ہے۔

ثنا ابوسعید بن یحیی بن سعید القطان ثنا عثمان بن عمر قال سمعت سفیان بن سعید مالا احصے اذا اراد القیام یقول صلے اللہ وملٓئکتہ علی محمد وعلی انبیاء اللہ وملٓئکتہ۔

عثمان بن عمر حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن سعید کو جب وہ کسی مجلس سے اُٹھنے کا قصد کرتے تھے اتنی مرتبہ صلے اللہ وملٓئکتہ علی محمد وعلی انبیاء اللہ وملائکتہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں اُس کی شمار نہیں کر سکتا۔

فصل بیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا مسجدوں سے گزرنے اور اُن کے دیکھنے کے وقت ہے۔ اس بارے میں قاضی اسمٰعیل نے اپنی کتاب میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

ثنا یحیی بن عبدالحمید ثنا سیف بن عمر التمیمی عن سلیمان العبسی عن علی بن حسین قال قال علی ابن ابی طالب رضؓ اذا مررتم بالمسجد فصلوا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماہ

حضرت زین العابدین رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جب تم مسجد کی طرف سے گزرو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

فصل :- اکیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا تکلیف و شدائد و کثرت غم وہم وطلب مغفرت کے وقت ہے۔ اس عنوان کا ثبوت ابی بن کعب رضؓ کی حدیث سے جو پہلے باب میں گزر چکی ہے اور جس کے آخری الفاظ یہ ہیں اذا تکفی ھمک و یغفر لک ذنبک سے ہوتا ہے۔ اس حدیث کو ترمذیؒ نے بواسطہ عبداللہ بن محمد بن عقیل۔ طفیل بن ابی بن کعب رضؓ سے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں روایت کر کے اس کی تحسین کی ہے اور ایک دوسری حدیث بواسطہ محمد بن عقیل انھیں طفیل بن ابی بن کعب سے اور بھی روایت فرمائی ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔ وہ حدیث مثلی ومثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنے دار اُسے شروع ہوتی ہے (اس تصریح سے غالباً یہ بتادینا مد نظر ہے کہ امام ترمذی کو عبداللہ و محمد دونوں باپ بیٹے کے واسطے سے سند حدیث پہنچتی ہے ایک سند دیکھکر کسی کو دوسری سند میں کوئی اشتباہ نہ پیدا ہو) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند میں اُبیّ بن کعب رضؓ کی حدیث کو اختصار کے ساتھ اس طور پر روایت کیا ہے قال رجل یارسول اللہ اذا ئیت ان جعلت صلوٰتی کلھا صلوٰۃ علیک قال اذا یکفیک اللہ ما اھمک من امر دنیاک و آخرتک (دونوں حدیثوں

کے سیاق عبارت میں یہ فرق ہے کہ پہلی حدیث میں ابی بن کعب رض نے اپنے نام کی صراحت سے سوال کرنا بیان فرمایا ہے اور اس حدیث میں جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے اپنا سوال خود کو رجل سے تعبیر کر کے بیان کیا ہے صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین)

فصل بائیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا آپ کا اسم مبارک لکھنے وقت ہے۔ اس بارے میں ابوالشیخ نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

ثنا اسید بن عاصم ثنا بشر بن عبید ثنا محمد بن عبد الرحمٰن عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ عن الاعرج عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ فی الکتاب لم تزل الملٰئکۃ یستغفرون له مادام اسمی فی ذلک الکتاب ٥

اعرج ابوہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص میرے نام کے ساتھ کتاب میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہے جبتک میرا نام کتاب میں لکھا رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو اسید سے بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے اور اسحٰق بن وہب علاف اس سند سے روایت کرتے ہیں عن بشر بن عبید عن حازم بن بکر عن یزید بن عیاض عن الاعرج - ان دونوں سندوں کے علاوہ یہ حدیث اعرج سے اور سندوں کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے۔ اس باب میں ابوبکر صدیق وعائشہ وابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابن عباس رض کی حدیث کو سلیمان بن الربیع نے اس سند سے روایت کیا ہے ثنا کادح بن رحمۃ ثنا رشدین بن سعد عن ضحاک عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علیّ فی الکتاب لم تزل الصلوٰۃ جاریۃ له مادام اسمی فی ذلک الکتاب (یہ حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے مگر سند میں یہ فرق ہے کہ اس کی سند میں کادح وضحاک کے درمیان نہشل ہیں اور اس کی سند میں رشدین ۔) جعفر بن علی الزعفرانی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں حسن بن محمد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں اے ابو علی میں نے اپنی کتاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ جابجا صلی اللہ علیہ وسلم جو لکھا ہے کاش تم دیکھتے کہ وہ کیسا پھلا پھولا ہے۔ ابوالحسن بن علی المیمونی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو علی حسن بن عینیہ کو خواب میں دیکھا کہ ان کی انگلیوں پر سونے یا زعفران کے رنگ میں کچھ لکھا ہوا ہے میں نے دریافت کیا کہ اے استاد یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کی انگلیوں پر کچھ بہت ہی اچھا لکھا ہوا دیکھ رہا ہوں انھوں نے فرمایا کہ اے بیٹے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا

آپ کے نام نامی کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لکھنے کا ثمرہ ہے۔ خطیب نے لکھا ہے کہ مکی بن علی۔ ابوسلیمان حرانی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ابوالفضل نام کے ایک شخص بڑے پابند صوم وصلوۃ عابد وزاہد رہا کرتے تھے انھوں نے ذکر کیا کہ میں کتابت حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا کرتا تھا ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں تو نے ہمارا نام لیتے یا لکھتے وقت ایک بار بھی درود نہیں استعمال کیا مجھے اس خواب سے تنبہ ہوا اور آیندہ کتابت میں اس امر کا لحاظ رکھا کچھ دنوں کے بعد مجھے پھر زیارت نصیب ہوئی اس مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمھاری صلوۃ ہم کو پہنچ گئی جب کبھی ہمارا نام لکھو تو اس کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لکھا کرو۔ سفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ اگر اور کچھ فایدہ نہ بھی ہو تو یہی فائدہ صاحب حدیث کے لیے کیا کم ہے کہ جبتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اُس کے کسی لکھے ہوئے کاغذ پر قایم رہے گا اس پر صلوۃ جاری رہے گی محمد بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھکر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا انھوں نے جواب دیا کہ مجھے بخشدیا گیا میں نے پھر پوچھا کس بنا پر کہا کہ کتابت کے وقت اسم گرامی کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لکھنے کے باعث سے۔ بعض اہل حدیث نے بھی اپنے ایک محلے والے کی نسبت ایسی ہی خواب کا واقعہ نقل کیا ہے۔ سفیان ابن عینہ کہتے ہیں کہ ہم سے خلف صاحب الخلفان نے بیان کیا کہ ہمارا ایک دوست درس حدیث میں ہم سبق رہا کرتا تھا وہ مرگیا تو میں نے ایک روز خواب میں اس کو سبز کپڑے پہنے ہوئے بہت اچھی حالت میں دیکھکر دریافت کیا کہ یہ رتبہ تم کو کیسے نصیب ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ سماع حدیث کے وقت میں جب کتابت حدیث کیا کرتا تھا تو جہاں کہیں آپ کا اسم مبارک آجاتا تھا اس کے نیچے صلے اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں ان نعمتوں سے جو تم دیکھ رہے ہو سرفراز فرمایا ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رح کو خواب میں دیکھکر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انھوں نے فرمایا کہ مجھپر رحم فرماکر بخشدیا اور مجھے اس طرح بنا سنوار کر جنت میں داخل کیا جس طرح نئی دلھن کو اس کے گھر سے لے جاتے ہیں اور جس طرح رخصت کے دن اس پر نچھاور کی جاتی ہے مجھپر نچھاور کی گئی۔ میں نے پھر دریافت کیا کہ یہ کس کام کا صلہ تھا انھوں نے فرمایا کہ میں نے ایک کہنے والے (ہاتف) کو یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ یہ نعمتیں اس امر کا صلہ ہیں کہ تم کتاب الرسالۃ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر صلوۃ لکھا کرتے تھے۔ میں نے پھر دریافت کیا کہ آپ یہ صلوۃ کس طور پر لکھا کرتے تھے کہا کہ میں آپ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون لکھا کرتا تھا۔ صبح کو میں نے بیدار ہو کر کتاب الرسالۃ

نکال کر دیکھی تو فی الواقع اس میں اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ خطیب روایت کرتے ہیں کہ ہم کو بطور روایت محدث بشریٰ ابن عبداللہ رومی نے خبر دی ہے کہ میں نے حسین بن محمد بن عبید عسکری کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ان سے ابواسحٰق دارمی معروف بہ نہشل نے بیان کیا کہ جب میں احادیث کی تخریج کیا کرتا تھا تو ہر حدیث لکھتے وقت قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً لکھتا تھا ایک روز میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ دست مبارک میں میری کتاب کا ایک جزو ہے اور آپ اُسے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ بہت خوب ہے۔ محمد بن صالح نے ثوابہ سے انھوں نے سعید بن مروان سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرو کہتے تھے کہ میرے عزیزوں میں سے ایک ایسے شخص نے جس کی راست بازی پر مجھے وثوق ہے مجھ سے بیان کیا کہ بعض اصحاب حدیث کو میں نے خواب میں دیکھکر دریافت کیا کہ خدائے تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا کہ مجھپر رحم کیا اور بخشدیا میں نے پوچھا کس صلہ میں کہا کتابت حدیث کے وقت جہاں اسم مبارک آتا تھا میں صلے اللہ علیہ وسلم لکھدیا کرتا تھا۔ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب میں ایک جماعت اہل حدیث کا ذکر کیا ہے جن کو لوگوں نے خواب میں اچھی حالت میں دیکھکر ان سے فارغ البالی وخوشحالی کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے اس کی وجہ کتابت حدیث میں اسم مبارک کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لکھنا بتائی۔ ابن سنان کہتے ہیں کہ میں نے عباس عنبری وعلی بن المدینی کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم سماع حدیث کے زمانے میں اسم مبارک کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم لکھنا کبھی ترک نہیں کرتے تھے اگر اتفاقاً عجلت کے سبب سے لکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا تو کتاب میں اتنی جگہ چھوڑ دیتے تھے اور جب مجلس سماع سے فارغ ہوکر اپنے ٹھکانے پر پہنچتے تھے وہاں اطمینان سے بیٹھکر لکھ لیتے تھے۔

فصل۔ تیئسواں موقع درود شریف پڑھنے کا تبلیغ علم و مواعظ وتعلیم مسائل کے وقت ہے جن کی ابتدا وانتہا دونوں درود شریف سے ہونا چاہیے۔ اس حدیث کی بنا پر جسے اسمٰعیل بن اسحٰق نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

ثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا حسین بن علی وھو الجعفی عن جعفر بن برقان قال کتب عمر بن عبد العزیز امّا بعد فان اناساً من الناس قد التمسوا الدنیا بعمل الآخرۃ وان من القصاص قد احدثوا فی الصلوٰۃ علی خلفائھم وامرائھم عدل صلوٰتھم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم

جعفر بن بُرقان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے ایک فرمان (اپنے زمانہ خلافت میں اس مضمون کا جاری فرمایا تھا کہ آج کل لوگوں نے آخرت کے کاموں سے دُنیا حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے یعنی جس طرح صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے (خطبات وغیرہ میں) مشروع ہے اسی طرح وہ اپنے خلفاء وامراء کے لیے اس کا استعمال کرتے ہیں

فاذا جاءك كتابي هذا فمرهم ان تكون صلٰوتهم علی النبيين ودعاؤهم للمسلمين عامة ويدعوا ماسوی ذلك۔

جس وقت میرا یہ فرمان تمھارے پاس پہنچے ان کو حکم دیدو کہ (آیندہ ایسا نہ کریں) صلوٰۃ صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے ہونا چاہیے باقی جملہ مسلمین کے لیے دعا اس کے سوا جو کچھ ہے بالکل چھوڑ دیں۔

اس موقع پر درود شریف پڑھنا اس لیے بہتر سمجھا گیا ہے کہ یہ محل اس علم شریف کی تبلیغ کا ہے جو آپ لے کر تشریف لائے تھے اور جس کی نشر واشاعت وتلقین آپ نے امت کو فرمائی۔ انسانوں کے لیے اس سے زیادہ افضل واعظم نفع رساں اور کونسا عمل دین و دنیا کا ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال انني من المسلمين اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے قل هذه سبيلي ادعوا الی اللہ علی بصيرة انا ومن اتبعني اس آیت پاک میں خواہ عبارت مسلسل پڑھی جائے خواہ ادعوا الی اللہ پر وقف کرکے علی بصيرة انا ومن اتبعني کو اس سے جدا کردیا جائے دونوں صورتیں مفید مقصود ہیں اور دونوں قول متلازم اس لیے کہ موجودہ صورت میں فحوائے آیت ہر طرح یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امر سے لوگوں کے خبردار فرما دینے کا حکم دیا ہے کہ خدا کا پسندیدہ راستہ دعوۃ الی اللہ ہے اور جو شخص یہ راستہ اختیار کریگا وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر چلنے والا ہے۔ اور بصیرت پر قایم ہے یعنی ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے اور آپکا متبع ہے۔ جس طرح خود حضور کا ٹھیک راستہ پر ہونا یقینی ہے ویسے ہی حضور کے متبع کا بھی ٹھیک راستہ پر ہونا حتمی ہے۔ جو شخص بدبختی سے اس راستہ پر نہیں چل رہا ہے وہ نہ بصیرت پر ہے اور نہ آپ کا متبع پس ظاہر ہوا کہ دعوۃ الی اللہ مرسلین علیہم السلام اور ان کے اتباع کا شیوہ ہے اور یہ اتباع اپنے مرسلین کے خلفا ہیں باقی افراد امت ان کے تبع ہیں یہ امر دعوۃ فی الحقیقت ایسا مہتم بالشان امر ہے کہ خداوند کریم نے جس کی تبلیغ کا اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیکر مخالفین سے آپ کی حفاظت وعصمت کی ذمہ داری اپنی ذات پاک پر لی ہے یہی حال مبلغین امت مرحومہ کا ہے کہ ان میں سے جو شخص جس قدر تندہی واخلاص سے اوامر ونواہی کی جتنی تبلیغ کرتا ہے خدائے تعالیٰ اتنی ہی اس کی حفاظت وصیانت اس کے مخالفین ومعاندین سے فرماتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا حکم دیا ہے اگرچہ وہ ایک آیت ہی کی تبلیغ کیوں نہو اور جو شخص آپ کے احکام کی تبلیغ کرے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے فی الواقع یہ ایسا امر ہے جو میدان کارزار میں دشمنان دین پر تیر برسانے سے کہیں زیادہ افضل واعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ تو اکثر افراد خلق کرسکتے ہیں لیکن تبلیغ سنت انھیں برگزیدہ خلق وبہترین اشخاص کا کام ہے جو انبیاء علیہم السلام کے وارث اور

خلفاء ہیں ایسے ہی اشخاص کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نے اپنے خطبے میں جس کا ذکر ابن الوضاح نے کتاب الحوادث والبدع میں کیا ہے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

الحمد لله الذی امتن علی العباد بان جعل فی کل زمان فترة من الرسل بقایا من اهل العلم یدعون من ضل الی الهدیٰ و یصبرون منهم علی الاذی و یحیون بکتاب الله اهل العمی کم من قتیل لابلیس قد احیوه وضال تائه قد هدوه ولا بذلوا دماءهم واموالهم دون هلکة العباد فما احسن اثرهم علی الناس واقبح اثر الناس علیهم یقتلونهم فی سالف الدهر والی یومنا هذا فما نسیهم ربك وما کان ربك نسیاً جعل قصصهم هدی واخبر حسن مقالتهم فلا تقصر عنهم فانهم فی منزلة رضیعة وان اصابتهم الوضیعه ٥

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہے جس نے اپنے بندوں پر احسان فرما کر ہر زمانہ فترۃ میں (وہ زمانہ جو دو نبیوں کے بعثت کے درمیان ہوتا ہے) کچھ اہل علم اس لیے باقی رہنے دئے ہیں کہ وہ مخلوق کو ہدایت کی دعوت کرتے رہیں اور اس کام میں مخلوق سے جو تکلیفیں انھیں پہنچیں انکو برداشت کریں وہ اللہ کے احکام سُنا کر گمراہی کی موت سے خلق کو نجات دیتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگوں کو جن کے دل شیطان کے دام فریب میں پھنس کر مر چکے تھے زندگی بخشتے ہیں۔ بہت سے گمراہوں کو انھوں نے ہدایت کے رستہ پر لگا دیا ہے اور اپنے جان ومال پر کھیل کر دوسروں کو ہلاکت سے بچایا ہے پس کیا اچھا سلوک ان کا لوگوں کے ساتھ ہے اور کتنا بُرا سلوک لوگوں کا ان سے ہے جو ایک مدت سے آجتک ان کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ لیکن خدا نے ان کو نہیں بھلایا ہے اور بھولنا تو خدا کی عادت ہی نہیں ہے ان کے واقعات ہمارے لیے ہدایت و بصیرت کا سبب بنائے ہیں اور ان کے حسن مقال سے ہمکو مطلع فرمایا ہے ان کے کارنامے فراموش نہ کرنا چاہئیں اگرچہ مخلوق کی جانب سے ان کی کیسی ہی نے عزتی ہوئی ہو لیکن ان کے درجات بہت بڑے ہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں جب کبھی کوئی بدعت ظاہر ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے اولیا میں سے ایک نہ ایک ولی اس کے مٹانے کے لیے پیدا کر دیگا۔ ایسے لوگوں کو ذوات مغتنمات میں سے سمجھنا چاہیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نصیحت اس بارے میں حضرت علی و معاذ رضی اللہ عنہما کو فرمائی تھی

کہ لان یھدی اللہ بك رجلاً واحد اُخیرلك من حمر النعم (تمھاری کوشش سے اگر ایک انسان کو ہدایت حاصل ہو تو تمھارے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمھیں بہت سے عمدہ سواری کے گمّے مل جائیں) یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک موقع پر آپ نے اپنی دو اُنگلیاں ملا کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری کسی سنت کو زندہ کریگا میں اور وہ جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہونگے۔ ایک مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی انسان کو ہدایت کا راستہ دکھائے اور وہ انسان اس پر عامل رہے تو قیامت تک ہدایت کرنے والے کو عمل کرنے والے کی برابر ثواب حاصل ہوتا رہتا ہے۔ پس جبکہ تبلیغ علم کی بدولت مبلغین کو ایسی بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو ان پر بھی واجب ہے کہ تبلیغ علم کے وقت سلسلہ کلام کی ابتدا خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے اعتراف وحدانیت سے کریں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی درود شریف پڑھکر آپ کی تمجید و توصیف سے رطب اللسان ہوں اور جب ختم کلام کریں تو اس کا خاتمہ بھی درود شریف پر ہو۔ وصلی اللہ علی نبیہ الکریم وعلی آلہ وازواجہ وذریاتہ واھل الھداۃ الی صراط المستقیم وسلم تسلیماً کثیراً۔

فصل چوبیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا صبح اور شام کے وقت ہے۔ طبرانی کی اس روایت کے مطابق:

ثنا حفص بن عمر الصباح ثنا یزید بن عبد ربہ الجرجی ثنا بقیۃ بن الولید حدثنی ابراھیم بن محمد بن زیاد الالھانی قال سمعت خالد بن معدان یحدث عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلّٰی علیّ حین یصبح عشراً وحین یمسی عشراً ادرکتہ شفاعتی یوم القیامۃ۔

ابوالدرداء رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص صبح ہوتے اور شام ہوتے وقت مجھپر دس دس بار درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت سے مستفیض ہوگا۔

ابوموسیٰ مدینی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو بقیہ سے بہت آدمیوں نے روایت کیا ہے یہ یزید بن عبدربہ چونکہ حمص میں کنیسہ جرجس کے قریب رہتے تھے لوگ ان کو جرجسی کہنے لگے۔

فصل پچیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا کسی گناہ سے معافی چاہنے کے لیے ہے۔ اس باب میں ایک حدیث حضرت انس رضہ کی بحوالہ کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم پہلے گزر چکی ہے جس کا متن یہ ہے صلوا علی فان الصلوٰۃ علی کفارۃ لکم دوسری روایت اسی کتاب کی یہ ہے۔

ثنا محمد بن اشکاب ثنا یونس بن محمد ثنا الفضل

ابوکاہل رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بن عطاء عن الفضل بن شعیب عن ابی منظور عن ابن معاذ عن ابی الکاھل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا کاھل من صلےٰ علیّ کل یوم ثلث مرات وکل لیلۃ ثلاث مرات حبا اوشوقا الیّ کان حقاً علی اللہ ان یغفر لہ ذنوبہ تلک اللیلۃ وذلک الیوم۔

مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو کاہل جس شخص نے بتقاضائے محبت یا شوق قلبی سے (مسور راوی ہے) دن رات میں تین تین بار مجھپر درود پڑھا خدائے تعالیٰ پر حق ہے کہ اس دن اور رات میں جو کچھ گناہ اس سے سرزد ہوئے ہوں انکو معاف فرمادے۔

تیسری حدیث یہ ہے جسے ابوالشیخ نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت کیا ہے۔ (یہ حدیث معہ زیادت کے قاضی اسمٰعیل کی روایت سے پہلے باب میں گزرچکی ہے)

ثنا عبد اللہ بن محمد بن نصر ثنا اسمٰعیل بن یزید قال ثنا الحسین بن حفص ثنا ابراھیم بن طھمان عن لیث بن ابی سلیم عن نافع بن کعب المدانی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا علیّ فان الصلوٰۃ علیّ زکوٰۃ لکم۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مجھپر درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا مجھپر درود پڑھنا تمھارے لیے زکوٰۃ کا حکم رکھتا ہے۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اس سند سے روایت کیا ہے عن ابن فضیل عن لیث عن کعب عن ابی ھریرۃ (اس سند سے ظاہر ہے کہ لیث کو خود کعب سے بلا واسطہ نافع سماع حاصل ہے اور ممکن ہے کہ دونوں سے ہو) زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اور اس میں بالیدگی وبرکت پیدا ہوتی ہے اور حضرت انس رضؓ کی حدیث سے جس سے فصل کی ابتدا ہوئی ہے صلوٰۃ کا کفارۂ ذنوب ہونا ثابت ہے جب ان دونوں حدیثوں پر مجموعی طور سے نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے نفوس کو خصائل رذیلہ سے نجات حاصل ہوکر طہارت کامل نصیب ہوتی ہے اور وہ طہارت ہمیشہ ترقی پذیر رہکر کمالات وفضائل انسانی میں اضافہ کرتی رہتی ہے اور یہی کمال نفس کی غایت ہے نتیجہ کلام یہ سمجھنا چاہیے کہ نفس کو بغیر درود وصلوٰۃ کے مرتبہ کمال حاصل نہیں ہوسکتا جس کے حصول کا یہ بہترین طریقہ ہے اس لیے کہ یہ آپ کے لوازم محبت ومتابعت وتقدیم علی ماسواہ سے ہے۔

فصل۔ چھبیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا فقر وفاقہ میں مبتلا ہونے کے وقت ہے یا جبکہ مبتلا ہونے کا ڈر ہو۔ ابونعیم کی روایت ہے۔

ثنا عبد اللہ بن محمد بن جعفر ثنا محمد بن الحسن بن سماعة ثنا ابو نعیم ثنا فطر بن خلیفة عن جابر بن سمرة السوائی عن ابیه قال کنا عند النبی صلی اللہ علیه وسلم اذ جاءہ رجل فقال یا رسول اللہ ما اقرب الاعمال الی اللہ عز وجل قال صدق الحدیث واداء الامانة قلت یا رسول اللہ زدنا قال صلوٰۃ اللیل وصوم الھواجر قلت یا رسول اللہ زدنا قال کثرۃ الذکر والصلوٰۃ علی تنفی الفقر قلت یا رسول اللہ زدنا قال من ام قوما فلیخفف فان فیھم الکبیر والعلیل والضعیف وذا الحاجة -

جابر بن سمرہ سوائی اپنے باپ[1] سے روایت کرتے ہیں - کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر دریافت کیا یا رسول اللہ کون عمل خدا سے زیادہ قریب ہے (یعنی قربت کا باعث) ہے آپ نے فرمایا سچ بولنا اور امانت ادا کرنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (اس جواب وتصریح میں) اور کچھ اضافہ فرمائی آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز (تہجد) اور گرمیوں کے روزے میں نے پھر عرض کیا کہ اور کچھ زیادہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ کثرت ذکر اور بھرپور درود پڑھنا فقر کو مٹا دیتا ہے - میں نے پھر عرض کیا کہ اور کچھ زیادہ فرمائیے ارشاد ہوا کہ جب کوئی شخص کسی جماعت کا امام نماز ہو تو اسے قراۃ وغیرہ میں تخفیف مد نظر رہے اس لیے کہ جماعت میں بیمار بوڑھے ضعیف حاجتمند سب ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں -

فصل ستائیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا خطبۂ نکاح کے وقت ہے - اس باب میں صرف یہ ایک اثر ملا ہے جسے اسمٰعیل بن زیاد نے روایت کیا ہے -

عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رض فی قوله ان اللہ وملٰئکته یصلون علی النبی الآیه - ان اللہ یثنی علی نبیکم ویغفر له وامر الملٰئکة بالاستغفار له یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما اثنوا علیه فی صلوٰتکم وفی مساجدکم وفی کل موطن وفی خطبة النساء فلا تنسوہ ٥

ضحاک رو آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون کی تفسیر ابن عباس سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے پیغمبر علیہ السلام کی ثنا فرماتا ہے اور مغفرت کرتا ہے اور اپنے فرشتوں کو آپ کے لیے استغفار کا حکم دیتا ہے اور یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے یہ معنے ہیں کہ تم اے ایمان والو ان کی ثنا کرو اپنی نمازوں میں اپنی مسجدوں میں اور ہر جگہ پر اور نکاح کے خطبوں میں کہیں آپ کو نہ بھولنا چاہیئے -

[1] باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں رضی اللہ عنہما ۱۲

فصل = اٹھائیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا چھینکنے کے وقت ہے۔ طبرانی کی روایت ہے۔

ثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی ثنا سھل بن صالح الانطاکی ثنا الولید بن مسلم ثنا سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسی عن نافع قال رایت ابن عمر رضہ وقد عطس رجل الی جنبہ فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر رضہ وانا اقول السلام علی رسول اللہ ولکن لیس ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقول اذا عطسنا الحمد للہ علی کل حال ٥

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضہ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا۔ ابن عمر رضہ نے کہا کہ ہم السلام علی رسول اللہ کہتے ہیں لیکن حکم اس طرح نہیں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو یہ حکم دیا ہے کہ جب چھینک آئے تو الحمد للہ علی کل حال کہا کریں۔

طبرانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ولید کے سوا کسی اور راوی نے سعید سے روایت نہیں کی ہے۔ سہل اس روایت میں منفرد ہیں۔ لیکن ترمذی نے اس کو دوسرے طریقہ سے روایت کیا ہے وہو ہذا =

عن حمید بن مسعدۃ ثنا زیاد بن الربیع ثنا حضرمی مولی آل الجارود عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال۔

ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو پہلی حدیث کے تحت میں لکھا گیا اس میں اَمرنا ہے اور اس میں علّمنا جس کے معنے ہم کو تعلیم فرمایا۔ ہیں۔

ترمذی رہ نے اس حدیث کو غریب کہکر لکھا ہے کہ سوائے زیاد ابن ربیع کے کسی دوسرے واسطہ سے ہم کو اس حدیث کا علم حاصل نہیں ہوا ہے۔ ابو موسی مدینی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نافع سے دوسرے طریقہ پر بھی روایت کی گئی ہے پھر بطریق عبد اللہ بن احمد اس طور پر روایت کیا ہے۔

ثنا عباد بن زیاد الاسدی ثنا زھیر عن ابی اسحٰق عن نافع قال عطس رجل عند ابن عمر فقال لہ ابن عمر لقد بخلت ھلا حیث

نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضہ کی صحبت میں ایک شخص چھینکا انھوں نے اس سے کہا کہ تو نے خدا کی حمد کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود

حمد اللہ تعالیٰ صلیت علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ه — نہ پڑھنے میں بخل کیا۔

ایک جماعت کا جن میں سے ابو موسیٰ مدینی بھی ہیں یہی مذہب ہے کہ چھینک آنے کے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے لیکن دوسرا فریق اس کا انکار کرکے کہتا ہے کہ چھینک آنے پر صرف الحمد للہ کہنے کا حکم ہے اس کے سوا کوئی اور بات مشروع نہیں ہے اگرچہ درود شریف کا ورد افضل اعمال ہے مگر ہر امر کا موقع ومحل ہے ایک عمل دوسرے کی جگہ کار آمد نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ درود شریف باوجود افضل اعمال ہونے کے رکوع وسجود وقیام واعتدال وغیرہ میں مشروع نہیں ہے۔ اور یہ فریق یہ حدیث ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تذکرونی عند ثلاث عند تسمیۃ الطعام وعند الذبح وعند العطاس (تین موقعوں پر یعنی کھانا کھانے کے لیے بسم اللہ کہنے اور ذبح کرنے اور چھینکنے کے وقت میرا ذکر نہ کرو) لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس کی سند یہ ہے حدثنا سلیمان بن عیسی السجزی عن عبد الرحیم بن زید العمی کسیر عن عوبر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اس سند میں تین علتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ سلیمان بن عیسی اس میں منفرد ہیں جن کی نسبت بیہقی لکھتے ہیں کہ وہ وضاعین حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں دوسری یہ کہ عبد الرحیم ضعیف ہیں تیسری یہ کہ حدیث منقطع ہے۔ بیہقی رح کہتے ہیں کہ چھینکنے کے وقت درود شریف پڑھنے کے بارے میں ہمکو حدیث پہنچی ہے (گویا اس کے مقابلے میں یہ حدیث بوجہ علل قابل پیش رفت نہیں) پھر وہی پہلا اثر انھوں نے اس سند سے روایت کیا ہے اخبرنا ابو طاهر الفقیه انا ابو عبد اللہ الصفار ثنا عبد اللہ بن احمد ثنا عباد بن زیاد =

فصل - اُنتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا وضو سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

ابو الشیخ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں۔

ثنا محمد بن عبد الرحیم ابن شبیب ثنا اسحٰق بن ابی اسرائیل ثنا محمد بن جابر عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا فرغ احدکم من الطهور فلیقل اشهد ان لا اله الا اللہ وان محمد عبده ورسوله ثم لیصل علی فاذا قال ذلك فتحت له ابواب الرحمة ه

عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی شخص وضو سے فارغ ہو تو اشهد ان لا اله الا اللہ وان محمداً عبده ورسوله کہکر مجھپر درود شریف پڑھے جس وقت یہ کہیگا اس پر رحمت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

یہ حدیث وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنے کے باب میں مشہور حدیث ہے جو کئی طریق پر عمر بن الخطاب وعقبہ بن عامر وثوبان وانس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے مگر ان طریقوں میں سے کسی طریقہ میں یہ جملہ آخر درود پڑھنے کی نسبت مذکور نہیں ہے۔ البتہ ابن ابی عاصم نے اس بارے میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

ثنا دحیم ثنا ابن ابی فدیك ثنا عبد المهیمن بن عیاش بن سهل بن سعد عن ابیه عن جده یرفعه لا وضوء لمن لم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم ۵

سعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بیان کر کے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا۔

یہ حدیث پہلے لکھی جا چکی ہے لیکن اس کی سند میں عبد المہیمن راوی نا قابل احتجاج ہیں واللہ اعلم۔

فصل تیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا گھر میں داخل ہونے کے وقت ہے۔ حافظ ابو موسیٰ مدنی نے اس موقع کا ذکر کر کے یہ حدیث استدلالاً روایت کی ہے۔

حدثنا ابو الصالح بن المهلب عن ابی بکر بن عمران حدثنی محمد بن العباس بن الولید حدثنی عمر بن سعد ثنا ابن ابی ذئب حدثنی محمد بن عجلان عن ابی الحازم عن سهل بن سعد قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فشکا الیه الفقر وضیق العیش او المعاش فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخلت منزلك فسلم ان کان فیه احد اولم یکن فیه احد ثم سلم علی واقرأ قل هو الله احد مرة واحدة ففعل الرجل فادر الله علیه الرزق حتی افاض علی جیرانه وقرابته ۔

سہل بن سعد رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے فقر وتنگی معاش کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو خواہ وہاں کوئی ہو یا نہ ہو۔ السلام علیکم۔ کہکر مجھپر سلام پڑھ اس کے بعد ایک مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھ لے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس ورد کی برکت سے خدائے تعالیٰ نے اس پر اس قدر رزق کی افراط کی کہ اُس نے اپنے اہل محلہ وقرابت داروں تک کو اس سے فائدہ پہنچایا۔

فصل۔ اکتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا حدیث ابو ہریرہ رض کے موافق جسے مسلم رحمتہ روایت کیا ہے کسی موقع پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کے وقت ہے یہ حدیث جو

ان للہ سیارۃ من الملئکۃ اذامرّوا بحلق الذکر سے شروع ہوتی ہے پہلے باب میں بیان کردی گئی ہے مسلم بن ابراہیم کشی نے اس کو اس سند سے روایت کیا ہے ثنا عبد السلام بن عجلان ثنا ابو عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ رض۔

فصل = بتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا اس وقت ہے جبکہ انسان کوئی بات یا شے بھول جائے اور وہ اس کو یاد نہ آتی ہو۔ ابو موسی مدینی نے اس موقع کا ذکر کرکے یہ حدیث اس باب میں بطریق محمد بن عتاب مروزی روایت کی ہے۔

ثنا سعدان بن عبدۃ ابو سعید المروزی ثنا عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی ابنا انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا نسیتم شیًا فصلّوا علیّ تذکروہ ان شآء اللہ۔

انس ابن مالک رض نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھپر درود پڑھو خدا نے چاہا تو وہ بھولی ہوئی شے تم کو یاد آجائیگی

اس کے بعد لکھا ہے کہ کتاب الحفظ والنسیان میں ہم نے اس حدیث کو دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

فصل ۔ تینتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا کوئی حاجت پیش آنے کے وقت ہے۔ جیسا کہ حافظ احمد بن موسی رح کی اس روایت سے ثابت ہے۔

ثنا عبد الرحیم بن محمد بن مسلم قال عبد اللہ بن احمد بن محمد بن اسید ثنا اسمٰعیل بن یزید ثنا ابراھیم ابن الاشعث الخراسانی ثنا عبد اللہ بن سنان بن عقبۃ بن ابی عائشۃ المدنی عن ابی سھل بن مالک عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلّی علیّ مأیۃ صلوٰۃ حین یصلّی الصبح قبل ان یتکلم قضی اللہ لہ مأیۃ حاجۃ عجل لہ منھا ثلاثین حاجۃ واخر لہ سبعین وفی المغرب مثل ذلک قالوا وکیف الصلوٰۃ علیک یارسول اللہ قال ان اللہ وملئکتہ یصلّون علی النبی یاایھا الذین آمنو صلّوا علیہ وسلموا تسلیما اللھم صل علیہ

جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد بات چیت کرنے سے پہلے مجھپر سو مرتبہ درود پڑھیگا خدا اُس کی سو حاجتیں پوری کریگا تیس دنیا میں اور ستر آخرت میں اور نماز مغرب کے بعد بھی ایسا ہی کرے صحابہ نے عرض کیا آپ پر کس طرح درود پڑھا جائے فرمایا ان اللہ وملئکتہ یصلّون علی النبی یاایھا الذین آمنو صلّوا علیہ وسلموا تسلیما اللھم صل علیہ یہاں تک کہ سو کی تعداد پوری ہوجائے ۔

حتی تعد مایۃ ٥

ابراہیم بن جنید نے اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

ثنا اسمعیل بن خدیج ابن معاویۃ عن ابی اسحق عن ابی عبیدۃ عن ابن مسعود رض قال اذا اردت ان تسأل حاجۃ فابدأ بالمدحۃ والتحمید والثناء علی اللہ عزوجل بما ھو اھلہ ثم صل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم ادع بعد فان ذلک احری ان تصیب حاجتک ٥

ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ کسی روائے حاجت کے لیے تم خدا سے دعا کا قصد کرو تو پہلے خدا کی حمد وثنا اس کی شان کے موافق کرو پھر درود پڑھکر دعا مانگو امید ہے کہ تمھاری حاجت پوری ہوجائے۔

(ایک حدیث عبداللہ بن ابی اوفی رض کی اسی عنوان کے متعلق بروایت ترمذی رح پہلے باب میں مذکور ہو چکی ہے جس کا متن ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کانت لہ حاجۃ الی اللہ او الی احد من بنی آدم فلیتوضاء اسی حدیث کو مصنف رح نے بروایت طبرانی اس سند سے ثنا سھل بن موسی ثنا زرین بن الاسعث ثنا عبد الوھاب بن عطاء ثنا فائد بن اورقا ثنا عبد اللہ بن ابی اوفی قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال من کان لہ حاجۃ الی اللہ عزوجل فلیتوضاء سے یہاں نقل فرمایا ہے چونکہ باقی عبارت حدیث وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے بخیال تکرار لاحاصل اس اشارہ پر اقتصار کیا جاتا ہے) حافظ ابن مندہ نے جابر رض کی حدیث کو ان الفاظ اور اس سند سے روایت کیا ہے ثنا عبد الصمد العاصمی انا ابراھیم بن احمد المستملی ثنا محمد بن دستویہ ثنا سھل بن سیبویہ ثنا محمد بن عبید ثنا عباس بن بکار ثنا ابو بکر الھذلی ثنا محمد بن المنکدر عن جابر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صل علی کل یوم مایۃ مرۃ قضی اللہ لہ مایتا حاجۃ سبعین منھا لآخرتہ وثلاثین منھا للدنیا ٥ (ترجمہ وہی ہے جو پہلی روایت کے تحت میں گزرا صرف یہ فرق ہے کہ اس میں صبح وشام دونوں وقت درود پڑھنے کا ذکر ہے اور اس میں اس کی جگہ دن میں سو مرتبہ پڑھنے کا مذکور ہے) حافظ ابو موسی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس بارے میں فضالہ بن عبید وابی بن کعب رض کی حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں۔

فصل = چونتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا طنین اذن (ایک مرض کا نام ہے جسے کان کا بولنا کہتے ہیں) کے وقت ہے۔ اس باب میں ابورافع رض کی حدیث بروایت معمر بن محمد بن عبداللہ بن ابی رافع عن ابیہ عن جدہ پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ حافظ ابو موسی وغیرہ نے اس حدیث کو ضبط کیا ہے

اور ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں اس سند سے روایت کیا ہے ۔ ثنا ابوالربیع قال ثنا حسان بن علی قال ثنا محمد بن عبد اللہ عن ابی رافع عن اخیہ عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ اس روایت میں باب اول کی روایات سے علاوہ اختلافات سند کے یہ فرق ہے کہ اس کا آخری جملہ فلیصل علی ویقل ذکر اللہ بخیر من ذکرنی ۔ ہے اور اس کی دوسری روایت کے آخری الفاظ ذکر اللہ من ذکرنی بخیر ہیں (پہلے جملہ کے یہ معنے ہیں خدا خیر کے ساتھ اسے یاد کرے جس نے مجھے یاد کیا ہے اور دوسرے کے یہ ہیں خدا اسے یاد کرے جس نے مجھے خیر کے ساتھ یاد کیا ہے)

فصل پینتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا نماز پنجگانہ کے بعد ہے حافظ ابو موسی وغیرہ نے اس موقع پر درود کے ورد کا ذکر کرکے سوائے اس حکایت کے کوئی حدیث یا اثر نقل نہیں کیا ہے اس حکایت کو ابو موسی مدینی بطریق عبد الغنی بن سعید یوں روایت کرتے ہیں۔

قال سمعت اسمعیل بن احمد بن اسمعیل المحاسب قال اخبرنی ابوبکر محمد بن عمر قال کنت عند ابی بکر بن مجاهد فجاء الشبلی فقام الیہ ابوبکر بن مجاهد فعانقہ وقبل بین عینیہ فقلت لہ یا سیدی تفعل هذا بالشبلی وانت وجمیع من ببغداد یتصور انہ مجنون فقال لی فعلت بہ کما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل بہ وذلک انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وقد اقبل الشبلی فقام الیہ وقبل بین عینیہ فقلت یا رسول اللہ أتفعل هذا بالشبلی فقال هذا یقرء بعد صلوتہ لقد جاء کم رسول من انفسکم الی آخرها ویتبعها بالصلوۃ علی وفی روایۃ انہ لم یصل صلوۃ فریضۃ الا و یقرء خلفها لقد جاء کم رسول من انفسکم الی آخر السورۃ ویقول ثلاث مرات صلی اللہ علیک یا محمد

ابوبکر محمد بن عمر نے خبر دی ہے کہ میں ایک دن ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں وہاں شبلی رح آگئے ابوبکر نے اُٹھکر ان سے معانقہ کیا اور پیشانی چومی میں نے (متعجب ہوکر) کہا کہ یا سیدی آپ شبلی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں حالانکہ آپ خود اور تمام بغداد والے ان کو مجنون خیال کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ جیسا ان کے ساتھ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو برتاؤ کرتے ہوئے دیکھا ہے ویسا ہی کرتا ہوں اسکی حقیقت یہ ہے کہ ایک روز خواب میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شبلی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور حضور نے اُٹھکر ان کی پیشانی چومی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ شبلی کے ساتھ ایسا سلوک فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں یہ نماز کے بعد لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر تک پڑھکر مجھپر درود پڑھا کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس نے کوئی فرض نماز نہیں پڑھی جس کے بعد یہ آیتیں آخر سورۃ تک پڑھکر

قال فلما دخل الشبلی سالته عما یذکر بعد الصلوٰۃ فذکر مثلہ ٥

تین بار صلے اللہ علیک یا محمد نہ کہا ہو۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میں نے شبلی سے دریافت کیا کہ تم بعد نماز کیا ذکر کیا کرتے ہو تو انھوں نے وہی بات بیان کی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔

(اس حکایت کا حقیقۃً حرف بحرف صحیح ہونا مسلّم لیکن اصول شرعی کے مطابق کوئی ورکسی کی خواب احکام شرعی کی بنیاد کبھی نہیں ہوسکتی جس سے کسی مسئلے کا استنباط کیا جائے)

فصل چھتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا جانوروں کے ذبح کرنے وقت ہے۔ ایمہ دین وعلمائے ملت کا اس مسئلے میں اختلاف ہے امام شافعیؒ اس کو مستحب کہکر فرماتے ہیں کہ اگرچہ ذبیحہ پر صرف تسمیہ یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہنا کافی ہے لیکن اس کے بعد اگر خدا کا کچھ اور ذکر بھی کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ میرے نزدیک تسمیہ کے ساتھ اگر صلے اللہ علی رسول اللہ کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں اور صرف اسی موقع پر نہیں بلکہ ہر حالت میں جہاں تک ممکن ہو مجھے درود شریف کی کثرت دلپسند ہے۔ اس لیے کہ درود شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا درحقیقت ایمان باللہ اور خدا کی عبادت ہے جس پر انشاء اللہ اجر ملنے کی امید ہے عبدالرحمٰنؓ بن عوف رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ میں (کسی سفر میں) رسول اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا مگر آپ مجھ سے کچھ آگے بڑھ گئے تھے جب میں قریب پہنچا تو آپ کو سجدے میں مشغول پاکر میں دیر تک کھڑا ہوا انتظار کرتا رہا چونکہ سجدہ بہت طویل تھا زیادہ دیر کے بعد آپ نے سر اٹھایا میں نے عرض کیا کہ اس طول سجدہ سے مجھے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں خدائے تعالیٰ نے روح پاک قبض نہ فرمالی ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن میں جب یہاں پہنچا تو جبرئیل نے مجھ سے ملکر اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ مژدہ سنایا کہ جو شخص تم پر ایک بار صلوٰۃ پڑھے گا میں اُس پر دس بار صلوٰۃ نازل کرونگا اس خوشخبری کے شکریہ میں مَیں نے یہ سجدہ کیا تھا۔ دوسری جگہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اس نے جنت کا راستہ بھلا دیا۔ اس کے علاوہ اپنے دعوے کے ثبوت میں امام موصوف نے بہت سی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ لیکن دوسرے لوگ جن میں اصحاب امام ابوحنیفہ رح بھی شامل ہیں۔ اس موقع پر درود شریف کا پڑھنا مکروہ خیال کرتے ہیں۔ صاحب محیط نے اس کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ وجہ بتائی ہے کہ اس موقع پر درود دینے میں اہلال لغیر اللہ (خدا کے سوا دوسرے کے نام پر نامزد کرنا) کا مظنہ پیدا ہوتا ہے۔ اصحاب امام احمد رح بھی اس مسئلے میں باہم مختلف ہیں قاضیؒ اور ان کے شاگردوں نے مکروہ سمجھا ہے اور رؤس المسائل

میں ابوالخطاب نے اس کراہت کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن شاقلا امام شافعی کی طرح مستحب بتاتے ہیں مکروہ سمجھنے والوں کا استدلال معاذ بن جبل رض کی اس حدیث سے ہے جسے ابو محمد خلال نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال موطنان لاحظ لی فیہما عند العطاس والذبح (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے دو موقعوں پر میرا ذکر درست نہیں چھینکنے اور ذبح کرنے کے وقت) اور سلیمان بن عیسی سجزی کی روایت بھی جس پر قبل ازیں بحث ہو چکی ہے اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں مگر وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

فصل ۔ سینتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا نماز میں بحالت قرارۃ اس وقت ہے جبکہ کسی آیت میں آپ کا ذکر یا نام ہو یا آیت یاایہاالذین آمنوا پڑھے۔ ہمارے اصحاب (اصحاب حدیث یا حنابلہ) نے اور ان کے سوا دوسرے علمائے بھی کہا ہے کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو حالت قراۃ میں وقف کر کے درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔ اسمٰعیل بن اسحٰق نے اس باب میں یہ اثر روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن ابی بکر ثنا بشر بن منصور عن هشام عن الحسن قال اذا مر بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیقف و لیصل علیہ فی التطوع =

حسن رح (بصری) سے روایت ہے کہ اگر نماز نفل میں آیت یاایہاالذین آمنوا پر قراۃ کرتے کرتے کوئی پہنچے تو چاہیے کہ ٹھیر کر آپ پر درود پڑھ لے نوافل میں

امام احمد رح کا مذہب منصوص بھی یہی ہے کہ جب کسی ایسی آیت کی قرارۃ نماز نفل میں کرے جس میں آپ کا ذکر ہو تو وقف کر کے درود پڑھ لینا چاہیے۔

فصل = اڑتیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا صدقہ کے عوض میں ہے۔ ایسے شخص کے لیے جو صدقہ دینے کی قابلیت نہیں رکھتا اور صدقہ دینا چاہتا ہے درود شریف کا پڑھنا قایم مقام صدقہ کا ہو جاتا ہے۔ ابن وہب نے اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

عن عمرو بن الحارث عن دراج بن السمح عن ابی الهیثم عن ابی سعید رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل لم یکن عندہ صدقۃ فلیقل فی دعائہ اللّٰھم صل علی محمد عبدك ورسولك وصل علی المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات فانها له زكوٰة -

ابوسعید رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص میں صدقہ دینے کی گنجائش نہ ہو (اور وہ صدقہ دینا چاہے) تو یہ دعا مانگے اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک وصل علی المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات جو اس کے لیے زکوۃ کے حکم میں ہے۔

یہ حدیث ابن وہب سے ان کے بھتیجے اور ہارون بن معروف نے روایت کی ہے -

فصل = انتالیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا سونے کا وقت ہے - اس باب میں ابوالشیخ نے یہ حدیث روایت کی ہے -

انا اسحٰق بن اسمٰعیل الرملی ثنا آدم بن ایاس ثنا محمد بن نشر ثنا محمد بن عامر قال قال ابو قرصافة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من آوی الی فراشه ثم قرأ تبارك الذی بیده الملك ثم قال اللّٰهم رب الحل والحرم ورب البلد الحرام ورب الرکن والمقام ورب المشعر الحرام بحق کل آیة انزلتها فی شهر رمضان بلغ روح محمد صلی الله علیه وسلم منی تحیة وسلامًا اربع مرات وکل الله تعالی بها الملکین حتی یاتیا محمدًا صلی الله علیه وسلم فیقولان له یا محمد ان فلان ابن فلان یقرء علیك السلام ورحمة الله فیقول وعلی فلان منی السلام ورحمة الله وبرکاته -

ابو قرصافہ رضہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے جو شخص سوتے وقت سورہ تبارک الذی پڑھ کر چار بار یہ دعا (مندرجہ متن حدیث) پڑھے خدائے تعالیٰ دو فرشتے متعین فرماتا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں آکر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ پر سلام رحمت کے عرض کرتا ہے آپ فرشتوں سے فرماتے ہیں میری طرف سے بھی اس پر سلام اور رحمت و برکت خدا کی نازل ہو -

حافظ ابو موسیٰ نے محمد راوی حدیث کے باپ کا نام نشر بفتح نون ضبط کیا ہے (مصنف رح) میں کہتا ہوں کہ کتاب الصحابہ میں ابن عبدالبر رح نے ابو قرصافہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان کا نام جندرہ ہے اور بنی کنانہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کو شرف صحبت حاصل ہے فلسطین میں رہا کرتے تھے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تہامہ میں سکونت تھی لیکن یہ محمد بن نشر راوی حدیث مدنی ہیں ازدی نے ان کو متروک الحدیث و مجہول کہا ہے - ایک علت اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ مقولہ ابو جعفر باقر رضی اللہ کا مشہور ہے (یعنی حدیث کا مرفوع ہونا اہل فن کے نزدیک ثابت نہیں ہے)

فصل ۔ چالیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا ہر بھلائی کی بات چیت شروع کرنے وقت ہے

(خواہ وہ کلام تحریری ہو یا تقریری)، اس کی یہ صورت ہونا چاہیے کہ پہلے خدا کی حمد و ثنا کرے اس کے بعد صلوٰۃ ہو پھر جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہے وہ بیان کرے۔ حمد و ثنائے الٰہی اس لیے ضروری ہے کہ امام احمد رح نے مسند میں اور ابوداؤد نے سنن میں بواسطہ ابوہریرہ رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے۔ کل کلام لا یبدا فیہ بحمد اللہ فھو اجذم (جو کلام خدا کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ منقطع ہے)، اور صلوٰۃ اس لیے لازم ہے کہ دوسری حدیث میں جس کو ابو موسیٰ مدینی نے بواسطہ اسمٰعیل بن ابی زیاد روایت کیا ہے یہ ارشاد ہے۔

عن یونس بن یزید عن الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کلام لا یذکر اللہ فیہ فیبدأ بہ وبالصلوٰۃ علیّ فھو اقطع محوق من کل برکۃ۔

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس کلام کی ابتدا خدا کے ذکر اور درود سے نہ کی جائے وہ بے سر کلام ہے اور ہر برکت سے خالی ہے۔

فصل: اکتالیسواں موقع درود شریف پڑھنے کا اثنا ء صلوٰۃ عید میں ہے (اس عنوان کے استدلال میں مصنف رح نے جو علقمہ کی روایت ان ابن مسعود وابا موسی وحذیفۃ خرج علیھم الولید بن عقبۃ نقل فرمائی ہے وہ دوسرے باب میں گزر چکی ہے لہذا بنظر اختصار تکرار سے اجتناب کیا گیا ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں) یہ ایک ہی حدیث ہے جس سے مختلف ایمہ رح نے بہ ترک بعض مسائل مستنبطہ ومختار غیر ایک ایک دو دو مسئلوں کا اخذ و استنباط کیا ہے امام ابوحنیفہ رح صرف موالاۃ بین القرأتین (دونوں رکعتوں میں بلافصل قرأۃ کرنا یعنی پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد قرأۃ اور دوسری میں قرأۃ کے بعد تکبیریں کہنا) اور تین تین تکبیریں کہنا اختیار فرماتے ہیں۔ اور ایک روایت کے موافق امام احمد رح نے بھی موالاۃ بین القرأتین کو اختیار فرمایا ہے لیکن تکبیروں کے باب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رح تکبیرات کے درمیان حمد و صلوٰۃ پر اسی حدیث سے استدلال فرماتے ہیں باقی امور میں ان کا دوسرا فتوی ہے امام مالک رح نے اس حدیث سے کسی مسئلہ کا استنباط نہیں فرمایا ہے۔ ان کے مسائل کی بنا دوسری احادیث پر ہے۔

باب پنجم

(فوائد و ثمرات درود شریف کے بیان میں)

پہلا خدائے تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے دوسرا خدائے تعالیٰ کی صلوٰۃ کی موافقت ہوتی ہے اگرچہ دونوں کی صلوٰۃ میں فرق ہے اس لیے کہ ہماری صلوٰۃ دعا و سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ثنا و انعام ہے جس کی تصریح پہلے ہو چکی ہے تیسرا صلوٰۃ ملائکہ کی موافقت ہوتی ہے چوتھا ایک مرتبہ پڑھنے سے دس مرتبہ خدا کی صلوٰۃ پڑھنے والے پر نازل ہوتی ہے پانچواں پڑھنے والے کو دس درجے ثواب و فضیلت کے عطا ہوتے ہیں چھٹا دس نیکیاں ایک بار پڑھنے والے کے اعمال میں بڑھائی جاتی ہیں ساتواں ایک بار پڑھنے سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں آٹھواں اگر دعا سے پہلے پڑھ لیا جائے تو دعا کی قبولیت کا باعث ہے اس لیے کہ بغیر صلوٰۃ دعا کا ما بین السماء و الارض موقوف رہنا پہلے منقول ہو چکا ہے نواں اس کا ورد آپ کی شفاعت میں داخل ہونے کا باعث ہے خواہ اس کو دعائے وسیلہ کے ساتھ ضم کر لیا جائے یا تنہا پڑھا جائے جیسا کہ حدیث رو یفع رضہ سے ثابت ہے دسواں گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے گیارھواں انسان کو افکار و آلام سے نجات دلانے کا باعث ہے بارھواں قیامت کے دن آپ سے حصول قربت کا سبب ہے تیرھواں مفلس و غریب انسان کے لیے اس کا پڑھنا صدقے کا قائم مقام ہے چودھواں دنیاوی حاجتیں اس کے ورد سے پوری ہو جاتی ہیں پندرھواں پڑھنے والوں پر خدائے تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ واقع ہونے کا سبب ہے سولھواں مصلی کے لیے زکوٰۃ و طہارت ہے سترواں انسان کے لیے اس کا ورد قبل موت جنت کی بشارت ہے حافظ ابو موسیٰ نے یہ فائدہ ضبط کر کے استشہاداً ایک حدیث بھی نقل کی ہے اٹھارواں اہوال قیامت سے محفوظ رہنے کا باعث ہے یہ فائدہ بھی حافظ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب میں مع ایک حدیث کی سند کے

ضبط کیا ہے اُنیسواں رسول اللہ علیہ وسلم مصلی وسلم (درود پڑھنے والی اور سلام کرنے والی)
پر درود صلوٰۃ وسلام (جواب دینا) فرماتے ہیں بیسواں اس کے ورد سے انسان کو بھولی ہوئی شے
اور بات یاد آجاتی ہے اکیسواں اس کا پڑھنا مجلس کو پاک کر دینے کا باعث ہے اور جس مجلس میں
پڑھا جائیگا اس کے بیٹھنے والے قیامت کے دن حسرت سے بچے رہیں گے بائیسواں اس کا پڑھنا فقرو
فاقہ کے دور کرنے کا سبب ہوتا ہے تیئیسواں آپ کے ذکر کے وقت اگر پڑھا جائے تو پڑھنے والے
کو بخل کی صفت مذمومہ سے بچاتا ہے چوبیسواں آپ کے ذکر کے وقت جو شخص پڑھے وہ (رغم انفہ
رجل) کی بددعا سے جو ایسے موقع پر نہ پڑھنے والے کے لیے آپ نے فرمائی ہے محفوظ رہتا ہے پچیسواں
اپنے پڑھنے والے کو جنت کے راستہ پر لگا دیتا ہے چھبیسواں کسی مجلس میں اس کے نہ پڑھنے اور خدا
کا ذکر نہ کرنے سے جو گندگی پیدا ہونا لازمی ہے وہ اس کے پڑھنے سے نہیں پیدا ہوتی۔ستائیسواں
جس کلام کی ابتدا خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا سے ہو اس کی تکمیل خیر پر ہونے کا باعث ہے اٹھائیسواں
اپنے پڑھنے والوں کے لیے قطع پلصراط کے وقت کثرت نور کا باعث ہے حافظ ابو موسی رح وغیرہ نے
اس بارے میں ایک حدیث روایت کی ہے اُنتیسواں اس کا ورد انسان کو الزام جفا علی رسول اللہ
(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیوفائی وغداری) سے بچاتا ہے تیسواں مصلی پر اللہ تبارک
وتعالیٰ کی جانب سے اچھی تعریف کی جانے کا باعث ہے اس لیے کہ مصلی کی یہ استدعا ہوتی ہے کہ
اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اچھی اور بہتر ثنا فرما کر آپ کا اکرام ووقار زیادہ کرے
اور چونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جزا ہمیشہ جنس عمل سے ہوتی ہے لہذا مصلی ومستدعی بھی اُسی بہتر
ثنا کا مستحق ہو جاتا ہے اکتیسواں اس کا ورد مصلی کی ذات اور عمر وعمل میں برکت کا باعث ہے
اس لیے کہ وہ آپ کے اور آپ کی آل کے لیے برکت کی دعا کرتا ہے اور یہ دعا ہمیشہ مقبول ہوتی ہے تو
قاعدہ مذکورہ کے مطابق اس کو بھی اسی جنس سے جزا ملتی ہے بتیسواں اللہ تعالیٰ کی رحمت پڑھنے
والے پر نازل ہونے کا وسیلہ ہے خواہ ایک گروہ کے قول کے موافق خود صلوٰۃ کو رحمت کے معنے میں سمجھا
جائے یا بموجب قول صحیح رحمت کو اس کے لوازم وموجبات سے تصور کیا جائے ہر شکل میں مصلی پر
نزول رحمت کا باعث ہے تینتیسواں اس کا پڑھنا آپ کی محبت کے دوام ورسوخ وزیادت و
تضاعف کا باعث ہے۔جو درحقیقت ایسی چیز ہے کہ بغیر اُس کے انسان کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔
محبوب کا ذکر زبان پر اور اُس کی یاد دل میں جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا حب وشوق بڑھے گا
اور جتنا حب وشوق بڑھے گا اتنی ہی زبان اس کی ذکر و مدح وثنا میں مشغول رہے گی گویا یہ دونوں

باتیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ کسی محب کی آنکھ اور دل کے لیے محبوب کی رویت اور اُس کے ذکر وفکر سے زیادہ کوئی دوسری شے محبوب نہیں ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ محب کو محبوب کے سوا نہ تو کچھ یاد رہتا ہے اور نہ نظر آتا ہے دل وجگر جسم وجان چشم وزبان سب اُسی کے ہو جاتے ہیں ع جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے ٭ کا عالم نظر آتا ہے۔ تجربہ ومشاہدہ اس کا شاہد عادل ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎ عجبت لمن یقول ذکرت حبّی ٭ وھل انسی فاذکر من نسیت = (جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے دوست کو یاد کیا مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے ٭ کیا دوست کی یہ شان ہے کہ میں اسے بھول جاؤں اور یاد کرنے کی ضرورت پیدا ہو) دوسرے کا مقولہ ہے ؎ ارید لانسی ذکرھا فکانّما ٭ تمثل لی لیلی بکل سبیل (میں تو بہت چاہتا ہوں کہ لیلیٰ کی یاد دل سے بھولا دی جائے۔ مگر کیا کیا جائے جدھر دیکھتا ہوں وہی نظر آتی ہے) تیسرے کا تجربہ ہے ؎ یراد من القلب نسیانکم ٭ وتابی الطباع علی الناقل (دل سے تمہارے بُھلا دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن طبیعت وجبلت اسباب پر غالب ہے یعنی تمہاری یاد اُس کی جبلت ہے وہ کیسے جا سکتی ہے) ان سب شہادتوں کا ماحصل یہ ہے کہ تقاضائے حُب یہی ہے کہ محبوب اور اس کا خیال دل میں اس قدر راسخ ہو جائے کہ اُس کے سوا نہ تو کچھ نظر آئے اور نہ وہ کسی کے نکالے سے نکل سکے ع سر جائے تو جائے تیرا سودا نہیں جاتا = اور جب یہ حالت ہوگی تو لا محالہ محبوب کا ذکر بھی ہر وقت محب کی زبان پر جاری رہے گا مثل مشہور ہے من احب شیئًا اکثر من ذکرہٗ (جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے اکثر اُس کا ذکر جاری رکھتا ہے) جب عام انسانوں کی فانی محبت کی یہ صورت وحالت ہے تو حضور والا کے ساتھ جو محبّت کی جائے اس کی شان اس سے کہیں بالاتر ہونا چاہیے۔ مومن جبتک ؎ لو شُق عن قلبی یری وسطہ ٭ ذکرک والتوحید فی شطرہ (اگر میرا دل چیرا جائے تو آپ کی محبّت بیچ میں اور توحید اس کے آس پاس نظر آئے گی) کا مصداق نہ ہو مومن کامل نہیں ہے واقعی مومن کا دل ایسا ہی ہونا چاہیے کہ خدائے تبارک کی توحید اور رسول پاک کی یاد اس میں کالنقش فی الحجر ہوں کوئی سبب کوئی حادثہ کوئی علّت اس کو مٹا نہ سکے۔ یہ امر واضح ہو جانے کے بعد کہ کثرت ذکر دوام محبت کا سبب ہے اور نسیان زوال وضعف محبت کا باعث یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے زائد اور سب سے پہلے اس ذکر ومحبت اور غایت تعظیم وتبجیل کا مستحق۔ خدائے تعالیٰ ہی اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرنے یا مساوات کا درجہ دینے ہی کا نام شرک ہے۔ کفار کا یہی شرک تھا کہ وہ دوسروں کو اس محبّت میں خدا کا مساوی سمجھتے تھے یحبّونھم کحب اللہ ورنہ صفات وافعال خلق سموات وارض وغیرہ میں معبودان باطل کو

ان میں سے کبھی کسی نے خدا کا شریک نہیں بتایا ہے بہرحال دوام ذکر چونکہ دوام محبت کا سبب ہی
اور خدائے تعالیٰ اس دوام محبت وکمال تعظیم واجلال کا سب سے زیادہ مستحق ہے اس نے جا بجا اپنی کتاب
پاک میں کثرت ذکر کی تاکید فرمائی ہے اور اس کو موجب فلاح ٹھیرایا ہے مثلاً واذکروا اللہ کثیراً
لعلکم تفلحون + یاایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً + والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات + یا
ایہا الذین آمنوا لاتلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون +
فاذکرونی اذکرکم + رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبق المفردون (مفرد لوگ دوسروں پر
سبقت لے گئے) صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ما المفردون (مفرد کون لوگ ہیں) آپ نے فرمایا
الذاکرون اللہ کثیراً (خدا کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے) ترمذی میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال الا
ادلکم علی خیر اعمالکم وازکاہا عند ملیککم
وارفعہا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق
الذہب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم
فتضربوا اعناقہم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی
یارسول اللہ قال ذکر اللہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں
تمھیں کیا تمھارے بہترین اعمال سے جو تمھارے پروردگار
کے نزدیک نہایت ہی پاکیزہ تمھارے درجات میں
سب سے زیادہ بلند ہے اور تمھارے لیے خیرات
میں) سونا اشرفیاں خرچ کرنے اور جہاد میں شریک
ہو کر دشمنوں کے مارنے اور خود شہید ہونے سے بہتر ہے
خبردار نہ کروں صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے
آپ نے فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے۔

موطا میں اس حدیث کو ابوالدرداء رض سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ معاذ بن جبل رض فرماتے ہیں
انسان کے لیے عذاب الٰہی سے بڑا نجات دلانے والا ذکر خدا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر
ذکرِ خدا کی فرع ہے۔ اس ذکر کے ساتھ دل کو وہی مناسبت ہے جو کھیتی اور مچھلی کو پانی سے جس کے
بغیر دونوں کی زندگی محال ہے خواہ یہ ذکر اسما وصفات کے ساتھ ہو یا ثنا کے طور پر۔ اس طریقہ کے
بعد دوسرا طریقہ ذکر کا یہ ہے کہ اس کی تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل وتمجید کی جائے (یعنی انسان کلمات
سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ وکلمہ تمجید کا ورد کرے) متاخرین زیادہ تر اسی طریقہ
پر ذکر کا اطلاق کرتے ہیں تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اوامر ونواہی بیان کیے جائیں۔ اگرچہ
ذکر کی یہ تینوں قسمیں اہل علم ہی کا کام ہے لیکن تیسری قسم خاصکر انھیں سے تعلق رکھتی ہے افضل اذکار

کلام آلہٰی کی تلاوت اس میں خوض و تدبر استخراج مطالب و معانی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ اس آیت شریفہ میں ذکر سے مقصود وہی اس کا کلام پاک ہے جو اس نے اپنے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یہاں بھی ذکر سے قرآن شریف کی طرف اشارہ ہے۔ چوتھا طریقہ ذکر کا اس سے دعا کرنا ہے اور پانچواں استغفار وتضرع ہے۔ ذکر آلہٰی کی یہ پانچ قسمیں ہیں جو تمام مطالب و مقاصد اعلیٰ پر مشتمل ہیں چونتیسواں آپ پر درود پڑھنا آپ کی محبت کا باعث ہے اور ضرور ہے کہ جس کو آپ سے محبت ہو آپ کو بھی اس سے محبت ہو پینتیسواں درود شریف کا پڑھنا مصلیٰ کی ہدایت وحیات قلب کا باعث ہے جس قدر درود شریف کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی قلب پر آپ کی محبت مستولی ہوگی اور جتنی آپ کی محبت مستولی ہوگی اسیقدر آپ کے اوامر و نواہی آپ کی رسالت وصداقت اور حقانیت دل میں مستحکم ہوتی جائے گی حتیٰ کہ کوئی طاقت کوئی کوشش اس میں کسی قسم کا تشکک وشبہ نہ ڈال سکے گی اس استیلائے محبت کی وجہ سے مصلی جس قدر ان امور کے مطالعہ میں سعی و اہتمام کریگا اسی قدر علوم دین کی باریکیاں انواع فلاح و ہدایت کے اسرار اس پر منکشف ہوتے جائیں گے اور پھر جتنی بصیرت و معرفت اس کو ان امور میں زیادہ ہوتی جائے گی اتنا ہی جذبات صداقت وحقانیت سے مغلوب ہوکر وہ درود وصلوٰۃ سے تر زبان رہیگا۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ جو اہل علم آپ کے اتباع کو اپنا اسوۂ حسنہ بنائے ہوئے ہیں اور سنت و ہدایت کی معرفت رکھتے ہیں ان کے درود پڑھنے میں عوام کے درود پڑھنے سے بعد المشرقین ہے۔ عوام کا ورد عدم مشاہدہ اور صرف زبانی جمع خرچ پر مبنی ہے اور ان اصحاب کا ورد دوسری حیثیت رکھتا ہے جس قدر آپ کے احکام وشرائع میں ان کی معرفت حقایق وکشف معارف کی زیادتی ہوتی جاتی ہے اتنے ہی ان کے دل آپ کی محبت سے لبریز ہوتے جاتے ہیں اور اس حالت میں نفس صلوٰۃ کی خوبیاں ذہن نشین ہونے اور اس کی باریکیاں سمجھ لینے کے بعد جس صلوٰۃ کی وہ خدائے تعالیٰ سے آپ کے لیے استدعا کرتے ہیں اس کی حالت ان لوگوں کی صلوٰۃ سے جن کا مدار صرف جھوٹے یا زبان سے رٹے جانے پر ہے جداگانہ ہے۔ یہی حال ذکر آلہٰی کا ہے کہ بندے کو جس قدر خدا کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اور جتنا وہ اس کا مطیع و محب ہوتا ہے اتنا ہی اس کو بہ نسبت دوسروں کے اس کے ذکر میں کیف وسرور زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ رہتے غافلین لاہین (کھیل کرنے والے) وہ درحقیقت طوطے ہیں جو بغیر ادراک وشعور کے دوسروں کا سکھایا ہوا یا دوسروں سے سنا ہوا سبق دہراتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معرفت محض خبر واخبار سے

حاصل نہیں ہوتی اس کے حصول کے لیے علم انجذ حس کامل کی ضرورت ہے۔ (عربی کا مقولہ ہے ومن لم یذق لم یدر دفارسی میں اس کا ترجمہ یہ ہے ع ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانچشی) جو شخص کو الفت محبت سے متاثر و مغلوب ہو کر محبوب کی صفات کا ذکر اس کی تعریف و تمجید کرتا ہے اس کے مقابلے پر ایسے شخص کی مثال جو ع آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم۔ کا مصداق ہے بعینہ ایسی ہے جیسے ایک ستم دیدہ غم کشیدہ کی دلی آہ وزاری کے مقابلے میں کسی کرایہ پر رونے والے کا واویلا۔ پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کا ذکر اور آپ جو کچھ لیکر تشریف لائے تھے (یعنی شریعت غرا و سنت مجلی) اس کی یاد خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا خاص اس انعام و اکرام پر کہ اس نے ہماری ہدایت و اصلاح احوال کے واسطے ایک نہایت ہی برگزیدہ ہستی کو اس ساز و سامان معرفت کیساتھ بھیجا جس کی نظیر کسی دوسری جگہ نہیں ہے۔ کرنا ہی درحقیقت حیاۃ نفوس و روح وجود انسانی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

روح المجالس ذکرہ وحدیثہ ✦ وھدی لکل ملدد حیران ✦ واذا اخل بذکرہ فی مجلس ✦ فاولئک
آپکا ذکر اور احادیث کا دور جلسوں کی روح ہے۔ اور بھٹکے ہوئے انسان کی ہدایت کا باعث۔ جب کسی مجلس میں آپکا ذکر خیر نہو (تو سمجھ لینا چاہیے) کہ زندوں کی شکل
الاموات فی الحیان۔
میں مردے بیٹھے ہوئے ہیں یا زندوں کے مقابلے میں یہ لوگ مردہ ہیں۔

چھتیسواں اس سے پہلے وہ احادیث جن میں ان صلوٰتکم معروضۃ علیّ اور وکل اللہ بقبری ملٰئکۃ یبلغونی عن امتی السلام وغیرہ وارد ہوا ہے گزر چکی ہیں ان کے مطابق درود شریف پڑھنے والے کا ذکر آپ کی حضور میں کیا جاتا ہے کسی امتی کے واسطے اس سے زیادہ اور کیا کرامت ہوگی کہ اس کا ذکر خیر کے ساتھ آپ کی حضور میں کیا جائے۔ اس باب میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

ومن خطرت منہ ببالک خطرۃ ✦ حقیق بان یسموا وان یتقدما (جس شخص کا ایک مرتبہ بھی تمہارے دل میں خیال آجائے وہ اس قابل ہے کہ سب انسانوں سے بلند مرتبہ و مقدم سمجھا جائے) **سینتیسواں** اس حد کے موافق جسے سعید بن المسیب نے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی سے درباره بیان خواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے پلصراط پر ثابت قدم رہنے اور وہاں سے بخیریت گزر جانے کا سبب ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔

ورأیت رجلا من امتی یزحف علی الصراط ویحبوا احیانا ویتعلق احیانا فجاءتہ صلوٰتہ علیّ فاقامتہ علی قدمیہ وانقذتہ ہ

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے (اسی عالم خواب میں) اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پلصراط پر بچوں کی طرح گھسٹتا ہوا چلا جا رہا ہے کبھی تو گھسٹنے لگتا ہے اور

کبھی لٹک جاتا ہے اسی اثنا میں جو درود مجھ پر پڑھا کرتا تھا

آیا اور اسے پانوؤں کے بل کھڑا کر کے نکال لے گیا۔

ابو موسیٰ مدینی نے اپنی کتاب ترغیب و ترہیب میں ایک باب قایم کر کے یہ حدیث روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث قطعی طور پر درجہ حسن رکھتی ہے **اڑتیسواں** اگرچہ آپ کے انعامات و احسانات امت پر اسقدر ہیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونا علماً و قدرۃً و ارادتاً امت کے لیئے قطعی ناممکن ہے لیکن درود پڑھنے میں پھر بھی کچھ نہ کچھ تادیہ شکر و سپاس نعمت متصور ہے۔ خدائے تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ وہ اپنے رسول پاک کے احسانات کثیرہ کے مقابلے میں بندوں کی اتنی سی شکر گزاری کو قبول فرما لیتا ہے۔ **اُنتالیسواں** درود شریف کا پڑھنا خدا کے ذکر و شکر اور اُس انعام عام کی معرفت پر شامل ہے جو اُس نے اپنے رسول پاک کو مبعوث فرما کر مخلوق پر کیا ہے۔ گویا اس نہج سے درود شریف ذکر اللہ و ذکر رسول اور اس سوال پر متضمن ہے کہ اے خدائے تعالیٰ تیرے برگزیدہ و مقبول رسول نے تیرے اسماء و صفات کی تعلیم سے اور تیرے پسندیدہ طریقوں کی جانب ہدایت کرنے سے ہم پر جو احسانات فرمائے ہیں تو ان کا بدلہ اپنی صلوٰۃ کے ساتھ اُس بلند مرتبہ نبی پاک کو اس کی شان و قدر کے لائق عطا فرما۔ ماحصل یہ ہے کہ درود شریف ایمان کامل ٹھیرےگا اس لیئے کہ اس میں وجود رب اور اس کے علم و سمع و قدرۃ و ارادۃ و صفات و کلام و ارسال رسول و صداقت رسول کا اقرار ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہی امور اصول ایمان ہیں **چالیسواں** درود شریف انسان کی اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے دعا کی عامۃً دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ دن رات جو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں براہ راست صاف صاف خدائے تعالیٰ سے ان کے انجاح اور روا کرنے کا سوال کیا جائے دوسری یہ کہ اپنے انجاح مرام کے سوال کو تاخیر میں ڈالکر اس کا مقدمہ یہ قایم کیا جائے کہ اے پاک پروردگار تو اپنے خلیل و حبیب کے مراتب تکریم و تشریف میں اضافہ فرما۔ چونکہ یہ سوال درحقیقت خدائے پاک اور اس کے نبی کریم کا پسندیدہ سوال ہے اور موجودہ حالت میں مصلّی نے اس کو خوشنودی خدا و رسول کے لیے اپنے حوائج و خواہشات پر مقدم رکھا ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس قاعدے کے موافق کہ جزا جنس عمل سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ان خواہشات کے پورا کرنے کو جو اس وقت وہ دل و زبان سے ظاہر نہیں کر رہا ہے مقدم رکھے گا۔ اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ اہل دُنیا جس شخص کو بادشاہ وقت کا منظور نظر دیکھتے ہیں بادشاہ کے سامنے انواع و اقسام سے اس کی خوبیاں بیان کر کے اُس کے ازدیاد مراتب و ترقی مدارج پر بادشاہ کو اُبھارتے رہتے ہیں اور اس صورت سے درحقیقت اپنا

رسوخ بادشاہ کے دل میں بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ بالآخر یہی لوگ ان لوگوں کے مقابلے میں جوایسی تمہیدات سے عاری ہیں اور صرف اپنی ہی عرض مدعا کے خوگر ہیں کہیں زیادہ مورد الطاف و توقیع ٹھہرتے ہیں جب برائے نام شاہان دنیوی اور درباریوں کی یہ حالت ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بادشاہ حقیقی کے دربار میں یہ طریقہ مرضیہ اختیار کرنا کیا کچھ بار آور و مفید نہو گا۔ اگر درود شریف پڑھنے سے اور کوئی فائدہ حاصل نہو تو یہ ایک فایدہ ہی کیا کم ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر عامل خیر کو جس قدر ثواب کسی عمل کا حاصل ہوتا ہے اتنا ہی ثواب بمصداق الدال علی الخیر کفاعلہٖ بغیر اس امر کے کہ اس کے صلے میں کوئی کمی واقع ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ پس جو شخص آپ کی امت کو محض حسبۃً للہ و لرضاء الرسول آپ کی سنت و دین مستقیم کی دعوت کرکے آپ کے واسطے خدائے تعالیٰ کی حضور سے کثرت اجور و ازدیاد مراتب کا مستدعی ہے اپنی حسن نیت و تعلیم دین و ارشاد صراط مستقیم کی وجہ سے وہ بھی اس نعمت کامل سے ہمیشہ بہرہ یاب ہوتا رہے گا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

باب ششم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں پر استعمال صلوٰۃ کے بیان میں

جملہ انبیا و مرسلین علیہم السلام کے لیے سلام و صلوٰۃ کا استعمال مشروع ہے اللہ تعالیٰ حضرت نوح کی نسبت ارشاد فرماتا ہے وترکنا علیہ فی الآخرین سلٰم علیٰ نوح فی العالمین انا کذالک نجزی المحسنین (اور باقی رکھا اس کے لیے آنے والی مخلوق کا (یہ کہنا) کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں اور ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں بھلائی کرنے والوں کو) اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ و ہارون و حضرت الیاس علیہم السلام

کی نسبت بھی ان الفاظ کا اعادہ فرمایا ہے۔ ان جملہ آیات قرآنی کا مقصود یہ ہے کہ آیندہ نسلیں جو ان حضرات کے بعد آئیں گی وہ ان کا ذکر سلام کے ساتھ کریں گی پس جو شے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے تشریف واکرام کے لیے باقی رکھ چھوڑی ہے وہ ہمارا یہی سلام ہے جو ان کے اسمائے مبارک کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے ایک جماعت مفسرین نے جس میں مجاہد و قتادہ رح بھی شامل ہیں یہ کہا ہے کہ یہ شے متروکہ تمام انبیا علیہم السلام کے واسطے ثنا رحسن ولسان صدق ہے بعض لوگ جو حقیقت اقوال سے واقفیت نہیں رکھتے اس قول کو پہلے قول سے مختلف سمجھتے ہیں حالانکہ مطلب دونوں کا ایک ہے صرف الفاظ کا فرق ہے اس لیے کہ سلام علیٰ نوح لفظ ترکنا سے محل نصب میں واقع ہوا ہے (یعنی اس کا مفعول ہے) اس صورت میں آیت کے یہ معنے ہونگے کہ ہم نے جو چیز نوح کے واسطے باقی رکھ چھوڑی ہے وہ آیندہ نسلوں کا ان پر سلام ہے۔ اور جو اصحاب اس متروکہ شے کو ثنا رحسن ولسان صدق سے تعبیر کرتے ہیں ان کے پیش نظر نفس سلام نہیں بلکہ لوازم و مواجب سلام ہیں اور وہ لوازم و مواجب یہی ان کی ثنا حسن ولسان صدق ہے جس کے باعث سے جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے ان پر سلام پڑھا جاتا ہے (اس کے بعد اس آیت شریفہ و دیگر آیات مذکورہ متن کے متعلق ایک نحوی بحث ہے جو ضرورت موقع سے زاید اور مذاق عام سے ماوراء ہونے کے باعث چھوڑ دی جاتی ہے مشروعیت سلام کے اثبات کے لیے اسقدر تحقیق کافی ہے) استعمال سلام کی حجت قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کی یہ روایت ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب میں ضبط کیا ہے۔

ثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا عمر بن هارون عن موسى بن عبيدة عن محمد بن ثابت عن ابی هریرة ان النبی صلے الله علیه وسلم قال صلوا علی انبیاء الله ورسله فان الله بعثهم كما بعثنی صلے الله علیه وسلم تسليما۔	ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تم انبیاء اللہ و مرسلین (علیہم السلام) پر درود پڑھا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی طرح بھیجا تھا جس طرح کہ مجھے بھیجا ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو بایں سند روایت کیا ہے عن الدبری عن عبد الرزاق عن الثوری عن موسےٰ اور دوسری حدیث اس طرح پر روایت کی ہے۔

ثنا ابن ابی مریم ثنا الفریابی ثنا سفيان عن موسى بن عبيدة عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابن عباس رض قال قال رسول الله صلے الله علیه	ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم مجھ پر درود پڑھا کرو تو دوسرے انبیاء اللہ پر بھی (اس کے ساتھ) پڑھا کرو

وسلم اذا صلیتم علیّ فصلوا علیٰ انبیاء اللہ فان اللہ بعثھم کما بعثنی۔ اس لیے کہ خدا نے جس طرح مجھے بھیجا ہے اسی طرح انھیں بھی بھیجا تھا۔

اس باب میں ایک حدیث حضرت انس رض سے بھی روایت کی گئی ہے اور بعض اشخاص نے اس کو عن انس عن ابی طلحہ لکھکر روایت کیا ہے (گویا صحابی کی صحابی سے روایت ہے) حافظ ابو موسیٰ مدینی کہتے ہیں کہ بعض سلف سے سنداً مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ انھوں نے حضرت آدم علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اوپر صلوٰۃ نہ پڑھنے کی شکایت اپنی اولاد کی نسبت فرما رہے ہیں. موسیٰ اگرچہ ضعیف ہیں (یعنی موسیٰ بن عبیدہ) لیکن تائیداً انکی روایت بیان کرنے میں مضائقہ نہیں شیخ محی الدین نواوی وغیرہ اکثر علمائے تمام انبیا و مرسلین علیہم السلام پر درود پڑھنے کے بارے میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے مگر امام مالک رحمہ اللہ کا یہ مذہب بیان کیا گیا ہے کہ سوائے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر درود نہ پڑھا جائے۔ جس کی تاویل ان کے اصحاب یوں کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں پر درود پڑھنے کے لیے مامور نہیں کیے گئے ہیں۔

فصل = انبیا علیہم السلام کے سوا دوسرے لوگوں پر درود شریف پڑھنے کے بیان میں۔ کوئی شک نہیں اور امت میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر انبیا علیہم السّلام پر صلوٰۃ کا استعمال فرمایا ہے۔ لیکن آپ پر صلوٰۃ واجب سمجھنے والوں نے اس بارے میں کہ آپ کے ساتھ آل پر بھی صلوٰۃ واجب ہے یا نہیں اختلاف کیا ہے اس باب میں شافعیہ کے دو طریقے مشہور ہیں ایک یہ کہ اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دونوں قول ہیں (یعنی ایک قول کے موافق واجب ہے اور ایک قول کے مطابق واجب نہیں) امام غزالی و امام الحرمین کا یہی طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں قولوں کے موافق صلوٰۃ واجب ہے۔ یہ ان کا مشہور طریقہ ہے لیکن پھر بھی اُن میں سے جن اصحاب نے اس طریقے کی چھان بین کی ہے وہ واجب نہیں بتاتے۔ دوسرا گروہ آپ پر صلوٰۃ واجب سمجھنے والوں کا حنبلی ہے لیکن اصحاب امام احمد رح بھی اس مسئلے میں مختلف القول ہیں کہ آپ کے ساتھ آل پر صلوٰۃ واجب ہے یا نہیں. ان کے یہاں دونوں کی دلیلیں موجود ہیں۔ جب اگر لفظ آل کو لفظ اہل کے ساتھ بدل دیا جائے تو واجب سمجھنے والے اللّٰھم صل علی محمد وعلی اھل محمد کہنا بھی درست سمجھتے ہیں اور اس کے درست ہونے پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ بعض اصحاب شافعی رح نے لکھا ہے کہ آپ پر صلوٰۃ مستحب ہونے میں اجماع ہے واجب نہیں کہا جاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

اجماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔

فصل۔ آل میں سے کسی ایک پر تخصیص کے ساتھ یا بغیر ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محض آل پر درود پڑھنے کے بیان میں۔ اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ اللھم صل علی آل محمد کہا جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ صورت بلاشبہ جائز ہے اس لیے کہ آپ لفظ آل میں شامل ہیں اگر لفظاً آپ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے تو معناً آپ داخل ذکر ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اللھم صل علی علیؓ یا حسنؓ یا حسینؓ یا فاطمہؓ کہا جائے۔ یا اس کے مانند صحابہ کرام یا دوسرے بزرگوں کی نسبت لفظ صلوٰۃ استعمال کیا جائے اس باب میں ایمہ سلف کا اختلاف ہے امام مالک و امام ابوحنیفہ و سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری و طاؤس رحمہم اللہ کے نزدیک ایسا کہنا مکروہ و ناجائز ہے۔ اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ سلف صالح کا نہ تھا۔ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے لا ینبغی الصلوٰۃ الا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اسمعیل بن اسحق نے اُن سے اس باب میں یہ اثر روایت کیا ہے۔

ثنا عبد اللہ ابن عبد الوھاب قال ثنا عبد الرحمن بن زیاد حدثنی عثمان بن حکیم بن عبادۃ بن حنیف عن عکرمۃ عن ابن عباس رض انہ قال لا تصلح الصلوٰۃ علی احد الا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولکن یدعی للمسلمین والمسلمات وبالاستغفار ہ

عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا صلوٰۃ کسی دوسرے کے لیے درست نہیں ہے البتہ مسلمین و مسلمات کے لیے دعا و استغفار کی جائے۔

یہی مذہب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہے (چونکہ ان کے فرمان کا ذکر چوتھے باب کی تئیسویں فصل میں ہو چکا ہے یہاں بخیال تکرار اس کو حذف کیا گیا) اصحاب شافعی رح کا بھی یہی مذہب ہے مگر اس میں ان کے تین قول ہیں ایک یہ کہ مکروہ تحریمی ہے دوسرا یہ کہ مکروہ تنزیہی تیسرا یہ کہ مکروہ تو نہیں مگر ان امور میں داخل ہے جن کا ترک اولیٰ ہے۔ نواوی نے یہ تینوں قول اذکار میں نقل کرکے دوسرے قول کی تصحیح کی ہے۔ اسی طرح منفرداً کسی بزرگ کے لئے استعمال لفظ سلام میں بھی اختلاف ہے۔ جو لوگ صلوٰۃ و سلام کو ہم معنے سمجھتے ہیں ان کے نزدیک السلام علی فلان یا فلان علیہ السلام کہنا بھی مکروہ ہے۔ ابو محمد جوینی وغیرہ اسی طرف گئے ہیں۔ اور اس ترکیب سے کسی کے نام لینے کو منع کرتے ہیں اور جو اہل علم ان دونوں لفظوں کو ہم معنے نہیں سمجھتے ان کے نزدیک اس طرح پر کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ سلام ہر مومن زندہ و مُردہ حاضر و غایب کے حق میں مشروع ہے اور اہل اسلام کا شعار ہے

بخلاف صلوٰۃ کے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ مصلّی نماز پڑھنے کی حالت میں
جب السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین روزانہ پنجگانہ کہتے ہیں تو خارج از نماز ان عباد اللہ الصالحین
میں سے کسی پر سلام کہنے میں کیا برائی ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ اس موقع پر الصلوٰۃ علینا وعلی عباد اللہ
الصالحین کوئی نہیں کہتا جس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسلام دو جداگانہ حقیقتیں ہیں ہم معنے الفاظ
نہیں۔ استعمال صلوٰۃ کمروہ سمجھنے والوں کی اپنے دعوے پر چند دلیلیں ہیں پہلی حضرت ابن عباس رضؓ
کا قول جو ابھی بیان کیا گیا ہے دوسری غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سلام کا استعمال اہل بدعت
کا شعار ہے جس کے اختیار کرنے سے ہمکو ممانعت کی گئی ہے یہ دوسری دلیل نووی رحؒ نے بیان کی
ہے (مصنف رحؒ) میں کہتا ہوں یہ رفاض کی جانب اشارہ ہے جو اپنے ائمہ کے نام کے ساتھ صلوٰۃ
کا استعمال کرتے ہیں اور دوسرے اُن حضرات پر جو ان ائمہ سے بہتر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے نزدیک احبّ خلق تھے استعمال نہیں کرتے تیسری امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی اسباب میں
خاص اہمیت رکھتا ہے کہ سلف صالح کا یہ طریقہ نہ تھا اگر اس میں فی الجملہ بہتری ہوتی تو وہ کیوں ترک
کرنے لگے تھے چوتھی صلوٰۃ کا استعمال محاورات لسانی و عرف عام میں حضرت رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو چکا ہے جس طرح عزوجل یا تبارک و تعالیٰ کا خدائے پاک کے لیے پس
جس طرح خالق کا رتبہ مخلوق کو دیکر یہ الفاظ اُس کی نسبت استعمال نہیں کیے جاتے اسی طرح جو الفاظ
آپ کے لیے مخصوص کرلیے گئے ہیں ان کا استعمال آپ کے غیر پر نہونا چاہیے۔ پانچویں اللہ تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا اس آیت شریفہ میں عام
انسانوں کی طرح آپ کو نام لے کر پکارنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے (تاکہ آپکا امتیاز دوسروں سے قائم
رہے) تو اس صورت میں دوسروں کی نسبت اُن کلمات کا استعمال جو محض آپ کی اظہار امتیاز کی
غرض سے آپ کے لیے مخصوص کرلیے گئے ہیں کیسے جائز ہوگا چھٹی آپ نے تشہد میں عباد صالحین کے
لیے سلام مشروع فرماکر اس کے بعد صلوٰۃ اپنے لیے مخصوص فرمائی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ صرف
آپکا حق خاص ہے ساتویں اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے دوسرے حقوق مخصوصہ کا مثل تحریم نکاح
ازواج مطہرات یا واہبہ لنفسہا (وہ بی بی جو اپنے آپ کو آپ کی سپرد کردے) کا آپ کے لیے
جواز نکاح یا جو شخص آپ کو اذیت پہنچائے اس پر وجوب لعنت وغیرہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے اُسی طرح
آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ حقوق آپ کے لیے مخصوص ہیں
ویسی ہی یہ صلوٰۃ بھی (جو اسی ضمن میں بیان کی گئی ہے) مخصوص ہے۔ اور آل اُس میں آپ کی فرع ہے

آٹھویں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یہ بات مشروع فرمائی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے دعا و استغفار و دعائے ترحم کرے جس کے لیے دعا کی جاتی ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی صلوٰۃ پڑھی جائے تو اس سے معلوم ہوا کہ دعا عام مسلمانوں کا حق ہے اور صلوٰۃ آپ کا حق ایک دوسرے کی قایم مقام نہیں ہوتی اسی بنا پر نماز جنازہ میں میت کے لیے ترحم و استغفار و دعا کی جاتی ہے اللھم صل علیہ وسلم نہیں کہا جاتا اور نماز پنجگانہ میں آپ پر درود پڑھا جاتا ہے اس کی جگہ اللھم اغفرہ وارحمہ کوئی نہیں کہتا جو ذات جس امر کی اہل ہے وہ اس کے لیے مخصوص ہے نویں ہر مومن اس امر کا زیادہ حاجتمند ہے کہ اس کے لیے رحمۃ و مغفرۃ اور عذاب آخرت سے نجات کی دعا کی جائے برخلاف ذات مبارک کے کہ اس کے لینے ان میں سے کسی شے کی ضرورت نہیں لہٰذا ہمکو آپ پر صرف درود پڑھنے کا حکم ہے جس کی غایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تشریف و تکریم و رفعت درجات میں زیادت فرمائے اور چونکہ درحقیقت یہ سب مراتب آپ کو حاصل ہیں اگر کوئی ایسا نہ بھی کرے تو بھی آپ کے مراتب میں کوئی کمی متصور نہیں ہوسکتی اور جب حالت یہ واقع ہوئی ہے کہ ذات عالی ہماری طرف سے آپ پر درود پڑھنے کی بھی حاجتمند نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ درود شریف پڑھنے کا حکم ذات بابرکات کو فائدہ پہنچانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس حکم میں ہماری ہی بہتری اور بھلائی منظور نظر الٰہی ہے تاکہ اس کی بدولت ہم بھی درجات کرامت و انعام سے مستفیض ہوں۔ اور چونکہ یہ شان ایسی ہے کہ جس میں کوئی چھوٹا بڑا مومن آپ کا شریک نہیں تو ظاہر ہے کہ دوسرے کے لیے استعمال صلوٰۃ خلاف محل ہے دسویں اگر صلوٰۃ کا استعمال غیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جائز قرار دیا جائے تو دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ عام مسلمین کے لیے جائز ہے دوسری یہ کہ خاص افراد کے لیے جائز ہے عام کے لیے ناجائز۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو اس میں سب مسلمان مساوی ہیں خواہ کیسی ہی حالت رکھتے ہوں ان میں سے ہر فرد کے لیے جس طرح اللھم اغفر لہ کہا جاتا ہے اللھم صل علیہ بھی کہنا جائز ہوگا حالانکہ یہ امر حقیقۃً و یقیناً باطل ہے اور جو دوسری شق اختیار کی جائے تو بلا دلیل و بغیر مخصص تخصیص لازم آتی ہے اور پھر یہ بھی قباحت ہے کہ ان ذوات مخصوص کا تعین ناممکن ہے اس لیے کہ اصلاح حال و مآل و سعادت و ولایت و اتقا و ورع وغیرہ ایسے اوصاف ہیں جن میں زیادت و نقصان دونوں امر ممکن ہیں اور شرع نے ان میں افضلیت و مفضولیت کا کوئی حتمی و یقینی معیار مقرر نہیں فرمایا ہے پھر کس کو اس کا مستحق سمجھا جائیگا اور کس کو غیر مستحق۔ مجوزین جواز میں قاضی ابوالحسن بن فرا، و حسن بصری و خُصَیف و مجاہد و مقاتل بن سلیمان و مقاتل بن حیّان اور اکثر اہل تفسیر ہیں۔ امام احمد رح کا بھی ابو داؤد کی ایک روایت کی بنا پر یہی مذہب ہے۔ ان سے

دریافت کیا گیا کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر استعمال صلوٰۃ درست ہے یا نہیں تو انھوں نے اس روایت کا حوالہ دیکر فرمایا کہ حضرت علی رضہ نے کیا حضرت عمر رضہ سے صلے اللہ علیک نہیں کہا تھا اور فرمایا کہ یہی قول اسحٰق بن راہو یہ وابو ثور ومحمد بن جریر طبری وغیرہ کا ہے۔ ابوبکر بن ابی داؤد نے اپنے باپ کی زبانی اس سوال وجواب کا واقعہ نقل کیا ہے قاضی ابوالحسین کہتے ہیں کہ (ہمارے یہاں) اسی امر پر عمل ہے۔ یہ فریق ذیل کی چند دلیلیں اپنی تائید میں پیش کرتا ہے **پہلی** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت سے صدقہ وصول فرمانے اور ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے چنانچہ نزول آیت کے وقت سے آجتک امت سے اُسی طرح پر صدقہ لیا جارہا ہے جس طرح کہ آپ لیتے تھے۔ اس حکم میں کوئی تبدل وتغیر نہیں ہوا تو آیت کے ایک حکم کو معمول بہ قرار دینا اور دوسرے کو نہ دینا کیا معنے رکھتا ہے لہذا صدقہ لینے والوں کے لیے یہ امر مشروع ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں وہ آج جس طرح صدقہ وصول کرتے ہیں اسی طرح حسب معمول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دینے والوں پر صلوٰۃ بھی پڑھا کریں (یعنی آیت کا ایک حکم جب اپنی حالت پر باقی ہے تو دوسرا بھی باقی رہنا چاہیے) **دوسری** صحیحین میں شعبہ کے واسطہ سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضہ کی یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا آتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علیٰ آل فلان فاتاہ ابی بصدقتھم فقال اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ۔	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب سرداران قوم اپنی اپنی قوم کا صدقہ لے کر حاضر ہوتے تھے تو آپ اللھم صل علیٰ آل فلان فرماتے تھے اتنے میں میرے باپ اپنی قوم کا صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ فرمایا۔

اس حدیث سے خصوصیت کا انکار ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ آیت کا حکم عام ہے **تیسری** جابر بن عبداللہ رضہ کی وہ حدیث جس کو امام احمد رحہ وابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے آکر عرض کیا یارسول صل علی زوجی اور آپ نے اس کے جواب میں صلے اللہ علیٰ زوجک فرمایا عدم اختصاص صلوٰۃ ثابت کرتی ہے **چوتھی** جابر بن عبداللہ رضہ کی اس حدیث سے جسے ابن سعد نے طبقات میں بواسطہ ابی عینیہ روایت کیا ہے استعمال صلوٰۃ میں تعمیم ثابت ہے۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبداللہ ان علیاً دخل علیٰ عمر۔ وھو مسجی فلما انتھے الیہ	جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضہ کا جنازہ تیار ہوگیا تو حضرت

قال صلے اللہ علیك ما احدٌ القی الی اللہ بصحیفتہٖ احب الی من ھذا المسجی بینکم

علی رضہ نے پہنچکر (پہلے جنازہ کی طرف مخاطب ہوکر) صلی اللہ علیک کہا (اور پھر فرمایا) جولوگ اللہ سے ملنے والے ہیں مجھے ان میں سے کوئی شخص اس کفن میں لپٹے ہوئے انسان سے زائدعزیز نہیں ہے۔

پانچویں اسمٰعیل بن اسحٰق کی اس روایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

ثنا عبد اللہ بن مسیلمۃ ثنا نافع بن عبد الرحمٰن بن ابی نعیم القاری عن نافع عن ابن عمر انه کان یکبر علی الجنازۃ ویصلی علی النبی صلے اللہ علیه وسلم ثم یقول اللھم بارك فیه وصل علیه واغفر له واوردہ حوض نبیك صلے اللہ علیه وسلم۔

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرہ جنازے کی نماز میں تکبیر کے بعد درود شریف پڑھکر یہ دعا مانگتے تھے (دعا متن حدیث میں موجود ہے) اور اس میں صل علیہ کا جملہ ہے۔

چھٹی صلوٰۃ درحقیقت ایک دعا ہے اور ہم ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے پر مامور ہیں (تو اس دعا میں کیا مضایقہ ہے) یہ قاضی ابو الحسینؒ کی خاص دلیل ہے۔ ساتویں مسلم رح کی وہ حدیث جسے انھوں نے اپنی صحیح میں ابی ہریرہ رضہ سے بایں سند روایت کیا ہے ثنا حماد بن زید عن بدیل عن عبد اللہ بن شقیق عن ابی ھریرۃ رضہ اور اس میں یہ ذکر ہے کہ جب ارواح مومنین بدن سے نکلکر آسمان کی طرف جاتی ہیں اور ان سے خوشبو کی لپٹیں نکلتی ہیں تو فرشتے کہتے ہیں روح طیبۃ جاءت من قبل الارض صلے اللہ علیك وعلی جسدك کنت تعمرینه (کیا اچھی روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالی تجھ پر اور جس جسم میں تو رہتی تھی درود بھیجے) اس امر کی دلیل ہے کہ فرشتے ارواح طیّبہ پر درود پڑھتے ہیں پس جب فرشتوں کو ارواح مومنین پر صلے اللہ علیک کہنا درست ہے تو ہمیں ایک دوسرے کی نسبت کہنا کیوں درست نہیں یہ حدیث مسلم رح نے اگرچہ موقوفاً روایت کی ہے لیکن اس کا سیاق مرفوع ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ارواح خبیثہ کی بدبو اور ان کے سعود کا ذکر کرکے ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں۔ فرد رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم ریطۃ کانت علی انفه (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت جو کپڑا یا رومال ناک سے لگایا تھا ختم کلام کے بعد ہٹا لیا) علاوہ اسکے اس حدیث کو ایک جماعت نے ابوہریرہ رضہ سے ونیز سعید بن یسار رضہ وغیرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے انھیں مرفوعاً روایت کرنے والوں میں سے ابوسلمہ وعمر بن الحکم و اسمٰعیل سدی ہیں۔ آٹھویں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر (جو آدمی دوسروں کو خیر کی تعلیم دے خدا اور فرشتے اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ اس حدیث و آیت کا مدلول صاف و صریح عمومیتِ استعمال صلوٰۃ ہے **نویں** ابوداؤد رحمہ نے حضرت عائشہ رضہ سے یہ حدیث روایت کی ہے ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی میامن الصفوف (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نماز کی صفیں درست کرکے کھڑے ہونے والوں پر درود پڑھتے ہیں) اور دوسری حدیث میں آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف (خدا اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر جو صفوں میں ملکر کھڑے ہوتے ہیں درود پڑھتے ہیں) اس سے پیشتر ایک حدیث اور اس مضمون کی گزر چکی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے فرشتے اس پر درود پڑھتے ہیں۔ یہ جملہ احادیث بلاتخصیص استعمال صلوٰۃ کی دلیل ہیں **دسویں** دلیل جسے اسباب میں قاضی ابویعلی نے پیش کیا ہے ایک حدیث ہے جسے وہ اپنی سند کے ساتھ مالک بن یخامر سے مرسلاً اس طرح روایت کرتے ہیں۔ انہ قال اللّٰھم صل علی ابی بکر فانہ یحب اللہ و رسولہ اللّٰھم صل علی عمر فانہ یحب اللہ و رسولہ اللّٰھم صل علی عثمان فانہ یحب اللہ و رسولہ اللّٰھم صل علی علی فانہ یحب اللہ و رسولہ اللّٰھم صل علی ابی عبیدۃ فانہ یحب اللہ و رسولہ اللّٰھم صل علی عمرو بن العاص فانہ یحب اللہ و رسولہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابو عبیدہؓ و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر ان پر درود پڑھا) **گیارھویں دلیل** یحیی بن یحیی کی یہ حدیث ہے جسے انھوں نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔

عن مالک عن عبد اللہ بن دینار قال رأیت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یقف علی قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعلی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

عبد اللہ بن دینار روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر ٹھیر کر آپ پر اور پھر ابوبکرؓ و عمرؓ پر درود پڑھتے تھے۔

بارھویں صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے یہ امر تمھارے اصول کے مطابق اس باب میں تم پر بھاری بڑی حجت ہے اس لیے کہ تم ازواج مطہرات کو آل کی اس صنف میں جس پر صدقہ حرام ہے نہیں سمجھتے۔ لہذا اس حالت میں ان پر صلوٰۃ جائز ہے تو دوسرے صحابہ پر نا جائز ہونے کی کیا وجہ۔ **تیرھویں** تم خود اس امر کے مقر ہو کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی تبعیت (ہمراہی) میں درود پڑھنا جائز ہے اور ابوبکر زکریا نواوی نے اس کے جواز پر

اتفاق نقل کرکے کہا ہے کہ اس بارے میں احادیث صحیحہ موجود ہیں اور قاعدہ تشہد میں ہمکو اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سلف صالح خارج از نماز بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر توضیح کے لیے مثالاً یہ عبارت درود کی نقل کی ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی اصحابہ وازواجہ وذریتہ واتباعہ اب اس اقرار کے بعد اس سے یہ انحراف کیسا ہے۔ اور کس بنا پر (مصنف) میں کہتا ہوں کہ بعض سلف سے جو یہ اثر منقول ہے اسی قبیل سے ہے۔ اللھم صل علی ملٰئکتک المقربین و انبیائک والمرسلین و اھل طاعتک اجمعین من اھل السموات والارضین۔ چودھویں ابو یعلی موصلی نے ابن زنجویہ کے واسطے سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

ثنا ابو المغیرۃ ثنا ابوبکر بن ابی مریم ثنا ضمرۃ بن حبیب بن صُھیب عن ابی الدرداء عن زید بن ثابت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ دعاء و امرہ ان یتعاھد بہ اھلہ کل یوم قال قل حین تصبح لبیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک ومنک والیک اللھم ما قلت من قول او نذرت من نذر او حلفت من حلف فمشیئتک بین یدیہ ما شئت منہ کان وما لم تشاء لم تکن ولا حول ولا قوۃ الا بک انت علی کل شیٔ قدیر اللھم ما صلیتُ من صلوٰۃ فعلٰی من صلیت وما لعنتُ من لعن فعلی من لعنت انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین ٥

زید بن ثابت رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا جو آپ مانگا کرتے تھے مجھے تعلیم فرما کر حکم دیا کہ میں اپنے اہل کو ہدایت کروں کہ وہ روزانہ صبح کو سوتے سے اٹھکر پڑھا کریں۔ میں حاضر ہوں یاالٰہی میں حاضر ہوں سرانجام خدمات کے لیے میں حاضر ہوں سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تجھی سے حاصل ہوتی ہے اور تیری ہی طرف بازگشت ہے۔ میں نے جو بات کہی ہے جو نذر مانی ہے جو قسم کھائی ہے تیری مشیت اس پر غالب ہے جو تو چاہے گا وہ ہوگا جو نہ چاہے گا نہ ہوگا۔ کوئی طاقت کوئی قوت کسی کو حاصل نہیں ہوتی مگر تیری بدولت۔ اے اللہ میں نے جس کسی پر درود پڑھا ہو وہ اُس کو پہنچا اور جس پر لعنت کی ہو وہ جس پر کی گئی ہے اسے نصیب کر تو ہی دنیا و آخرت میں میرا دوست (مددگار) ہے مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور صالحین سے ملادے۔

اس دعا میں جملہ وما صلیت من صلوٰۃ فعلی من صلیت سے بخوبی ظاہر ہے کہ اگر غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ مشروع نہوتی تو اس میں استثنا صحیح نہوتا اس لیے کہ اگر کوئی انسان ایسے شخص پر جو صلوٰۃ پڑھے جانے کا اہل نہیں ہے صلوٰۃ پڑھے تو جس طرح اس نے حلف و نذر میں استثنا کیا ہے اس میں نہیں

کر سکتا ہے۔ فریق اوّل یعنی غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر استعمال صلوٰۃ جائز نہ سمجھنے والے ان دلائل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ تمھاری دلیلیں دو قسم کی ہیں ایک تو ایسی ہیں کہ وہ صحیح ہیں مگر محل نزاع سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہے اور وہ اس عدم تعلق کی وجہ سے یہاں بیکار ہیں اور دوسری اس قسم کی ہیں کہ ان کو اس بحث سے تعلق تو ہے مگر صحت ان کی مشتبہ ہے لہٰذا وہ بھی قابل التفات نہ ٹھیریں جب ہر دلیل کی حالت پر غور کیا جائے تو ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بخوبی ثابت ہوتی ہے چنانچہ تمھاری پہلی دلیل صلّ علیھم کی محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہماری بحث صرف اس قدر ہے کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا ہمارے لیے مشروع ہے یا نہیں۔ رہا آپ کا کسی پر صلوٰۃ پڑھنا یہ دوسرا مسئلہ ہے ہماری اُس صلوٰۃ سے جس پر ہم مامور ہیں اور جو آپکا حق ہے اس کو کوئی مناسبت نہیں کیا یہ جائز ہے کہ ایک خاص حق میں آپ کا کوئی شریک ٹھیرالیا جائے۔ دوسرے یہ کہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کا ایک حق ہے جو امت پر مقرر و لازم کر دیا گیا ہے اگر آپ اپنی جانب سے (خود یا بحکم الٰہی) اس حق میں سے کسی کو کچھ حصہ عنایت فرمائیں تو یہ آپ کا کرم ہے لیکن امت کس دستاویز و دلیل سے اس امر کی مجاز ہوسکتی ہے کہ وہ بھی جس کو چاہے اس حق میں حصّہ دار بنا دے۔ مثلاً آپ کو اپنے بُرا کہنے اور ایذا دینے والے کے قتل کا حق حاصل تھا اور امت پر بھی آپ کے بعد اُس حق کا قیام اور پورا کرنا واجب ہے لیکن آپ نے رحم اللہ موسیٰ وقد اوذی باکثر من ھذا (خدا موسیٰ پر رحم فرمائے جو اس سے زیادہ ستائے گئے ہیں) ارشاد فرما کر اکثر اس قسم کے اشخاص سے درگزر فرمائی ہے تو کیا اب امت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے درگزر کرے اس کا جواب یقیناً اثبات میں نہیں دیا جاسکتا۔ یہی جواب دوسری اور تیسری دلیل کا ہے جس میں اللھم صلّ علیٰ آل ابی اوفیٰ اور ایک عورت کے واقعہ استدعائے صلوٰۃ سے استدلال کیا گیا ہے چوتھی دلیل کا جس میں حضرت عمرؓ کی نسبت حضرت علیؓ کا صلے اللہ علیک کہنا مذکور ہے ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متن و سند میں دوسرے رواۃ نے جعفر بن محمد سے روایت کرنے میں ابن عیینہ کی مخالفت کی ہے چنانچہ انس بن عیاض کی روایت یوں ہے۔

عن جعفر بن محمدٍ عن ابیہ ان علیاً لما غُسل عمر و کفنَ وحملَ علیٰ سریرہ وقف علیہ فاثنیٰ علیہ وقال واللہ ماعلی الارض	جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے غسل و کفن دئے جانے اور جنازہ تیار کیے جانے کے بعد قریب کھڑے ہوکر ان کی

احب الی ان القی اللہ بصحیفۃ من ھذا المسجی۔ تعریف کی اور کہا خدا کی قسم اس کفن میں لپٹے ہوئے شخص سے زیادہ کوئی انسان روئے زمین مجھے محبوب نہیں ہے۔

محمد و یعلی عبید کے دونوں بیٹوں نے بھی حجاج کے واسطے سے اور انھوں نے جعفر سے یہ اثر انہیں الفاظ میں روایت کیا ہے اس میں صلے اللہ علیک کے الفاظ نہیں ہیں ورقا بن عمرو نے یہ اثر اپنے باپ عمرو بن دینار سے اس طریق پر روایت کیا ہے عن ابو جعفر عن علی اس میں بھی صلوٰۃ والا جملہ نہیں ہے پھر سلیمان بن بلال و یزید بن ہارون بھی یہ اثر جعفر سے بواسطہ ابو جعفر بغیر ذکر جملۂ مذکورہ ہی روایت کرتے ہیں۔ عون بن ابی جحیفہ نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ جس وقت تیار کیا گیا ہے میں موجود تھا حضرت علی رضی اللہ نے ان کی تعریف کی اور یرحمک اللہ کا جملہ ان کی نسبت استعمال کیا۔ اسی طرح عارم بن فضل نے حماد بن زید سے اور انھوں نے ایوب و عمرو بن دینار و ابو جہضم شرکائے میت عمر رضہ سے جو واقعہ حضرت عمر رضہ کی موت کا اور بعد تیاری جنازہ حضرت علی رضہ کی تعریف کرنے کا روایت کیا ہے اس میں بھی الفاظ صلے اللہ علیک نہیں ہیں۔ قیس ابن الربیع نے بھی قیس بن مسلم سے اور انھوں نے ابن الحنفیہ سے یہ اثر اسی طرح بغیر ذکر صلوٰۃ روایت کیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن سعد نے اس حدیث کی کوئی سند بیان نہیں کی ہے بلکہ اخبرنا بعض اصحابنا عن سفیان بن عیینۃ کہا ہے اس صورت میں نہیں معلوم کہ وہ کون اور کس درجہ کا راوی ہے ممکن ہے کہ اصل الفاظ حدیث اسے یاد نہ رہے ہوں یا اور کوئی علت ہو بہر حال ابہام راوی عدم احتجاج کے لیے کافی ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ اثر قول ابن عباس کا جو پیشتر بیان ہوا ہے معارض ہے پانچویں دلیل کا جس میں یہ صراحت ہے کہ ابن عمر رضہ میت کے لیے نماز جنازہ میں دعا کرتے وقت اللھم صل علیہ کہا کرتے تھے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ نافع ابن ابی نعیم اگرچہ علم قرأۃ و تجوید کے امام ہیں لیکن حدیث میں ائمہ فن کے نزدیک ضعیف ہیں۔ امام احمد رح فرماتے ہیں کہ قرأۃ قرآن میں ان کا قول مقبول ہے لیکن روایت حدیث میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے غیر محفوظ ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ امام مالک رح نے موطا میں اس کو ابی ہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے ابن عمر رضہ سے روایت نہیں کیا ہے۔ نافع مولیٰ ابن عمر رضہ امام مالک رح کے خاص الخاص شیخ ہیں اگر یہ اثر ان سے صحیح و محفوظ طریقہ پر روایت کیا گیا ہوتا تو بمقابلہ نافع ابن ابی نعیم کے امام موصوف کا اس سے خبردار ہونا ضروری تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے

کہ یہاں بھی قول ابن عباس رضؓ کا معارضہ ہے چھٹی دلیل کا جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صلوٰۃ
دعا ہے اور دعا ہر مسلمان کے لیے مشروع ہے پہلا یہ جواب ہے کہ صلوٰۃ بیشک دعا ہے مگر ایسی دعا
جو رسول اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص و مامور بہ ہے اور حقوقُ ذات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جو
فرق و امتیاز عظیم دوسروں کے حقوق و ذات سے ہے اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ تو اب نہ دوسروں
کو ذات میں آپ کا ہمتا کہا جا سکتا ہے اور نہ آپ کے حقوق میں دوسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح آپ
پر (یعنی آپ کے حالات پر) دوسروں کو قیاس کر لینا صحیح نہیں ہے اسی طرح جو دعا آپ کے لیے خاص ہے
اس پر اُس دعا کا جو غیروں کے واسطے ہے قیاس درست نہ ہو گا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ پر صلوٰۃ محض
دعا ہونے کی وجہ سے مشروع نہیں ہے بلکہ اس میں ایک تخصیص کا پہلو بھی ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ
صلوٰۃ ایک ایسی دعا ہے جو آپ کی تمجید و تعظیم و ثنا پر مشتمل ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے لہٰذا
نتیجہ یہ ہے کہ یہ دعائے خاص ہے جو عوام کا حق نہیں۔ ساتویں دلیل کا جس میں روح مومنین
کی نسبت ملائکہ کے صل اللہ علیك کہنے کا ذکر ہے یہ جواب ہے کہ محل نزاع میں یہ استدلال
کارآمد نہیں ہے اس لیے کہ بحث ان احکام شریعت میں ہے جو عالم بشریت سے تعلق رکھتے ہیں
اور چونکہ فرشتے ان احکام پر مکلف نہیں ہیں ان کے اقوال و افعال پر قیاس کر کے کوئی حکم شرعی صادر
کرنا درست نہیں ہے وہ خدا کے خلق و امر میں اس کے رسول ہیں اسی کے حکم کے مطابق متصرف
ہوتے ہیں کسی بشر کے حکم سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہے لہٰذا ان کا کوئی فعل و قول ہمارے احکام
کا مقیس علیہ بھی نہیں ہو سکتا ہے ہر ایسی دلیل کا جس میں فرشتوں کے اقوال و افعال سے
استشہاد کیا گیا ہے یہی ایک جواب ہے آٹھویں دلیل کا یہ جواب ہے کہ حدیث

ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی معلم الناس الخیر اور آیت وھو الذی یصلّے علیکم وملٰئکتہ

کو محل نزاع سے کچھ تعلق نہیں ہے فعل رب پر فعل عبد کا قیاس نہیں ہو سکتا بندوں کی صلوٰۃ
دعا و طلب ہے اور خدا کی صلوٰۃ اکرام و انعام و تعظیم و ثنا و محبت اس کو اُس سے کیا مناسبت
ہے نویں دلیل کا جواب ساتویں دلیل کے جواب میں آچکا ہے دسویں دلیل کا جواب
یہ ہے کہ حدیث مالک بن یخامر جس میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صلوٰۃ پڑھنے کا ذکر ہے بلا سند پیش کی گئی ہے جب تک سند معلوم نہ ہو سقم و صحت کا
کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ بظاہر حالت حدیث مرسل ہے (جو ائمہ فن کے نزدیک
قابل حجت نہیں) تیسرے محل نزاع سے خارج ہے جس کی صراحت پہلی دلیل کے جواب میں ہو چکی ہے

گیارھویں دلیل کا جس میں فعل ابن عمرؓ سے استدلال کیا گیا ہے جواب بچند وجوہ ہے اول یہ کہ ابن عبد البر نے تصریح کر دی ہے کہ علماء نے یحییٰ بن یحییٰ اور ان کے شاگردوں کی اس روایت کو منکر ٹھیرایا ہے اور صحیح متن حدیث ان کے نزدیک یہ ہے عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر انہ یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویدعو لابی بکر وعمر قاسم وقعنبی وابن بکیر وغیرہ مالک (استاد یحییٰ) کے دوسرے شاگردوں نے یہ حدیث مالک سے اسی طرح پر روایت کی ہے۔ اس متن میں یدعو کا لفظ اس امر کی دلیل ہے کہ دعا عام ہے اور صلوٰۃ خاص ورنہ تفریق کی کوئی حاجت نہ تھی۔ (مصنف) میں کہتا ہوں کہ موطاء ابن وہب کی حدیثیں بھی اسی طرح صلوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کرکے صاحبین کے لیے دعا کا استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر روایت اول کے ضعف سے قطع نظر کرکے اس کے الفاظ کو بجنسہٖ صحیح تصور کیا جائے تو آپ کے اور صاحبین کے حق میں لفظ صلوٰۃ کا استعمال اُس قبیل سے ہوگا کہ بعض اوقات دو مختلف الحالات امور کی نسبت ایک فعل کے ساتھ کی جاتی ہے اور جس کی مثال کلام عرب میں بہت زیادہ ملتی ہے مثلاً ؎ وعلفتہا تبناً وماءً بارداً ✦ حتی غدت ہمالۃً عیناھا۔ یا رأیت زوجك فی الوغی ✦ متقلداً سیفاً ورمحاً یا ؏ وزججن الحواجب والعیونا ✦ ان تینوں مثالوں میں فعل اول چونکہ فعل ثانی کا معناً و نتیجۃً موافق ہے لہذا صرف اس ایک مختص لفظ کے ساتھ جو دونوں مذکورہ افعال میں سے ایک کے لیے مخصوص تھا دونوں فعل بیان کیے گئے۔ گھاس چرائی جاتی ہے پانی چرانا کوئی نہیں کہتا۔ تلوار لٹکائی جاتی ہے مگر نیزہ کا لٹکانا محاورہ نہیں۔ ابرو کو سیاہی لگا کر طول دیا جاتا ہے آنکھیں نہیں بڑھائی جاتیں۔ لیکن چونکہ گھاس چرانے اور پانی پلانے کا ماحصل تغذیہ ہے اور تلوار لٹکانے اور نیزہ اُٹھانے کی غایت مسلح ہونا۔ ابرو کو طول دینے اور آنکھوں میں سُرمہ لگانے کا مآل تزیین لہذا کہنے والے نے اس موافقت کی بنا پر دونوں افعال کو ایک ہی لفظ کے تحت میں بیان کیا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ اثر بھی قول ابن عباسؓ کا معارض ہے بارھویں دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل فاسد ہے ازواج مطہرات پر صلوٰۃ کا استعمال ان کے ذاتی حقوق کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس اضافت کے سبب سے ہے جو ان کو آپ کی آل اور سلک اہلبیت میں داخل ہونے کی وجہ سے حاصل ہے۔ رہا تمھارا یہ قول کہ یہ دلیل دوسروں کے مقابلے میں تم پر اس وجہ سے کہ تم ازواج مطہرات کی نسبت تحریم صدقہ کے قائل نہیں ہو تمھارے ہی اصول کے مطابق حجت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ایسا نہیں

(اقوال شاذہ اصول مذہب نہیں ہوسکتے) اور اگر کچھ دیر کے لیے اس امر کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کو آل کے اُس زمرے میں جس پر بوجہ قرابت وعصبیت صدقہ حرام ہے داخل نہیں کرتے لیکن بلاشک وہ ان اہلبیت میں جو مستحق صلوٰۃ ہیں ضرور شامل ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے **تیرھویں دلیل** کا جواب جس میں غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تبعاً جواز صلوٰۃ کا ذکر ہے اور تم اس پر اتفاق نقل کرتے ہو دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ یہ اتفاق ہی ابھی مذہب صحت طلب ہے یعنی جو لوگ غیر انبیا پر صلوٰۃ جائز نہیں سمجھتے وہ منفردۃً وتابعۃً ہر طرح اس کو ممنوع ہی قرار دیتے ہیں پھر اگرچہ ان میں سے بعض کا یہ قول مشہور ہے لیکن سب کا نہیں ہے تو اس صورت میں اتفاق کا دعویٰ کیسا۔ دوسرے یہ کہ کسی جماعت پر آپ کے ساتھ تبعاً استعمال صلوٰۃ کا جواز اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ ان میں سے کسی معیّن فرد کے لیے مستقلاً صلوٰۃ جائز ٹھیرالی جائے۔ تمھارا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں ہے کہ بربنائے احادیث صحیحہ غیر انبیا پر تبعاً جواز صلوٰۃ ثابت ہے اس لیے کہ احادیث صحیحہ میں سوائے آل وازواج وذریات کے کہیں صحابہ واتباع کا تذکرہ نہیں ہے پھر یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ہم تشہد میں اس امر پر مامور ہیں اس لیے کہ تشہد کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس کے بعض صیغوں میں صرف آل وازواج کا مذکور ہے نہ کہ ان کے سوا اور اشخاص یا جماعت کا اور وہ بھی سب درودوں میں نہیں۔ **چودھویں دلیل** کا جسمیں زید بن ثابت کی حدیث کا جملہ بنائے استدلال ہے اللّٰھم ما صلّیت من صلوٰۃ فعلٰی من صلّیت یہ جواب ہے کہ ابوبکر ابن ابی مریم اس کے راوی ضعیف ہیں۔ جن کی تضعیف امام احمد وابن معین وابوحاتم ونسائی وسعدی رحمھم اللہ نے کی ہے۔ ابن حبان نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اہل شام کے نیک لوگوں میں سے تھے مگر حافظہ بہت خراب تھا اس سبب سے ایسی حدیثیں روایت کر جایا کرتے تھے جن کی وجہ سے وہ متہم ہوکر مستحق ترک قرار دئے گئے۔

قول فیصل

مستحقین صلوٰۃ کے دو طبقے ہیں پہلا طبقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آل و ازواج و ذریات کا ہے اس طبقے کے لیے آپ کی معیت میں صلوٰۃ مشروع ہے اور اگر بالانفراد ہو تو جائز کہی جائے گی دوسرا طبقہ ملائکہ و اہل طاعات کا ہے جس کی ذیل میں انبیا علیہم السلام اور دوسرے تمام صلحا آجاتے ہیں ان کے لیے بھی بالتعمیم اللھم صل علی ملئکتک المقربین و اھل طاعتک اجمعین کہنا درست ہے البتہ ان میں سے اگر کسی گروہ خاص یا فرد مخصوص و شخص معین کے لیے صلوٰۃ کی تخصیص کر دی جائے تو یہ امر مکروہ ہے بلکہ اگر اس کو حرام سمجھیں تو بھی حکم شرع کے خلاف نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس کو امت کے کسی فرد یا گروہ کا ذاتی حق سمجھکر اُس کے مساوی الحیثیت افراد یا اُن اشخاص کے لیے جو اس فرد یا گروہ سے افضل ہیں نا روا رکھا جاتا ہو جس طرح کہ اہل رفض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں اور ان کے ہم مرتبہ دوسرے اصحاب یا افضل و خیار امت کے لیے ایسا کہنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ صورت قطعاً ممنوع ہے۔ ہاں اگر کبھی بلا خیال تخصیص و بغیر قرار داد حق ذاتی اُن میں سے کسی کی نسبت اُن احادیث و ادلہ کی بنا پر جن میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں پر آپ کے درود پڑھنے کا ذکر ہے یا آپ نے ایک عورت اور اس کے خاوند پر درود پڑھا تھا یا ابن عمرؓ نے ایک میّت کی نسبت صلے اللہ علیہ کہا یا حضرت علی رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی نسبت صلے اللہ علیک فرمایا استعمال صلوٰۃ کیا جائے بشرطیکہ شعار دائمی کسی کی تخصیص کرکے نہ بنالے لا باس بہ ہے (یعنی مضایقہ نہیں رکھنا) اس صورت میں تمام دلیلوں کی تطبیق ہو کر تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ اور مسئلہ حلیہ قیل و قال سے صاف و پاک ہو جاتا ہے واللہ موفق للصواب وقد تم الکتاب والحمد للہ الملک الوھاب وصلے اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیراً الی یوم الدین۔

بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ اس ترجمے کے تسوید و تحریر سے جو ۵ پانچ شعبان روز پنجشنبہ کو شروع ہوئی تھی ۱۳ تیرہ ذیقعدہ روز چہارشنبہ ۱۳۴۷ھ کو فراغ حاصل ہوا۔

شاکر حسین غفر اللہ لہٗ ۔ سہسوان قاضی محلہ۔

(کتبہ احقر فیض الحسن غفر اللہ لہٗ بن رفحم بریلوی۔ یکم نومبر ۱۹۳۰ء)

مناقبِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دلآویز مرقع

انوارِ احمدی

معہ

مولینا انوار اللہ خان صاحب نے یہ کتاب جوارِ رسولؐ میں بیٹھ کر اور محبت رسولؐ میں ڈوب کر لکھی ہے عقیدت و محبت کے اس نذرانے کو بارگاہِ نبویؐ سے وہ شرفِ قبول عطا ہوئی ہے کہ آج تک مشتاقانِ جمالِ رسالت اس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ فاضل مصنفؒ نے قرآن مجید، احادیث شریف اور کتب سیر سے استنباط کر کے میلادِ مبارک، جمال و کمالِ نبویؐ، فضائل و معجزات اور آدابِ بارگاہِ رسالت جیسے مضامین کا ایک دلنواز و دلآویز مرقع تیار کیا ہے "انوارِ احمدی" کے ایک ایک جملے سے حُبِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پھوٹ رہا ہے جو ہمیشہ طالبین کی بصارت و بصیرت کو روشن کرتا رہیگا۔

۱۸/-

سیر الاولیاء رحمہم اللہ

ترجمہ

یہ کتاب تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ برصغیر میں آج تک سلسلہ چشتیہ کے جتنے تذکرے لکھے گئے ہیں یہ ان سب میں قدیم ترین اور مستند ترین تذکرہ ہے۔ بعد میں آنے والے ہر تذکرہ نویس نے بطور ایک اہم ماخذ کے اس کتاب سے استفادہ واقتباس کیا ہے۔

سیر الاولیاء ایک تاریخی ماخذ، اولیائے کرام کی سیر و سوانح کا ایک مہکتا ہوا سدا بہار گلدستہ اور مشائخ چشتؒ کے ملفوظات و تعلیمات کا ایک انمول خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر دلنشیں اور دلچسپ کتاب ہے کہ ایک بار شروع کرکے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

تقریباً ۶۰۰ صفحات

قیمت ۳۰/۰۰

جلاء الافہام اردو

فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام

ابن قیم

الکتاب
گنج بخش روڈ - لاہور